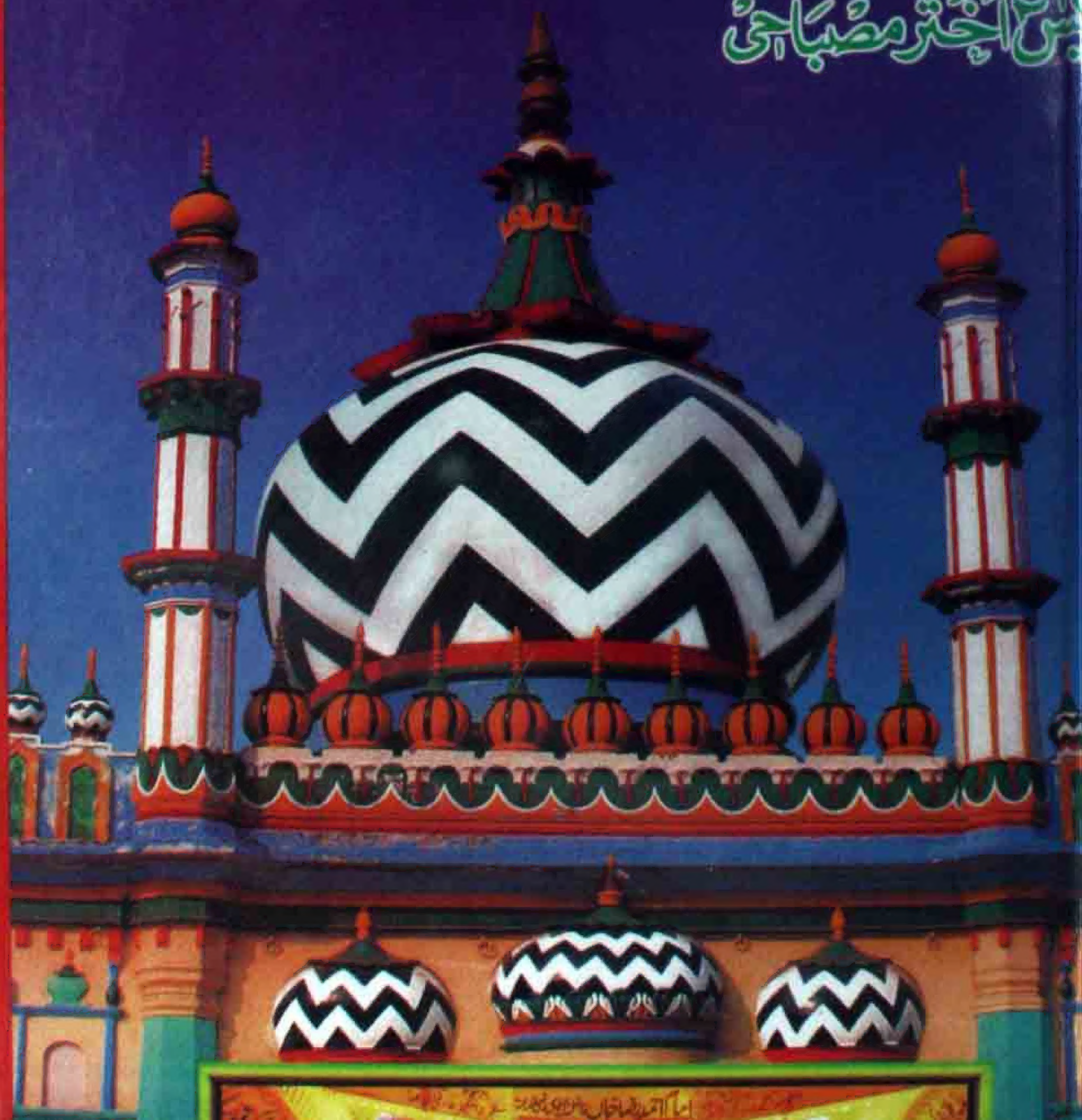


ایمان احمد رضا اور  
رفیہ دعات و منکرات

پیش آختہ مصباحی





ایمان احمد رضا  
اور  
رہبرِ عاتق و منکرات  
(مع حذف و اضافہ)

پیشِ اخترِ مصباحی

نَاشِی

فریدنگہ ٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

— ﴿بانی ادارہ﴾ —

جناب محترم سید اعجاز احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ  
متوفی ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ / ۵ ستمبر ۱۹۹۸ء

نام کتاب	_____	امام احمد رضا اور رویدعات و منکرات
تالیف	_____	یسین اختر مصباحی
تقریظ	_____	علامہ اختر رضا قادری
تقریب	_____	محمد احمد مصباحی
مؤید	_____	عبدالحکیم شرف قادری
ناشر	_____	فرید بک شال ۳۸- اردو بازار، لاہور
تعداد	_____	گیارہ سو
مطبع	_____	روی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
الطبع الاول	_____	مارچ ۲۰۰۰ء
ہدیہ	_____	۱- روپے

# شرفِ انتساب

## ہر بیانِ شرفیہ

① شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی متوفی ۱۳۵۵ھ

② صدہ الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی (مصنف بہار شریعت) م ۱۳۶۶ھ

③ محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی م ۱۳۸۳ھ

④ حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث مراد آبادی م ۱۳۹۶ھ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کے نام

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام  
وگر گشادہ جبینم گل بہار تو ام

عقیدت کیش! اختر مصباحی

۱۳۰۰/۱۲/۶ھ



# تہدیکہ

خلفاء حضرت فاضل بریلوی

① مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ آل الرحمن مصطفیٰ رضا قادری

② برہان المذہب حضرت مولانا شاہ عبدالباقی برہان الحق رضوی

③ شیخ الاسلام حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی

باب مجیدی۔ مدینہ منورہ

دامت برکاتہم القدسیہ

کے

خدمات عالیہ میں

لَا خِيْلَ عِنْدِي أَهْدِيْهَا وَلَا مَالٌ  
فَلْيُسْعِدِ النَّطْقُ إِن لَّمْ تَسْعِدِ الْعَالُ

نیازمند: اختر مصباحی

۱۳۰۰ / ۱۲ / ۴ھ



# فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۱	شریعت پر افتراء	۸	نگاہِ اولین
۲۱۳	پیمبری کا ظن و تخمین	۱۱	تقریظ علامہ اختصار رضا ازہری
۲۱۴	تحقیق صوم و صلوٰۃ	۱۲	تقدیم علامہ ارشد القادری
۲۱۵	متصوٰۃ	۳۸	تقدیم پروفیسر محمد مسعود احمد
۲۱۹	بے علم صوفی	۴۵	تقریب مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
۲۲۱	مبتدعین کی بیج بگنی	ذکر خدمات	
۲۲۱	بدعتی کی امامت		
۲۲۲	بے علم مفتی	۷۰	جامع کمالات شخصیت
۲۲۲	پیشہ ور جاہل مقررین	۱۰۶	شجرۃ طوبیٰ
۲۲۴	جاہل و فاسق میٹلا دخواں	۱۱۷	عشقِ رسول
۲۲۶	متفلسفہ	۱۲۵	نفسیہ شاعری
۲۲۸	موالات و معکالات	۱۴۶	نیابتِ غوثِ اوری
۲۳۹	کفار سے مشابہت	۱۵۱	عظمتِ کردار
۲۴۰	بد مذہبوں سے میل جول	۱۵۸	ایشیاد کا عظیم محقق
۲۴۲	میلہ ہنود میں شرکت	۱۷۵	سفرِ اختر
۲۴۳	حرمتِ حج کدہ تعلیمی	۱۸۴	وصایا شریف
۲۴۵	مسلمانوں کی ایذا رسانی	ردِ بدعات	
۲۴۵	فخرِ نسب کی رذالت		
۲۵۲	تعمد یہ داری	۲۰۴	شریعت و طہریت



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۱۴	سرخ قبری	۲۵۷	مراجم محترم
۳۱۵	طواف و پوسہ قبہ	۲۵۸	محاسن روافض
۳۱۶	پختہ قبہ	۲۵۹	حرمت مزامیر
۳۱۷	بلندی قبہ	۲۶۸	نشر و ہنگ و چرس
۳۱۷	قبر پر چراغ و دیوانہ و اگر تہی	۲۶۸	عورتوں کے لئے زیارت قبور
۳۱۹	قبرستان میں شیرنی کی تقسیم	۲۷۲	عورت اور پردہ
۳۱۹	تبرکات کا غلط انتساب	۲۸۳	اندھوں سے پردہ
۳۲۱	مردہ پر گریہ و زاری	۲۸۳	غیر محرم سے پردہ
۳۲۱	تعزیت بعد دفن	۲۸۴	پیر سے پردہ
۳۲۱	طعام میت	۲۸۴	ادبام باطلہ
۳۲۵	اہل میت کے گھر کھانا بھیجنا	۲۸۵	بے اصل روایات
۳۲۵	سوم، دم، جہلم کا کھانا اور ان کے مراجم	۲۹۶	داستان امیر حمزہ
۳۲۷	ایصال ثواب برائے کفار و مشرکین	۲۹۷	اجتہاد پر شران خوانی
۳۲۷	فاتحہ میں کھانا سونے رکھنا	۲۹۷	آیت کریمہ کو معکوس پڑھنا
۳۲۹	روزہ مشکل گشا	۲۹۸	اردو میں مناز
۳۲۹	دست غیب و کیمیا	۲۹۸	اردو میں خطبہ جمعہ
۳۳۰	جانور پالنا	۲۹۹	جمعہ کی اذان ثانی
۳۳۱	کنوڑ و شیر بازی	۳۰۴	صلعم، ع، رض، وغیرہ لکھنا
۳۳۲	شکار	۳۰۶	حرمت تصاویر
۳۳۲	ماش و شترج اور گنجد و چوسر	۳۱۲	تحفظ مقابر
۳۳۳	موجودہ طہریۃ کشتی	۳۱۳	قبر پر یا قبر کی طہر نماز پڑھنا



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۸۴	مراجعہ و کاغذ	۳۲۳	پتنگ بازی
۳۹۲	توصیف نامہ	۳۲۴	تباہی کا استعمال
حواشی		۳۲۵	مراہم شادی
		۳۲۸	جلسہ و جلوس میں عہد توں کی شرکت
۲۱۶	لنگوٹ بند فریقہ	۳۲۲	نکاح بیوگان
۲۲۲	جابل مقررہ	۳۲۴	اسراف و اضعاف مال
۲۵۱	چھوت چھات	۳۲۶	چوری کا مال
۲۵۱	تختہ سلطانی	۳۲۶	سوال و گداگری
۲۵۱	سلام	۳۲۹	مسجد میں سوال
۲۵۱	اپنے ہاتھ کا بوسہ	۳۲۹	ترک تدبیر و اعتماد تدبیر
۲۵۲	زمین کا بوسہ	۳۵۰	فال
۲۵۲	نعرہ داری	۳۵۱	دارحی کی معتمد
۲۵۸	جزع و فزع	۳۵۲	مرد کی انگوٹھی
۲۵۸	خیسرات لٹانا	۳۵۲	سجاء خضاب
۲۶۷	محفل قوالی	۳۵۵	زلف دراز
۲۹۸	قرآن مجید کا حجم	۳۵۷	سدا بہا گن
۳۳۱	گنجفہ و چوسر و شطرنج	۳۵۸	جوتا پین کرکھانا
۳۳۱	رقص و سرود	۳۵۸	کھڑے ہو کر پیشاب کرنا
۳۳۱	جانوروں کی بازی	۳۵۸	تو بچیں بڑھانا
۳۳۳	کشتی لڑانا	۳۵۹	امام ضامن باندھنا
۳۳۸	شادی کے یہودہ مراہم	۳۵۹	آحسری بندہ
۳۳۹	مساجد میں عورتوں کا داخلہ	۳۶۰	حالت نزع میں زن و شوہر کے معاملات
۳۴۳	غیر شرعی جہیز	۳۶۲	متفرقات
۳۵۰	نجوم و قمر در عقرب	اصحاب علم و ادب کے تاثرات	
۳۵۱	بہا سب ممنوع		
۳۶۰	دعوت میں شرکت	۳۸۱	صف در وصف شکن مجاہد
۳۶۱	شرابی و عقیقہ کا گوشت	۳۸۲	مسک جمہور کی تائید



# نگاہِ اولیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر کتاب میں ”ذکر خدمات“ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر امام احمد رضا فاضل بریلوی کے کارناموں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ امثال و شواہد کے ذریعہ آپ کی علمی شخصیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ موافق و مخالف ہر ایک کے نزدیک آپ کا علمی و فنی وقار مستحکم ہو جائے اور پُر آشوب دور میں مختلف محاذوں پر آپ کی مجاہدانہ زندگی کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پھر جائے۔

اسی طرح ”مہاذ بدعات“ کے عنوان سے حضرت فاضل بریلوی کی کتابوں سے ایسی عبارتیں پیش کر دی گئی ہیں جن سے محققین کے پروپیگنڈے اور بعض سیدھے سادے ناخواندہ سنی عوام کی غلط فہمی دونوں چیزیں انشائاً اللہ ایک ساتھ دم توڑ جائیں گی۔

مقصود اصلی صرف یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا صحیح مسلک واضح ہو جائے اور اپنے پیگمنے کسی کے لئے کوئی محل انکار باقی نہ رہ جائے اور ہر ایک کے نزدیک یہ مسائل بالکل عیاں ہو کر تسکین قلب کا سامان بن جائیں۔

اس دور کی خلعت میں ہر قلب پریشاں کو

وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرمادے

رب کریم کا بے پایاں شکر اور اس کا احسان عظیم ہے کہ یہ کام جو ۱۳۹۶ھ میں شروع ہوا اپنی تدریسی و دیگر مصروفیات کے باوجود آج پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اور آپ کی نگاہیں اس عبقری شخصیت کے مطالعے سے شاد کام ہو رہی ہیں۔ جس کی تعریف میں فضلاء و روزگارِ طب اللسان ہیں اور جس کے انوار و تجلیات سے مشرق و غرب میں اجالا پھیل رہا ہے۔

قارئین کرام مطالعہ کتاب کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ کتب و رسائل رضویہ کے اقتباس و تلخیص کو مقتبس یا تلخیص لکھ کر کے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ ”رد بدعات“ کے حصے میں سوالات

عام طور پر ملخص کر دئے گئے ہیں۔ اور جوابات میں بھی اختصار و اجمال کو مد نظر رکھا گیا ہے جن حضرات کو مزید تحقیق و تفصیل دیکار ہے وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کریں تاکہ اس مسئلہ کا ہر پہلو اُن کی نظر میں آجائے۔ حصہ رد بدعات میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا گیا تاکہ اصل کتاب اور قاری کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو اور براہ راست وہ خود اخذ نتائج کر سکیں۔ اسی طرح افادیت کے پیش نظر بہار شریعت کے بھی کچھ عام فہم مسائل حاشیہ پر کہیں کہیں بلا تبصرہ نقل کر دئے گئے ہیں۔



ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری خواہش اور درخواست پر ۱۹۶۸ء ہی میں ایک موقع اور پر مغز مقدمہ تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی اور زیر نظر کتاب کے مندرجات اور ان کے نتائج کی طرف بڑے دلکش اور علمی و ادبی پیرایہ بیان میں قارئین کی رہنمائی کی۔

الجمع الاسلامی مبارکپور کے ارکان اور اپنے مخلص احباب ① مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی ② مولانا افتخار احمد قادری مصباحی ③ مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی کے مفید مشوروں اور پر خلوص تعاون کا شکریہ ادا کئے بغیر میں اپنی بات ختم نہیں کر سکتا جو ہر قدم پر میرا رفیق اور ہمدم و دساز رہا۔ خصوصیت کے ساتھ صدیقی محترم مولانا محمد احمد صاحب اعظمی مصباحی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے پوری کتاب پر نظر اصلاح ڈالی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ نیزہ تقریب، لکھ کر راقم سطور پر کرم فرمایا۔

اور پھر نقل و تصحیح اور کتابت و طباعت کے دشوار گزار مراحل پر ہاتھ بٹانے والوں میں مولانا نصر اللہ صاحب بھیروی مصباحی و عزیزان مولوی عبدالغفار اعظمی مصباحی۔ مولوی احمد الاعظمی مصباحی۔ نیز مولوی غیاث الدین سیوانی مصباحی۔ مولوی فتح احمد بستوی مصباحی۔ مولوی علیم الدین اعظمی مصباحی متعلمین الجامعۃ الاسلامیہ مبارکپور کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے ذریعہ مجھے بڑی آسائیاں فراہم ہوئیں اور جلد تر یہ کتاب منظر عام پر لانے میں ان سے بہت مدد ملی۔

رب و تدبیر مسلمانانِ عالم کو اتباع شریعت، و جذبہ حفاظت دین و شعار اسلام اور عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال دولت سے سرفراز فرمائے۔ اسلاف کرام و علماء و بائنین



کے آفاقی فیوض و برکات سے ان کے قلوب و اذہان کی تطہیر فرمائے اور اس دورِ اخیر میں تقدیسِ رسات کے علمبردار علماء اہل سنت ہا مخصوص۔ علامہ فضل حق خیر آبادی م ۱۲۷۸ھ و علامہ فضل رسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ و سید آل رسول مارہروی م ۱۲۹۶ھ۔ شیخ الاسلام سید احمد زنی و حلان شافعی م ۱۲۹۹ھ مولانا عبد القادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی م ۱۳۴۰ھ۔ حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی م ۱۳۵۰ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر مدام لالہ و ریحان اور اپنی رحمت و غفران کی بارش برسائے اور ان علماء حق و مشائخ کرام کی روشن تعلیمات سے لوگوں کے سینوں کو آئینہ کی طرح بھلی و مصفیٰ بنائے۔ اور اس خدمت کے طفیل سبھی مخلصین و مجبین و عزیز طلبہ نیز راقم سطور کو اپنے حفظ و امان میں رکھ کر زیادہ سے زیادہ خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ جیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

## محمد نسیں اختر الالمی عظمیٰ

جُمُعۃ المبارکۃ ۷ ذوالحجۃ ۱۴۲۰ھ

مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۰ء

# تقریظ

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری

محله سوداگران۔ بریلی شریف

محبت گرامی حضرت مولانا نسیں اختر صاحب اعظمی  
زیدت مکارمکم۔ سلام مسنون!

طالب خیر مع الخیر ہے۔

فقیر نے آپ کی کتاب مستطاب "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" کا کہیں کہیں سے  
سرسری مطالعہ کیا۔ بفضلہ تعالیٰ کتاب خوب اور بہت خوب ہے۔

آپ نے اپنی اس تصنیف لطیف کے ذریعہ ایک عظیم علمی اور مذہبی خدمت انجام دی ہے اور وہ  
یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام ہمام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر ان کے  
مخالفین کا یہ الزام کہ ان سے بدعتوں کو نشر و غ ہوا، ایسا کافور فرمایا اور خود سیدنا اعلیٰ حضرت  
امام احمد رضا قدس سرہ کے کلمات طیبات سے ایسے دستاویزی ثبوت فراہم کئے کہ ہر محض الف  
منصف کا ضمیر پکار اٹھے گا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ان کے بدگو یوں کا الزام محض غلط ہے۔  
اور بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوگا سبحنک ما یكون لنا ان نتکلم بهذا ان هذا الا بهتان عظیم۔

مولائے کریم آپ کی اس کتاب کو شرف قبول سے نوازے۔ اور آپ کو برکات دارین سے  
بہرہ مند اور مدارج عالیہ پر فائز فرمائے۔

والسلام۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

۴ رجب ۱۴۰۵ھ

marfat.com

Marfat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تفکر و تدبیر

## کتاب اور مصنف کا تعارف

از: رئیس التخریر علامہ ارشد القادری مصباحی

۱۹۸۵ء میں ٹیک اس وقت جب میں دہلی سے ہالینڈ کے سفر پر روانہ ہونے کے لئے بالکل پایہ رکاب تھا۔ حضرت مولانا محمد رفیع اختر مصباحی نے اپنی گراں پایہ تصنیف ”امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات“ کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمایا اور خواہش ظاہر کی کہ نئے ایڈیشن کے لئے کتاب سے متعلق میں اپنے تاثرات قلم بند کر کے موصوف کے حوالہ کر دوں۔ لیکن کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی اور تحقیقی نقطہ نظر سے بھی اتنی وقیع اور فقیہ المثل تھی کہ ورق دو ورق میں تبصیر کا حق نہیں ادا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کے حکم کی تعمیل سے کامل طور پر عہدہ برآ ہونے کے لئے میں نے کتاب اپنے ساتھ رکھ لی۔

چوں کہ میں چند ہی ماہ کے لئے وہاں ایک تعلیمی مشن پر گیا تھا اس لئے دوسرے ہی دن سے جامعہ مدینۃ الاسلام کے نام سے یورپ میں ایک بلند پایہ اسلامی درس گاہ کے قیام کے لئے میری جدوجہد شروع ہو گئی۔ اسی درمیان ورلڈ اسلامک مسشن کے وفد کے ساتھ تہران، بغداد مقدسہ، شرق اردن اور سعودی عرب کلبے کئی بار سفر کرنا پڑا۔ انہیں مصروفیات کے باعث امروز و فردا پر بات ملتی رہی یہاں تک کہ جامعہ کے منصوبے کو اس کے جملہ لوازم کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچا کر میں نو دس مہینے میں ہندوستان لوٹ آیا۔

یہاں بھی ملک گیر چیمائز پر جماعت اہل سنت کی مذہبی تنظیمی، تعلیمی اور تبلیغی ضروریات نے موقع

نہیں دیا کر میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا۔ یہاں تک کہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی منظر عام پر آ گیا۔ اب جب کہ چوتھا ایڈیشن چھپنے جا رہا ہے میں طے کر کے بیٹھا ہوں کہ چاہے کیسی ہی مصروفیت سامنے آئے میں کتاب پر اپنا تبصرہ مکمل کر کے ہی دم لوں گا۔

قبل اس کے کہ کتاب کے مشتملات پر میں اپنے تاثرات سے قارئین کرام کو باخبر کروں، کتاب کے مصنف اور ان کے علمی و تبلیغی مشن کے متعلق کچھ کہنا اپنا اخلاقی و شرعی سمجھتا ہوں۔ اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا محمد نسیب اختر مصباحی ہماری جماعت کی مذہبی، علمی اور تبلیغی تاریخ کے لئے ایک نئے عہد کا آغاز ہیں۔ مختلف موضوعات پر کتابوں کی تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے ”المجمع الاسلامی“ کے نام سے پُر خلوص رفاقت کی بنیاد پر اجتماعی کام کی ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ جن رفقاء کے علمی و فکری اور اخلاقی اشتراک و تعاون سے آج یہ ادارہ ملت کے کروڑوں افراد کا مرکز امید بن گیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد نسیب اختر مصباحی

۲۔ حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی

۳۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

۴۔ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

حسن اتفاق دیکھئے کہ یہ چاروں ارکان الجامعۃ الاسلامیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کے فاضل اور استاذ العلماء حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی آغوش تربیت کے پروردہ ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے آج سے دس بارہ سال پیشتر الجامعۃ الاسلامیہ مبارک پور میں ”المجمع الاسلامی“ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے لئے رفاقت کی شرطیں اتنی مشکل اور سخت تھیں کہ اب تک رفقاء کی تعداد چار سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ عصر حاضر میں دینی رفاقت کی یہ حیرت انگیز مثال ہوگی کہ

۱۔ الجامعۃ الاسلامیہ مبارک پور کے ارکان اربعہ اس کے بانی ارکان ہیں۔ اور انہیں کے باہمی اشتراک و تعاون اور سنی پیغمبر کے ذریعہ سے شروع و استیقام حاصل ہوا۔

اختر مصباحی

marfat.com

Marfat.com

چاروں ارکان کے درمیان علم و فضل، دیانت و تقویٰ، خلوص و لٹہیت، اور طبیعت و مزاج کے اعتبار سے اتنی زبردست ہم آہنگی ہے کہ یوم تاسیس سے لے کر آج تک دس بارہ سال کی طویل مدت میں باہمی تکرار کا چھوٹے سا چھوٹا واقعہ بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔

ہندوپاک میں اشتراک عمل کی بنیاد پر دینی و علمی اداروں کی کمی نہیں ہے لیکن "الجمع الاسلامی" بلاشبہ اپنی ان خصوصیات کے لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے کہ

(۱) ادارہ کا ہر رفیق عربی اور اردو ادب پر یکساں اور بھرپور قدرت رکھتا ہے۔ اور تصنیف و تالیف فکری، علمی، اور تحقیقی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔

(۲) "الجمع الاسلامی" کے طباعتی اور اشاعتی مشن کو چلانے کے لئے آج تک اس کے ارکان نے نہ عام چندہ کیا اور نہ اس کے لئے کوئی اپیل شائع کی۔ جہاں تک میسر علم میں ہے ہر رکن نے اول یوم سے اپنے اپنے حصے کی جو رقم جمع کی تھی اسی سے طباعت و اشاعت کا کام شروع کیا گیا اور ارکان ادارہ منافع کی رقوم اپنے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے اس کی توسیع پر صرف کرتے رہے۔

(۳) ادارے کا ہر پروگرام منصوبہ بندی کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ اور وہ دو شعبوں پر مشتمل ہے۔ پہلا شعبہ "الجمع الاسلامی" کے رفقاء کی خود اپنی تصنیف کردہ کتابوں کی طباعت و اشاعت کا ہے جب کہ دوسرا شعبہ باہر کے مصنفین کی کتابوں کی طباعت و اشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ تراجم کا کام بھی پہلے ہی شعبہ کے ذیل میں آتا ہے۔ دونوں شعبوں کی مطبوعات کی تعداد تقریباً پچاس تک سیرینجی ہے۔

(۴) عام طور پر ادارہ کے رفقاء اپنے اپنے مقرر کردہ موضوعات پر تصنیف و تالیف کا کام تھا انجام دیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی اہم نادر و ضخیم اور غیر مطبوع کتاب کی طباعت کا مرحلہ پیش آجائے تو اس کی ترتیب و تہذیب اور تبویب و تقدیم کا کام مشترک طور پر انجام دیتے ہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا حاشیہ "جذہ المختار" نامی کتاب کا مسودہ اسی طریقہ کار کے مطابق زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

(۵) نئی کتابوں کی تصنیف کے لئے "الجمع الاسلامی" کے ارکان موضوعات کے انتخاب میں مندرجہ ذیل خصوصیات کو سامنے رکھتے ہیں۔

(الف) علم و فکر یا دینی عقیدہ و تاریخ کا کوئی نیا گوشہ قارئین کے سامنے آئے۔



(ب) اپنی افادیت کے اعتبار سے اہل اسلام کی اجتماعی زندگی کو تقویت پہنچاتا ہو۔  
(ج) ماضی کی عہد آفریں شخصیتوں کے ان علمی و دینی کارناموں سے دنیا کو باخبر کیا جائے جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

المجمع الاسلامی اور اس کے ارکان کے احوال و خصائص پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنے کے بعد اب اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا نائیں اختر مصباحی کی علمی و فکری اور ادبی و ادارتی صلاحیتوں سے قارئین کرام کو روشناس کرانا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا موصوف اردو اور جدید عربی پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اردو تو ان کی مادری زبان ہے، لیکن عہد طالب علمی ہی سے عربی ادب کے ساتھ جو ان کا شغف رہا ہے اس نے رفتہ رفتہ انہیں عربی زبان کا بہترین ادیب بنادیا۔ اس کے علاوہ انہیں سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں بھی تقریباً ڈھائی سال تک رہنے کا موقع ملا۔ جہاں انہوں نے جدید عربی ادب کا گہرا مطالعہ کیا۔ اور شب و روز کی محنت و مشاقہ سے اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اب وہ اہل زبان کی طرح جدید عربی میں تحریر و تفسیر کی بے محابا قدرت رکھتے ہیں۔

ان کے مبلغ علم کے بارے میں اتنا بتادینا کافی ہے کہ ہندوستان کی بین الاقوامی درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ مبارک پور میں شعبہ عربی کے استاذ کی حیثیت سے انہوں نے آٹھ دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دئے ہیں۔ اسی دوران انہوں نے عربی ادب میں ایک نہایت وسیع کتاب تصنیف و ترمیمی جو "المدیج النبوی" کے نام سے حلقہ اہل علم میں متعارف ہے اور ہند و پاک کی معیاری درس گاہوں میں داخل نصاب بھی ہے۔

ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اشرفیہ کے زمانہ تدریس میں طلبہ کے اندر تحریری ذوق کی بیداری اور ان کی فکری رہنمائی کا جو عظیم الشان کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے اس کے اثرات آج پورے ملک میں محسوس کئے جا رہے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کی نئی نسل کے درمیان تصنیف و تالیف کا رجحان تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

عربی علوم و فنون میں گہرے رسوخ کے ساتھ ساتھ وہ بالغ نظر مفکر اور بلند پایہ محقق کی حیثیت سے

بھی اپنے اقران میں امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں۔ اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ ایک شہسود آفاق مصنف کی حیثیت سے وہ دنیا کے بیشتر حصوں میں جلنے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اخلاقی محاسن کے اعتبار سے بھی وہ ایک پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ علم و فضل کے ساتھ ساتھ دیانت و تقویٰ کی نعمت سے بھی وہ آراستہ ہیں۔ اور بلاشبہ یہ ثمرہ ہے حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فیضانِ صحبت کا جس نے انہیں پیکرِ محاسن و جامع کمالات بنا دیا۔ اوقات کا تحفظ اور زندگی میں نظم و ضبط ان کی قابل تقلید خصوصیات سے ہیں۔ قلمی کام کرتے کرتے تنہائی کے وہ اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ ہجوم سے انہیں وحشت ہونے لگتی ہے۔ کام زیادہ باتیں کم، کے اصول پر وہ سختی سے عمل پیرا ہیں۔ موصوف کی گفتگو میں جذبات کا عنصر کم اور معقولیت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانشوروں کے حلقے میں ان کا اثر و نفوذ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

اور ان کا وہ ہنر جس نے اہل علم و ادب سے ان کی شخصیت کا لوہا منوایا ہے، وہ ان کی سحرانگیز اور دلربا طرزِ تحریر ہے۔ جو عام فہم، سادہ اور سلیس ہونے کے باوجود اتنی پرکشش، اتنی خوبصورت اور اس درجہ ادبی محاسن سے آراستہ ہے کہ پڑھنے تو پڑھتے رہتے۔ زبان کے رخ سے ان کی تحریر میں جو خوبیاں ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں۔ قوتِ استدلال، بلندیِ فکر اور مواد کے اعتبار سے بھی ان کا قلم اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

اب تقریباً تین سال سے انہوں نے دلی کو اپنا مرکزِ قیام بنایا ہے۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ وہ الجمع الاسلامی کو بین الاقوامی سطح کے علمی اور لٹریچر ادوارے میں تبدیل کرنے کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

موصوف میں تنظیمی صلاحیتوں کا جوہر بھی بدرجہ اتم موجود ہے اور اس کا تجزیہ ہم نے اس وقت کیا جب کل ہند مسلم پرسنل لار کانفرنس کا مرکزی دفتر دہلی میں منتقل کر کے نائب صدر کی حیثیت سے انہیں مرکز کا انچارج بھی بنا دیا گیا۔ موصوف نے جس ذہانت و تدبیر اور ہوش و گوش کے ساتھ مرکزی ذمہ داریوں کو سنبھالا اس کا اعتراف کانفرنس کے سارے قائدین کو ہے۔ دہلی میں بیٹھ کر ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی علاقائی اور صوبائی شاخوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا اور انہیں صحیح رخ پر چلانا آسان کام نہیں تھا۔ شریعت کے تحفظ کے لئے تیرہ مہینے تک ملک کے طول و عرض میں جو آئینی

۱۷  
اور جمہوری جنگ لڑائی گئی اس طویل مدت میں مولانا موصوف کی اس خوبی کو قدم قدم پر ہم نے محسوس کیا کہ معاملت میں ان کی رائے نہایت متوازن، معقول، اور خوش انجام ہوتی ہے۔ اس کا بھی اندازہ ہوا کہ دلیل سے اگر ثابت کر دیا جائے کہ کسی مسئلے میں ان کا موقف صحیح نہیں ہے تو اپنی بات واپس لیتے ہیں وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرتے۔

ورلڈ اسلامک مشن کے ایک مقرر وفد نے جمعیت الدعوة الاسلامیۃ العالمیۃ کی دعوت پر اس کی تیسری بین الاقوامی اسلامی کانفرنس (منعقدہ ۵ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء) طرابلس، لیبیا) میں شرکت کی۔ دہلی سے لندن اور وہاں سے طرابلس پہنچ کر وفد نے کانفرنس کی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اور لندن ہوتے ہوئے ہماری واپسی ہوئی۔ لیبیا اور برطانیہ میں تین ہفتہ تک مولانا موصوف اور راقم سطور کا ساتھ رہا۔ اس سفر میں بہت قریب سے ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا موقع ملا متعدد وفود و شخصیات سے ملاقات، بین الاقوامی مسائل پر گفتگو، اور دعوت و تبلیغ اسلام کے لئے نئی نئی راہیں نکالنے کے لئے ان کا ذہن جس تیزی و روانی اور وسعت و جامعیت کے ساتھ کام کرتا رہا اس کا اعتراف سارے شرکار وفد نے کیا۔ اور تحسین و آفرین کی نظروں سے دیکھا۔

ایشیا میں "رضویات" پر تحقیقی کام کرنے والا سب سے قدیم ادارہ پاکستان میں ہے جو "مرکزی مجلس رضاء" کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ ادارہ کے بانیوں میں نقیب اہل سنت حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا نام نامی سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ موصوف نے ادارہ کے ذریعہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عمق پر شخصیت، ان کے علمی کمالات، ان کی تصنیفی خدمات، ان کے زہد و تقویٰ، ان کے مقام عشق و عرفان، اور ان کے تجدیدی کارناموں سے دنیا کے بہت بڑے حصے کو روشناس کرایا۔ پاکستان کی جن علمی شخصیتوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس علمی مشن کو آسمان ہنتم پر پہنچا دیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱) ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی۔

۲) حضرت مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی۔

۳) حضرت مولانا عبد الستار خاں نیازی۔



۴) حضرت مولانا شمس بریلوی۔

۵) حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔

۶) حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری۔

۷) حضرت مولانا سید نور محمد قادری۔

۸) حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری۔ وغیرہم۔

خدا کا شکر ہے کہ اس میدان میں ہندوستان بھی پیچھے نہیں رہا۔ یہاں بھی اہل سنت کے متعدد بزرگوں نے انفرادی حیثیت سے رضویات پر جو موقع لٹریچر تیار کیا ہے اسے دنیا کے بے شمار اہل قلم مآخذ کی حیثیت سے استعمال کر رہے ہیں۔ اپنی معلومات کے مطابق رضویات پر ہندوستان میں اب تک جو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

۱) حیات اعلیٰ حضرت ————— ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ اس کتاب کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی ہے۔ باقی تین جلدوں کے مسودات حضرت ملک العلماء کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بیان کے مطابق مولانا محمود احمد رفعتی (مولف - تذکرہ علمائے اہل سنت) کے پاس محفوظ ہیں۔ بار بار کے تقاضہ کے باوجود نہ انہوں نے خود ان کی اشاعت کی اور نہ انہیں واپس کیا۔ ان تین جلدوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علوم و معارف اور ان کی پُر نور حیات کے کیسے کیسے جواہرات اور نعل و گہر بکھرے ہوئے ہیں اس کا اندازہ تو ان مسودات کے منظر شہود پر آنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔ خدا کرے مشتاق آنکھوں کو بامراد ہونے کا موقع جلد ہی میسر آئے۔

۲) سوانح اعلیٰ حضرت : ————— حضرت مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی

۳) مجتہد اسلام : ————— حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی

۴) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں : ————— حضرت مولانا محمد نسیں اختر مصباحی

۵) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات : ————— " " " " " "

۶) امام شعر و ادب : ————— حضرت مولانا وارث جمال بستوی

۷) ارشادات اعلیٰ حضرت : ————— حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

- ۸) اکرام امام احمد رضا: — حضرت مولانا مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ۹) سیرت اعلیٰ حضرت: — حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰) بریلوی! عصر حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان: — ارشد القادری
- ۱۱) ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا مجدد نمبر
- ۱۲) ماہنامہ تجلیات ناگپور کا اعلیٰ حضرت نمبر
- ۱۳) ماہنامہ المیزان ممبئی کا امام احمد رضا نمبر

یہ ہے اجمالی خاکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیات طیبہ اور ان کے علمی و دینی کارناموں پر انفرادی طور سے کام کرنے والے حضرات کا۔ لیکن جب سے ”الجمع الاسلامی“ کا قیام عمل میں آیا ہے رضویات پر کام کرنے کا سلسلہ اجتماعی شکل میں آگے بڑھ رہا ہے۔ اب تک مندرجہ ذیل کتابیں الجمع الاسلامی کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔

- ۱) امام احمد رضا اباب علم و دانش کی نظر میں: — حضرت مولانا نائس اختر مصباحی
- ۲) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات: — ” ” ” ”
- ۳) الفضل الموعظی (تدبیر): — حضرت مولانا افتخار احمد قادری
- ۴) امام اہل سنت: — پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی
- ۵) احوال: — ” ” ” ”
- ۶) گناہ بے گناہی: — ” ” ” ”
- ۷) ارشادات اعلیٰ حضرت: — حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی
- ۸) تصنیفات امام احمد رضا (زیر طبع): — ” ” ” ”
- ۹) کلام رضا: — نظر لدھیانوی
- ۱۰) عرفان رضا: — ڈاکٹر الہی بخش اعوان

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مقدس شخصیت کے ساتھ ارکان الجمع الاسلامی کی جو فکری اور جذباتی وابستگی اور لگن میں دیکھ رہے ہیں اس کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس

راہ میں ان کی پیش قدمی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جب الجمع الاسلامی رضویات پر تحقیقی کام کرنے کا بین الاقوامی ادارہ بن جائے گا۔ خدائے قدیر پر وہ غیب سے ہماری اس آرزو کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے۔ آمین۔

## اصل کتاب پر تبصرہ

نعار فی بہتید کے بعد اب ہم ”امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات“ کے مشتملات پر اپنے تبصرہ کا آغاز کرتے ہیں۔

حضرت مصنف نے اپنی کتاب کے مباحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت سے بحث کی ہے جب کہ دوسرے حصہ کا تعلق ان کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں سے ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے جو عنوانات قائم کئے ہیں ان سے مصنف کی تحقیقی صلاحیت، کمال جستجو اور دوست مطالعہ پر پھر پور روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں عنوانات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

### شجرۂ طوبی (۱)

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے تفسیر، حدیث اور سلاسل طریقت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ان سندوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے جو ان کا علمی رشتہ ماضی کے ائمہ علم و فن سے جوڑتی ہوئی اعلم الاولین والآخرین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات تک پہنچاتی ہیں۔ ان مقدس اسناد کے ذریعہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ثقاہت اور ان کے علم و فضل کی جلالت شان آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔

### تفسیر و ترجمہ و تہران (۲)

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے علوم قرآن، تاویل آیات، اور تفسیرات سلف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

کے ساتھ ترجمان کے استحضار و تفکر اور مفاریم قرآنی کی تعبیر پر ان کی عظیم قدرت و مہارت کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن حکیم کے دوسرے اردو تراجم کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن) کا موازنہ کرتے ہوئے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے قرآن کا صرف ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اردو زبان میں قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کے خصائص و امتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی خداداد قرآن فہمی کی صلاحیتوں پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ مصنف کتاب تحریر فرماتے ہیں۔  
حضرت فاضل بریلوی کے پھنے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت و دیوت کی گئی تھی۔ اور تفاسیر معبرہ راجحہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ جب بھی وہ کسی مسئلے کی تحقیق کے لئے قلم اٹھاتے تو عموماً سب سے پہلے ام الکتاب ہی کے دریائے حکمت سے اکتساب فیض کرتے اور اسی کے سایہ رحمت میں علم و فضل اور تلاش و جستجو کا سفر شروع کر دیتے۔ جس کی محسوس برکتیں یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے یقین و وجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے میں لغزش کھائی ہو ۷

### محدثانہ مقام (۳)

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے حدیث کے جملہ علوم و فنون میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مہارت و عزائم اور ان کے محدثانہ عجائب و کمالات کو جس محققانہ پیرایہ میں بیان کیا ہے یہ انہیں کا حقد ہے۔ ان کی یہ بحث ۶۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر علم و تحقیق کے ایسے ایسے نادر جواہرات انہوں نے بکھیرے ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ علوم حدیث میں اعلیٰ حضرت کی مجتہدانہ بصیرت اور فنی مہارت کے شواہد کو انہوں نے آپ کی جن تصنیفات سے اخذ کیا ہے ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

① حاجز البحرین الواقی عن جمع فصلانین ۔

② منبر العینین فی حکم تقبیل الایہامین ۔

③ الفضل الموصی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی ۔

مثال کے طور پر علم حدیث کے دقائق و غوامض اور حقائق و رموز پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی



کو کتنی دسترس حاصل ہے اس کا ایک نمونہ مصنف نے اپنی کتاب میں حجاز البحرین سے نقل کیا ہے۔  
 اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ کسی حدیث کے راویوں میں خالد نام کے کوئی راوی تھے ان کے  
 بارے میں غیر مقلدین حضرات نے اعتراض کیا کہ وہ رافضی ہیں اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ اس پر  
 اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جو نقد و جرح فرمائی وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔  
 ”خالد کا نام دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ یہ خالد بن مخلد رافضی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ مجرد نام پر  
 بے ذکر ممیز ائمہ محدثین کس حالت میں اکتفا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام میں عبداللہ نام کے بکثرت ہیں خصوصاً  
 عبادلہ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبداللہ کہے تو عبداللہ بن  
 عمر بن عاص مفہوم ہوں گے اور کوئی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر روایت مابعد  
 میں تو عبداللہ صد ہا ہیں مگر جب سُوید کہیں عبداللہ تو صرف ابن المبارک مراد ہوں گے۔ محمد بن کا شمار  
 کون کر سکتا ہے مگر جب بُندار عن محمد عن شعبہ کہیں تو بندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا۔“  
 ملاحظہ فرمائیں۔ علم حدیث کے یہ وہ رموز ہیں جو فن میں تبحر کے بعد ہی کسی کو حاصل ہو سکتے  
 ہیں۔ فن حدیث میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جامعیت و عزارت پر مصنف کا ایک اقتباس اور  
 نذیر قارئین کرنا چاہتا ہوں جسے انہوں نے منیر العینین سے اخذ کیا ہے۔ کسی حدیث کو موضوع کب کہا  
 جائے گا اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک ضابطہ تخریج فرمایا ہے جو لوح ذہن پر نقش کرنے کے  
 قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

”ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون ① قرآن حکیم ② یا سنت  
 متواترہ ③ یا اجماع قطعی الدلالتہ ④ یا عقل صریح ⑤ یا حس صحیح ⑥ یا تاریخ یقینی کے ایسا  
 مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے ⑦ یا معنی شیعہ و قبیح ہوں جن کا صدور حضور انور صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے معقول نہ ہو ⑧ یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک  
 دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستند الی اللہ دے ⑨ یا خبر کسی ایسے  
 امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں  
 پتہ نہیں ⑩ یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و  
 تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغہ ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے ⑪ یا یوں حکم

وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہ الفاظ حضور اقصیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو ① یا ناقل غالی رافضی یا ناصبی ہو کہ نواصب نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی حدیثیں اور روافض نے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم میں تین لاکھ حدیثیں گراہیں ② یا قرآن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ اس نے طمع یا غضب وغیرہما کے باعث حدیث گراہی ③ یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کرنے پر بھی اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی یاقوت صدہا ساں سے معدوم ④ یا راوی خود افتراء وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً کنائیۃً۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو علم حدیث میں کتنا درک تھا اور کتنی احادیث انہیں مستحضر تھیں، اس کے ثبوت میں کتاب کے مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیفات سے صرف ایک ایک موضوع پر احادیث کے جواہر و شمار پیش کئے ہیں وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

① "الزبدۃ الزکیۃ لتحريم سجود التحية" میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔

② "رد القطع والوباء بدعوة الجيران ومواساة الفقراء" میں ساٹھ احادیث صحیحہ سے صدقہ دینے کی فضیلت، صلہ رحمی کے فوائد، اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی دنیوی و اخروی برکتوں کی تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔

③ "الامن والعالیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" میں تین سو احادیث کریمہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات و احقاق فرمایا ہے۔

④ "سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید" میں اڑتیس حدیثوں سے نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

⑤ "جزاء الله عدوه بابائہ ختم النبوة" میں ایک سو تیس احادیث طیبہ سے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔

⑥ "تجلیٰ الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں پوچھائی سو احادیث کریمہ سے سارے انبیاء

و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر سرکار مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ اور فضیلت کبریٰ کا اثبات فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی محدثانہ جلالت شان پر دلائل و شواہد کے انبار جمع کر دینے کے بعد فاضل مصنف نے آپ کی حدیث دانی کے سلسلے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے متعصب قلم پر جس خوبصورت پیرائے میں طنز فرمایا ہے وہ موصوف ہی کا حصہ ہے۔ پڑھئے اور سرد مٹھئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

”اب آپ ان روشن خیالوں اور نام نہاد صلح پسندوں کے حاکمانہ فیصلوں کا جائزہ لیجئے کہ حضرت فاضل بریلوی کے سامنے جن کی حدیث دانی کی دھجیاں بھرتی نظر آ رہی ہیں ان کے بارے میں تو یہ خوش فہمی ہے۔“ انتہت الیہ رئاسة الحدیث فی عصرہ۔۔۔۔۔ اور جن کی نظر احادیث و رجال پر حاوی۔ جن کا استحضار بے مثال، جن کی دقت نظر عدیم النظیر، جن کی ایجادات سرمایہ علم و فن، ان کے بارے میں یہ جابرانہ فیصلہ۔“ قلیل ابضاعۃ فی الحدیث“ (نزہۃ الخواطر)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تاریخ نویسی و تاریخ نگاری نہیں کی ہے بلکہ تعصب کی دبیز عینک لگا کر صرف تاریخ گری اور حقائق کی پامالی کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔

حضرت فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے محدثانہ مقام پر نادر و بیش بہا معلومات کے اتنے ذخائر جمع کر دئے ہیں کہ ان مبارک و مسعود آنکھوں کو چوم لینے کو جی چاہتا ہے جنہوں نے ہزاروں اوراق کا سفر کر کے ہمارے لئے سرمایہ افتخار جمع کر دیا ہے۔

## فقہی بصیرت (۴)

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فقہی سلسلہ سند نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو مفتی احتاف مکہ مکرمہ حضرت شیخ عبد الرحمن سراجی شریع ہو کر سات واسطوں سے ہوتا ہوا شیخ احمد بن یونس شلبی تک پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے سولہ واسطوں سے امام اعظم ابو حنیفہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے تین واسطوں سے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پھر ان کے واسطہ سے شارع اسلام حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر منبہتی ہوتا ہے۔ اس طرح ستائیس واسطوں سے اعلیٰ حضرت کی فقہی سند



صاحب شریعت رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے ایک فقیہ کے لئے کتنے علوم و فنون میں مہارت کی ضرورت ہے اس موضوع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایسی جامع و نادر تحسیر کا اقتباس نقل کیا ہے جسے ہم ایک فقیہ کے لئے رہنما اصول سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کمالات، مجتہدانہ تحقیقات، اور علوم فقہ میں ان کے حیرت انگیز رسوخ و تبحر کے بارے میں حضرت مصنف نے تصنیفات اعلیٰ حضرت سے اتنے شواہد و جزئیات جمع کر دیے ہیں کہ فاضل مصنف کے کمال جستجو اور وسعت مطالعہ پر ایک قاری حیران رہ جاتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کتاب کے ایک مقام سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو ایک فقیہ کے لئے رہنما اصول کی حیثیت سے حرز جاں بنانے کے قابل ہے۔

فقاہت کیا ہے اور تفقہ فی الدین کب حاصل ہوتا ہے اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقم طراز ہیں۔

”فقیہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر عربی ہر ہندی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔

بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، وضوابط محررہ، وجوہ تکلم، و طرق تفہیم، و نتیج مناسط، و لحاظ انضباط، و مواضع تیسر و احتیاط، و تجنب تغریط و افراط، و فرق روایات ظاہرہ و نادرہ، و تمیز درایات قائمہ و ظاہرہ، و منطوق و مفہوم صریح و محتمل، و قول بعض و مجہور، و مرسل و معطل، و وزن الفاظ مفتین، و تشریحات ناقصین، و عرف عام و خاص، و عادات بلاد و اشخاص، و حال زمان و مکان، و احوال رعایا و سلطان، و حفظ مصالح دین، و دفع مفاسد مفسدین، و علم وجوہ تخریج، و اسباب ترجیح، و مناسج توفیق، و مدارک تطبیق، و مساک تخصیص، و مناسک تقیید، و مشارع قیود، و شوارع مقصود، و جمع کلام، و نقد مرام و فہم مراد کا نام ہے۔“

اور خود اعلیٰ حضرت کے کمال تفقہ اور ان کی مجتہدانہ جلالت کا نقطہ عروج دیکھنا ہو تو اس عنوان کے مشتملات کا وہ حصہ پڑھئے جہاں اعلیٰ حضرت نے اعظم رجال فقہ کے نام تمام مباحث فقہیہ میں گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔ یا ان کے تسامحات پر نطفل کے پیرائے میں اپنے معروضات پیش کئے ہیں۔



اس سلسلے میں فتاویٰ رضویہ کی جو جلد بھی اٹھائیے مسائل پر بحث کے دوران قال کے بعد اعلیٰ حضرت کا اقوال آپ کو ایک ایسے ساحل پر کھڑا کر دے گا جہاں سے علم و تحقیق کا نہر اُتتا ہوا سمندر دور دور تک نظر آئے گا۔

فاضل مصنف نے اس عنوان کے ذیل میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فنی رسوم و عذارت اور فقیہی تقط و استحضا کے ایسے ایسے مواد جمع کر دئے ہیں کہ بڑے بڑے قد آور معاصرین ان کے مقابلے میں ہر گاہ کے برابر نظر آنے لگتے ہیں۔

## نعتیہ شاعری (۵)

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر بحث کرتے ہوئے عشق و ایمان کی ایسی جوت جگائی ہے کہ ورق لٹنے ہی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم مدینہ امینہ کی پُر نور فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں۔ ہر گلی معطر ہے۔ ہر طرف رحمتوں کی بارش ہے۔ ہر قدم جنت کی دلیلیں پر ہے۔ اور ہر آنکھ عالم قدس کے جلوؤں میں نہا رہی ہے۔

منظر کی تبدیلی کا یہ کمال فارمین کو حیران و ششدر بنادیتا ہے کہ ورق ورق پر جس کے علم و ادراک جس کی عقل و فکر اور جس کی حکمت و دانائی کے آگے ساری دنیا کو سرنگوں دیکھتے آئے اب اسی تاجدار علم و فضل کو ایک عاشق و لیگر کے پیکر میں اپنے محبوب کی چمکٹ پر گریہ و زاری کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ تھک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ علم کی جلالت شان اور عشق کی در یوزہ گری دونوں کو ایک سنگم پر دیکھنا ہو تو فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش دونوں کو ایک ساتھ پڑھئے۔ اور یہی انداز یہاں فاضل مصنف نے اختیار کیا ہے۔

دارالافتاء سے نغموں کی آواز کا رشتہ سمجھنا ہو تو صاحب شریعت کے قدموں کے نیچے دل بچھا کر دیکھئے۔ اور جبہ و دستار کا تقدس محبت کی والہانہ وارفتگی میں کس طرح بھیگتا ہے۔ اس کا اندازہ لگانا ہو تو مصطفیٰ جانِ رحمت کے جلوؤں میں نہا کر دیکھئے۔ علم شریعت کے بغیر عشق جنون محض ہے اور علم کی انجمن میں عشق رسول کی شمع فردزاں نہ ہو تو اسی علم کا نام حجاب اکبر ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں علم اور عشق کا توازن حیرت انگیز بھی ہے اور قابل دید بھی۔ محبت کی بے خودی میں بھی ان کا تعلق ان کی فکر پر چھایا رہتا ہے۔ اور ان کے کلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ

ایک ایک شعر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جانے کے باوجود شعریت کا رنگ و آہنگ اور تعزل کا بانچن کسی گوشے سے مجسود نہیں ہوتا۔ اس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حدائق بخشش کے ذریعہ صرف قارئین ہی کو مومن نہیں بنایا بلکہ اردو ادب کو بھی مومن بنا دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا ایک رخ جس پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ ہے کہ انہوں نے کوئی نعت اس لئے نہیں لکھی کہ اسے کسی مشاعرے میں پڑھ کر سننے والوں سے داد وصول کریں۔ اگر یہ امر واقعہ ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ حسن چاہے کلام میں ہو یا چہرے میں وہ فطری طور پر اپنی نمائش چاہتا ہے۔ اگر انہیں اپنا کلام اصحاب ذوق کے سامنے پیش نہیں کرنا تھا تو پھر بتایا جائے کہ اس کے وجود میں آنے کا داعیہ کیا تھا؟

میں عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یہی خصوصیت انہیں ان پیشہ ور شاعروں سے ممتاز کرتی ہے جو صرف اپنے فن کی نمائش کے لئے ایک خیالی محبوب کو اپنا مرکز فکر بنا کر اشعار کہتے ہیں۔ وہ اپنے مصنوعی واردات دوسروں کو سنانے کے لئے موزوں نہ کریں تو پھر بتایا جائے کہ ان کی طبع آزمائی کا دوسرا مصروف ہی کیا ہے؟

لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کے یہاں واردات کا محور کوئی فرضی محبوب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا حقیقی محبوب ہے جو ان کی رگ جاں سے بھی فریب ہے اور جو سمجھ بھی ہے اور بصیر بھی۔ جسے اپنا نغمہ محبت اور نالہ دل خود محبوب ہی کو سنانا ہوا ہے کیا ضرورت ہے کہ وہ دوسروں کو سنانے کے لئے طبع آزمائی کرے۔

اب رہ گیا سوال داد و تحسین کا تو جب کسی غیر کی تعریف پر مشاعرے کے سامعین داد دینے میں بخل نہیں کرتے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حقیقی مدد و جہ سے اپنے مداحوں کو ہمیشہ خلعت شامانہ سے نوازا ہے وہ حدائق بخشش کو بھی اگر اپنی بخشش و عنایات سے نہال کر دے تو مقام حیرت کیا ہے؟ پھر سوال اٹھتا ہے کہ اگر درمیان میں مدینہ سے چلنے والی نسیم محبت کا ہاتھ نہیں تو بتایا جائے کہ آج ہندو پاک سے لے کر زمین کے کناروں تک ہر صبح الاعتقاد مسلم آبادی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ نغموں کو کس نے پہنچا دیا ہے؟

”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اگر بارگاہ رسالت سے خلعت قبول حاصل نہیں کر چکا

ہے تو ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ہر کشور میں یہ ترانہ محبت کس کے کرم سے گونج رہا ہے؟

بات آگنی ہے تو قبول عام کی ایک ایمان افروز کہانی سنئے! غالباً آج سے چار سال پہلے کی بات

ہے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کے ایک وزیر جو اس وقت میرے دوستوں میں تھے، جب حج و زیارت کی

سعادت سے مشرف ہو کر واپس آئے تو میں ان سے ملنے گیا۔ انہوں نے ملاقات کے دوران بتایا کہ اپنے اس

مبارک و مسعود سفر میں ایک دن میں مدینہ شریف کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک دوکان پر نظر پڑی۔ غالباً

وہ کسی پاکستانی کی دوکان تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ بچا سوں آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ دریافت کرنے

پر معلوم ہوا کہ یہ ساری بھیڑ ایک کیسیٹ خریدنے کے لئے اکٹھی ہوئی ہے۔ اس کیسیٹ میں کوئی بہت

پُرکشش اور رُوح پرور نعت شریف ہے۔ اتنے لوگوں کا دالہانہ اشتیاق دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا کہ

ایک کیسیٹ بچا کر دیکھوں۔ جیسے ہی دوکاندار سے ایک کیسیٹ لے کر میں نے ٹیپ ریکارڈر پر چڑھایا اس

کی آواز نے مجھے بے خود بنادیا۔ سرکارِ بطن کی تعریف و توصیف میں چار زبانوں پر مشتمل کس غضب کا

وہ قصیدہ تھا کہ جو سننا تھا وہ وارفتہ شوق ہو جاتا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ اس

بھیڑ میں ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی کے علاوہ شامی اور ترکی بھی تھے۔ یعنی اور ایرانی بھی تھے۔

قصیدے کے مضمون سے پوری طرح واقف بھی نہیں تھے پھر بھی جھوم رہے تھے۔ نغمہ ہی کچھ ایسا تھا

کہ لوگوں پر ایک عجیب محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

اتنا کہتے کہتے وہ اٹھے اور ایک کیسیٹ لا کر جیسے ہی اسے ٹیپ ریکارڈر پر چڑھایا اور اسے آن کیا

تو کوئی نعت خواں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ نغمہ محبت الہیہ پڑا تھا۔

لَمْ يَأْتِ نَقِيرَكَ بِنِ نَقِيرٍ مِثْلٍ تَوْنٍ شَدِيدٍ اِجَانَا

جگ راج کو تاج تو رہے سر پہ ہے، تجھ کو شرہ دوسرا جانا

جب میں نے انہیں بتایا کہ یہ قصیدہ اس عہد کے حسان الہند امام العاشقین اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی کا ہے تو دیر تک ان پر سکتے کی کیفیت طاری رہی۔ بار بار وہ یہ کہتے رہے کہ بارگاہ رسالت

کے ایک بیکر عشق و عقیدت کو کچھ لوگوں نے کس بری طرح مطعون کیا ہے۔ کاش! وہ لوگ اپنی جماعتی

عصیت سے ادب پر اٹھ کر یہ قصیدہ ایک بار سن لیتے تو انہیں شخصیت کا صحیح عرفان حاصل ہو جاتا۔

صحیح کہا ہے کہنے والوں نے کہ "از دل خیزد بردل ریزد" اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے

نعتیہ نغموں میں ایسا لگتا ہے کہ خود عشق کو زبان مل گئی ہے اور وہ جب اپنا قصہ درد سنا تا ہے تو دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر مصنف نے جتنا کچھ لکھ دیا ہے وہی اہل دل کے لئے بہت کافی ہے۔ اب اگر کسی کے پیلو میں دل ہی نہ ہو تو پتھروں کو سمجھانا کس کے بس کی بات ہے۔ اس لئے اس موضوع پر اپنا تبصرہ تمام کرتے ہوئے اب میں آگے بڑھتا ہوں۔

حضرت مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کے بعد جن مرکزی عنوانات کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے وہ یہ ہیں۔

① احیاء سنت اور تجدید ملت ② عشق رسول ③ نیابت غوث الوری ④ ایشیاء کا عظیم معق ⑤ احوال سفر آخستہ۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتنی مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور ڈیڑھ ہزار برس کی ملت طیبہ ظاہرہ کو باطل کی آمیزش سے پاک کر کے کس طرح اس کی تجدید فرمائی۔ اس موضوع پر حضرت مصنف نے ۱۳۳ صفحات میں علم و تحقیق کے دریا بہادئے ہیں۔ اس موضوع پر جس عرق ریزی، اور گاہ کندنی کے ساتھ انہوں نے تاریخ سے مواد و واقعات جمع کئے ہیں اس کی داد و تحسین کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ برصغیر ہند میں اسلام کی پیش قدمی اور اس کے فروغ و ارتقاء پر اس صدی کی تاریخ جن لوگوں نے لکھی ہے ان میں بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے حقائق کو سلسلہ مکمل کر تاریخ نویسی کا فرض انجام دیا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہے کہ انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر کے تاریخ لکھی نہیں بلکہ وضع کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی مورخ کا ذہن جانبدار ہو جائے تو ان شخصیتوں کی قرار واقعی حیثیت کیوں کر منظر عام پر آ سکتی ہے جن کی طرف سے دلوں میں کسی طرح کی خلش ہے۔

اور اس میں دو رائے نہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تاریخ کا یہی حادثہ پیش آ رہا ہے۔ عصر حاضر کے مورخین نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کی علمی جامعیت، ان کی دینی و ملی خدمات اور ان کے گراں بہا تجدیدی کارناموں کے ساتھ صرف اس لئے انصاف نہیں کیا کہ

۱۔ اس جتنے ایڈیشن میں یہ چار مضامین شامل ہیں تفسیر و ترجمہ قرآن مجید، تاریخ مملکت، فقہی بصیرت، احیاء سنت۔ اخذ و تصانیف

وہ انہیں اپنے خیمے کا آدمی نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ مؤرخ کی حیثیت تاریخ ساز کی نہیں صرف تاریخ نویس کی ہوتی ہے۔ وہ تاریخ بناتا نہیں بلکہ شخصیتوں کی بنائی ہوئی تاریخ صرف قلم بند کرتا ہے۔ اس طرح کی جانبدارانہ تاریخ کے بدلے سے کسی "حریف شخصیت" کے قابل تحسین کارناموں کو نکال لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بلاشبہ حضرت مولانا محمد لیس اختر مصباحی پوری دینا نے سنت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ پہاڑ کھود کر انہوں نے جوئے شیر نکالا ہے۔

اور مجھے کہنے دیجئے کہ پہاڑ کھودنے کے بعد بھی انہیں کچھ نہیں ملتا اگر سچائیوں کا خود اپنا کوئی وجود نہ ہوتا۔ اور سچی بات یہی ہے کہ ہزار پردہ ڈالنے کے بعد بھی حقیقت کی کرن کسی نہ کسی منفذ سے بھوٹ کر رہی۔ اس طرح برصغیر ہند میں دینی اور ملی سرگرمیوں کی صحیح تاریخ مرتب کرنے کے لئے اہل سنت کے مصنفین کو مواد ہاتھ آئے۔

اس گراں قدر خدمت کے لئے پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مجددی منٹھری اور ہندوستان میں حضرت مولانا محمد لیس اختر مصباحی کو قدرت نے ایسا لگتا ہے کہ چن لیا ہے۔ اور جہاں تک ایک غلط اور مصنوعی تاریخ کی زد سے عصر حاضر کے مسلمانوں کو خبردار کرنے اور انہیں بچانے کا کام ہے تو یہ خدمت اس خادم ناکارہ کے حصے میں آئی ہے۔ زلزلہ اور زیر و زبر جیسی دستاویزی کتابیں اسی ضرورت کا دوسرا نام ہے۔

اس کتاب کے اس حصے پر جس کا تعلق اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے لازوال کارناموں سے ہے، میرا تبصرہ کچھ طویل ہو گیا۔ اب میں جلد ہی اس بحث کی طرف آ رہا ہوں جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔ یعنی "امام احمد رضا اور ردیدعات و منکرات"۔

اس مقام پر حضرت مصنف کی قلمی فراست اور فکری شعور کو میں داد دے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کتاب کا یہ نام رکھ کر انہوں نے ایک بہت بڑے جھوٹ کا پردہ فاش کیا ہے۔ ایک ایسا جھوٹ جو اتنی بار دہرایا گیا اور اتنی قوت سے دہرایا گیا کہ لوگوں کو اس پر سچ کا گمان ہونے لگا۔

جن لوگوں کے اعتقادی مفاسد پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے قلم کا نشتر چلایا تھا وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زندگی بھر کراہتے رہے۔ انتقام ہرزخی کا فطری تقاضا ہے اور فطرت ہی کا یہ بھی

ایک داعیہ ہے کہ جب آدمی دشمن پر قابو نہیں پاتا تو دشنام طرازیوں پر اتر آتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ علم و استدلال کے ذریعہ جو لوگ اپنے خلاف اہانت رسول کے الزام کا دفاع نہیں کر سکے۔ ان کو اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کی یہی صورت نظر آئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو "مولانا احمد رضا خاں بریلوی" کی شخصیت کو مجسروح کیا جائے۔

علمی جذبات اور کردار کے تقدس پر انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل سکی تو یہ الزام تراشا گیا کہ انہوں نے سنتوں کی بجائے بدعتوں کو زندہ کیا ہے۔

اس طرح کا الزام تراشنے والوں میں دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب (صدر جمعیت العلماء ہند) کا نام سرورق ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" مطبوعہ دیوبند میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو پانی پی پی کر تقریباً چھ سو جوگالیاں دی ہیں انہیں میں ایک — گالی "مجدد البدعات" کی بھی ہے جس سے انہوں نے اپنی کتاب کے ہر ورق کو داغدار کیا ہے۔

لیکن اس مقام پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کردار کی ارجحندی کو بار بار سلام کرتے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے خلاف کذب بیانی و الزام تراشی کا کاروبار کرنے والے اپنی ہزار دشمنی کے باوجود اب تک ان پر یہ الزام عائد نہ کر سکے کہ وہ بدعتوں کے "موجد" بھی ہیں۔

"مجدد" اور "موجد" کے درمیان جو معنوی فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اب جو لوگ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو "مجدد البدعات" کہتے ہیں انہیں یہ بتانا ہوگا کہ ان بدعات کا موجد کون ہے؟ اور اپنی لاپرواہیوں کی یہ رپورٹ بھی پیش کرنی ہوگی کہ علمائے دیوبند نے ان "موجدین" کو کتنی بار گالیاں دی ہیں؟

میرا موضوع یہ نہیں ہے ورنہ میسر پاس ان بدعات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی ایجاد کا سہرا خود علمائے دیوبند کے سر بندھتا ہے۔

وقت اگر چہ نہیں ہے لیکن مقام کی مناسبت سے ایک ہلکا سا اشارہ کر کے گزر جانا چاہتا ہوں کہ الزام بغیر سند کے نہ رہ جائے۔ ذیل میں ان بدعتوں کی ایجادات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔  
دفعہ بلا اور قضائے حاجت کے نام پر مدرسہ کی مالی منفعت کے لئے "ختم بخاری شریف" کی



بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

نماز جنازہ کے لئے انتظامی مصلحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ غلط عقیدہ کی بنیاد پر احاطہ دارالعلوم میں جگہ مخصوص کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

مسلم میت کے کفن کے لئے ”کھدر“ کی شرط لگانے اور ”کھدر“ کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار نہ دینے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبندی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔

وراثت انبیاء کی سند تقسیم کرنے کے لئے ”اہتمام و تداعی“ کے ساتھ ”صد سالہ اجلاس“ منعقد کرنے اور ایک نامحرم اور مشرک عورت کو اسٹیج پر بلا کر اسے کرسی پر بیٹھانے اور اپنے مذہبی اکابر کو اس کے قدموں میں جگہ دینے کی ”بدعت سیئہ“ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

دینی درس گاہ کے احاطے میں قومی ترانے کے لئے ”قیام تعظیمی“ کی بدعت سیئہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے انتخابی جدوجہد کو مذہبی فریضہ سمجھنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

اپنے اکابر کی موت پر ”اہتمام و تداعی“ کے ساتھ جلسہ تعزیت منعقد کرنے اور ضلالت و اباطیل پر مشتمل منظوم مرثیہ پڑھنے پڑھانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

بالآخر امام کسی متعین نماز یا مخصوص نماز عصر کے بعد نمازیوں کو روک کر ان کے سامنے ”تبلیغی نصاب“ کی تلاوت کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

کلہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر ”چلہ“ اور ”گشت“ کرنے کرانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

اسلام کے پانچ مخصوص ارکان کی بجائے اپنی طرف سے متعین کردہ صرف ”چھ ارکان“ کی تبلیغ کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار بدعات و منکرات ہیں جن کے ایجاد و تجدید کا سہرا علمائے دیوبند کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو بدعتی کہتے نہیں

اس کتاب کے مصنف نے ان بدعات و منکرات کی ایک طویل فہرست قارئین کے سامنے پیش کی ہے جنہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بلا خوفِ لومۃ لائم باطل قرار دیا ہے۔ اور دلیل کی پوری قوت کے ساتھ ان کی مذمت کی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جن امور کو بدعت قرار دے کر ان کا رد و ابطال کیا ہے اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ اصولی بحث ذہن میں رکھئے۔

ہر وہ چیز جو عہد رسالت یا عہد صحابہ میں اپنی ہیئت کذائی کے ساتھ موجود نہ ہو اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ و اقوال ائمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر بدعت بدعتِ ضلالت نہیں ہے۔ بلکہ بدعتِ ضلالت صرف وہی بدعت ہے جو کسی سنت کو مٹاتی ہو یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتی ہو۔

جیسا کہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں کل بدعة ضلالة کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

و آنچه موافق اصول و قواعد و سنت است و قیاس کردہ شدہ است آں را بدعت حسنہ گویند۔  
اور جو شریعت کے اصول و قواعد اور سنت کے مطابق ہے اور قیاس کیا گیا ہے اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔  
و آنچه مخالف آں باشد بدعت ضلالت گویند۔

اور جو اس کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔

اس عبارت سے یہ بات اجماعی طرح واضح ہو گئی کہ کسی چیز کا صرف نوا ایجاد ہونا بدعتِ ضلالت ہونے کے لئے کافی نہیں۔ تا دقتیکہ وہ کسی سنت یا اصول شرع سے متصادم نہ ہو اسے بدعتِ ضلالت نہیں قرار دیا جاسکتا۔

کیوں کہ کسی چیز کا صرف نوا ایجاد ہونا اگر بدعتِ ضلالت کا موجب ہوتا تو شارع اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرنے کی ہرگز ترغیب نہیں دیتے۔ جیسا کہ اس

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من غیر ان ینقص من اجرهم شیء۔  
اسلام میں جو شخص اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اسے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا  
ثواب بھی۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

ومن سن سنة سیئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها من غیر ان ینقص من اوزارهم  
شیء۔ (باب العلم مشکوٰۃ المصابیح)

اور جو برا طریقہ ایجاد کرے تو ایجاد کرنے کا بھی اسے گناہ ہوگا اور ان کا گناہ بھی اس کے سر لے گا  
جو اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث پاک سے بدعت کی دو قسمیں نکل آئیں۔ ایک بدعت حسنة دوسری بدعت سیئة یعنی  
بدعت ضلالت۔

بلکہ اسی بنیاد پر شارح بخاری حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں بدعت  
حسنہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ بدعت جائز۔ بدعت مستحب۔ اور بدعت واجب۔  
اور بدعت ضلالت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک بدعت مکروہ۔ دوسری بدعت حرام۔  
اس طرح بدعت کی کل پانچ قسمیں ہو گئیں۔ جائز۔ مستحب۔ واجب۔ مکروہ۔ اور حرام  
مگر دیوبندی حضرات کو صرف بدعت حرام یاد ہے۔

شیخ الاسلام حضرت امام نووی شافعی م ۶۷۶ھ اسی تقسیم بدعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔  
وقد ذکر الشیخ الامام ابو محمد عبد السلام رحمہ اللہ فی کتابہ القواعد ان البدع  
علی خمسة اقسام۔ واجبة۔ ومعرومة۔ ومکروہة۔ ومستحبة۔ ومباحة (ص ۱۳۰۔ الادکار المتحدہ سلوہ ریو)  
حضرت شیخ امام عزالدین بن عبد السلام اپنی کتاب القواعد میں فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں  
ہیں۔ واجب۔ حرام۔ مکروہ۔ مستحب۔ مباح۔

اور حدیث مبارک من احدث فی امرنا مالیں منه فهو رد۔ (جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی  
ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں وہ مردود ہے) کی شرح میں صاحب مرقاة فرماتے ہیں۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب والسنة سند ظاہر

اس کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی ایسی رائے ایجاد کی جس کے لئے کتاب و سنت کی ظاہری یا پوشیدہ یا اخذ کردہ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے۔

اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

انہ المحدثون بدعة تراغم سنة مامور ابہا۔ (اجاء العلوم جلد دوم)

ممنوع وہ بدعت (نویجاد چیز) ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو۔

آئی تمہید کے بعد اب بدعت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور علمائے دیوبند کے موقف کو اس طرح سمجھئے کہ علمائے دیوبند کے یہاں ہر نو ایجاد چیز بدعت ضلالت ہے جب کہ اکابر امت اور ائمہ اسلام کی متابعت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی نو ایجاد چیز کو اس وقت تک بدعت ضلالت نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک کہ وہ کسی سنت کو نہ مٹائے یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں نہ آئی ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف یہ ہے کہ اگر صرف نو ایجاد ہونے کی وجہ سے کسی چیز کو بدعت ضلالت یعنی حرام قرار دیا جائے تو اسلام کا سارا نظام عمل درہم برہم ہو کر رہ جائے اور یہ دعویٰ ثابت کرنا ہمارے لئے ناممکن ہو جائے کہ اسلام قیامت تک کے لئے ہر دور میں انسانی زندگی کے مسائل کا حل اپنے اندر رکھتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن امور کو بدعت ضلالت قرار دیا ہے۔ آپ زیر نظر کتاب میں ان کا گہرائی میں اتر کر جائزہ لیں تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ وہ یا تو کسی سنت سے متصادم ہیں یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں داخل ہیں۔

برخلاف علمائے دیوبند کے کہ وہ ہر نو ایجاد چیز پر بے دریغ بدعت ضلالت ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں اور اسے حرام قرار دے کر مسلمانوں میں اختلاف کئے نئے نئے محاذ کھولتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر محض میلاد ہی کو لے لیجئے۔ اس کے بدعت ضلالت اور حرام ہونے کی ان کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ چھ سو برس کی نو ایجاد بدعت ہے۔ موجودہ بیست کے ساتھ نہ وہ عہد رسالت

لیکن ائمہ اسلام کے مسلک کے مطابق جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات کے یہاں صرف نواہجہ ہونے کی بنیاد پر محفل میلاد بدعتِ ضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی جز کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ سنت کو مٹاتا ہو یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتا ہو؟ تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔

محفل میلاد کے اجزاء یہ ہیں ① دعوتِ عام ② فرش و تخت و شامیانہ ③ روشنی ④ بخور و عطریات و گلاب ⑤ شیرینی ⑥ مجمعِ مسلمین ⑦ ذاکر و میلاد خواں ⑧ ذکر الہی و ذکر میلاد و فضائلِ رسول ⑨ قیام و سلام۔

ان میں سے سوائے قیام و سلام کے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر خود ان حضرات کا جلسہ سیرت یا جلسہ وعظ یا جلسہ تبلیغ یا جلسہ دستار بندی یا جلسہ تنظیم و جماعت مشتمل نہ ہو۔ اس لئے کسی جز کو بدعتِ ضلالت قرار دے کر حرام کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کو حرام قرار دیں۔

اب رہ گیا معاملہ قیام و سلام کا تو یہ بھی ان کے یہاں وجہ حرمت نہیں ہے کیوں کہ بدون قیام بھی محفل میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں دیوبندی قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی نے تحریر فرمایا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ محفل میلاد کی حرمت کی وجہ غلط روایتوں کا پڑھنا یا بیان کرنا ہے تو میں عرض کروں گا کہ بروایت صحیحہ بھی میلاد کی محفل علمائے دیوبند کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ مذکورہ کتاب میں گنگوہی صاحب اس کی بھی تصریح کر چکے ہیں۔

میں نے متعدد بار دیوبندی مناظرین سے سوال کیا کہ جب ہماری محفل میلاد اور آپ کے جلسہ وعظ کے اجزاء ایک ہی ہیں تو آپ کا جلسہ وعظ جائز اور ہماری محفل میلاد حرام کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے تو کوئی چیز حرام یا حلال نہیں ہو سکتی کہ آپ کے جلسہ کا نام جلسہ وعظ ہے اور ہمارے جلسہ کا نام جلسہ میلاد ہے۔

جب ان حضرات سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وجہ فرق میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور صراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ساری کائنات میں

خوشی کے ڈنکے بج رہے تھے مگر شیطان کے گھر میں ماتم بپا تھا۔ وہ شدت غیظ میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ اسے ولادتِ باسعادت سے تکلیف پہنچی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ آپ حضرات کو ذکر ولادتِ پاک سے تکلیف پہنچتی ہو۔

بات بہت دور نکل گئی ورنہ مجھے کہنا یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے جن امور کو بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے اس کا محرک نہ دل کا غیظ ہے اور نہ طبیعت کی افتاد! بلکہ پورے جذبہ اخلاص کے ساتھ انہوں نے اپنے علم کا حق ادا کیا ہے اور جو امور کتاب و سنت سے متصادم تھے صرف انہیں امور کو انہوں نے بدعتِ ضلالت کے خانے میں رکھا ہے۔

حضرت مصنف نے یہ کتاب لکھ کر ایک عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ اور اب ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنے ماہنامہ حجاز دہلی کے ذریعہ دین و ملت کی گرانقدر خدمات کا دائرہ وسیع کر کے وہ توقعات پوری کر سکیں گے جو قوم نے ان سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ رب کائنات آپ کے علم و فہم میں مزید وسعت و جامعیت عطا فرمائے۔ اور قلم کی بے شمار برکتوں سے نوازے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

آمین بعباء جیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

در شرفِ قادی | مئی ۱۹۸۸ء  
مہتمم فیض العلوم جمشید پور



پروفیسر مسعود احمد مجید دی۔ ایم اے پی ایچ ڈی

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز یکتائے روزگار تھے۔ ایسی تابندہ اور درخشندہ ہستیاں ملک و ملت کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ مگر افسوس ہم نے اس سرمایہ کو دفن کرنے کی لاج حاصل کوشش کی اور اس کے مقابلے میں ان حضرات کو آگے بڑھایا جو ظلم و فضیلت اور حکمت و بصیرت میں امام احمد رضا سے بہت کم تھے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا اور امام احمد رضا کو ان کا صحیح مقام دیا جاتا تو آج دنیا میں ہم اسی طرح سُرخرو ہوتے جس طرح حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہما العزیز جیسی بزرگ ہستیوں کو پیش کر کے سُرخرو ہوئے۔۔۔۔۔ آج ان دونوں حضرات کے افکار و خیالات پر نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ بھارت، امریکہ، فرانس، اٹلی، ترکی، اسرائیل، افغانستان وغیرہ ممالک میں تحقیقی مقالات شائع ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ مستشرقین اس تلاش میں ہیں کہ کوئی بے تو اس پر تحقیق کریں اور ہم اس کوشش میں ہیں کہ کوئی بے تو اس کو دفن کریں۔ اللہ اللہ! ان کے ہاتھ میں لوح و قلم ہے اور ہمارے ہاتھ میں سامان تکفین و تدفین۔۔۔۔۔ مگر لوح و قلم تو ہماری میراث تھی، لوح و قلم کے تو ہم مالک تھے۔۔۔۔۔ حیف یہ ہم نے کیا کیا؟

امام احمد رضا دور آخر کے ایک عظیم فقیہ تھے۔ ان کی تحقیقات کے سامنے ان کے معاصر  
مفہموں کے فتوے پھیکے معلوم ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ! ————— ان کی علمی تحقیقات دیکھنے دکھانے

کے لائق ہیں۔ ان کا مجموعہ فتاویٰ فقہی مسائل پر ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس خصوص میں وہ تنہا اپنے عصر پر بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ پاک و ہند حتیٰ کہ مشرقی اور مغربی ممالک کے لوگ بھی ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال ان کی فقاہت کے دل سے معترف تھے۔ ان کے مخالفین بھی فقہ پر ان کی مہارت کو تسلیم کرتے تھے، مفتی محمد کفایت اللہ، حکیم عبدالحمید رائے بریلوی، ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد زکریا پشاور، دیوبندی وغیرہ علماء امام احمد رضا کی فقاہت کے قائل تھے۔ علماء عرب و عجم کا تو ذکر ہی کیا، ایک نہیں سینکڑوں امام احمد رضا کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ فقہ پر جس قدر عبور ہوگا، بدعات و منکرات سے اس کی قدر نفور ہوگا ہاں ایسے تابعہ روزگار کے بارے میں زیر نظر عنوان۔

”امام احمد رضا اور بدعات و منکرات“

کے تحت مقالہ لکھا جائے تو بجا ہے۔ لیکن بعض قارئین کے لئے یہ عنوان یقیناً چونکا دینے والا ہوگا۔ اب تک جس کے متعلق یہ سنتے آئے تھے کہ اس نے برصغیر پاک و ہند میں بدعات و منکرات کی اشاعت میں اپنی سی کوشش کی، آج اس کے متعلق یہ سنا جا رہا ہے کہ اس نے بدعات و منکرات کی بیخ کنی کی۔ بے شک یہ بات تعجب خیز ہے لیکن دیکھنے اور سننے والے چشم و گوش سے محسوس ہو جائیں تو کیا کیا جائے۔ اس میں اس کا قصور تو نہیں۔

۱۔ جرمن مؤسسہ ڈاکٹر کمال ڈی ہلگر (سکرٹری اسلامک ایسوسی ایشن، جرمنی) نے ۶ فروری ۱۹۷۵ء کو امام احمد رضا پر ایک مجلس مذاکرہ منعقدہ کراچی پاکستان میں فرمایا۔

۲۔ احمد رضا خاں بریلوی ایک عظیم فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ مستور

۳۔ تحریری بیان ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم محرم یکم اگست ۱۹۶۸ء

۴۔ Neglected Genius of the East Lahore 1978.

۵۔ حکیم عبد الحمید رائے بریلوی، نزاع الخواطر و بھجۃ المسامح والنواظر، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۷۱ء۔

۶۔ مکتوب گرامی مرشد حضرت علامہ مفتی محمد امیر شاہ صاحب گیلانی محرم ۲۹ صفر ۱۳۹۳ھ از پشاور (پاکستان) بنام راقم الحروف۔  
نوٹ: مولانا محمد زکریا، پاکستان کے مشہور عالم مولانا محمد یوسف بنوری کے والد ماجد تھے اور حضرت محمد امیر شاہ صاحب گیلانی سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ مولانا کے کتب خانے میں فتاویٰ رضویہ کا ایک قدیم نسخہ تھا۔ یہ نسخہ حضرت محمد امیر شاہ صاحب گیلانی کو مل کر دے ہوئے مولانا نے امام احمد رضا کے متعلق یہ تحسین کی کلمات فرمائے۔

۷۔ اگرچہ رضا خاں بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتے تو حقیقت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی یہ

مستور

marfat.com

Marfat.com

چشم دگوش کا قصور ہے۔ آنکھ نے کیوں نہ دیکھا اور کان نے کیوں نہ سنا؟ خدا بھلا کرے حضرت مولانا محمد لیس اختر مصباحی زید مجدہم کا کہ انہوں نے چشم دگوش دونوں کو سرفراز فرمایا اب بھی دیکھنے والے نہ دیکھیں اور سننے والے نہ سنیں تو وہ کیا کریں، ہم کیا کریں اور کوئی کیا کرے۔ بس دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو سچی اور صحیح بات تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۳)

چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں امام احمد رضا کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی جس کے کئی اسباب تھے۔ یہ چار اسباب زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

① امام احمد رضا نے مسلک اہل سنت و جماعت (سلف صالحین) کی پرزور حمایت کی اور مجاہدانہ و سرفروشانہ سرگرم عمل ہوئے۔

② امام احمد رضا نے انگریزوں کے زیر اثر چلنے والی ہر اصلاحی تحریک کی مخالفت کی۔

③ امام احمد رضا نے ابن عبد الوہاب نجدی کے زیر اثر چلنے والی ہر تحریک کی مخالفت کی۔

④ امام احمد رضا نے ہنود کے زیر اثر چلنے والی ہر سیاسی تحریک کی مخالفت کی۔

لیکن امام احمد رضا سے مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لئے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان کی سخت تنقید معلوم ہوتی ہے۔ بہر کیف امام احمد رضا کی مصلحانہ، مجددانہ اور ناقدانہ مساعی کا شدید رد عمل ہوا۔ طرح طرح کے الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کے لئے پوری توانائیاں صرف کی گئیں اور جب تک یہ یقین نہیں ہو گیا کہ علمی سطح پر امام احمد رضا کی ہوا اکھر گئی، دم نہ لیا۔ شاید سسطی نظر رکھنے والوں کی نگاہ میں یہ الزامات کوئی وقعت رکھتے ہوں مگر تاریخ پر جن کی گہری نظر ہے ان کو معلوم ہے کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور بعض سیاسی و مذہبی مصلح کی بنا پر لگائے گئے ہیں۔

گزشتہ دہائی برسوں میں ایسی علمی تحقیقات سامنے آچکی ہیں جن کے مطالعہ سے ان تمام الزامات کی تردید ہو جاتی ہے۔ اس لئے ایک ایک کر کے ہر الزام کی تردید کے لئے مآخذ کی ضرورت ہو تو ان تحقیقات کی طرف رجوع کیا جائے۔

سہ (۱) عبدالنبی کوکب :- مقالات یوم رضا، جلد اول ۱۹۹۵ء لاہور، جلد دوم ۱۹۹۶ء لاہور۔ (باقی صفحہ پر)

(۱) کہا گیا، وہ جاہل و کم علم تھا۔ ————— حالاں کہ وہ متبحر عالم اور مجاہدِ غیر علم کا مالک تھا۔

نے بدعات و منکرات کی شدید مخالفت کی اور بے شمار رسائل لکھے۔ اس نے ایک عالم کو

(ب) محی الدین الوالی، ڈاکٹر:- شخصیات اسلامیہ من الہند۔ مولانا احمد رضا خان البریلوی

(ج) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء۔

(۵) المیزان (امام احمد رضا نمبر) بجٹی شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء۔

(۵) انوار رضا، شرکت ضمیمہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء۔

(و) البوسید زابد القادری :- امام احمد رضا بریلوی اکابر کی نظر میں مفہوم حجاب ۱۹۷۷ء۔

(ز) محمد یسٰختر مصباحی :- امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں۔ کراچی ۱۹۷۸ء۔

(ج) محمد مرید چشتی سیالوی :- امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ (دو مجلدات غیر مطبوعہ) لاہور۔

Encyclopaedia of Islam, Lahore, Vol. 10, Fasc. 5 (b)

Abdul Rasheed: Islam in Indo-Pak. Sub Continent, Lahore, 1977 (S)

۱۷ امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل رسائل اور اس قسم کے اور بیسیوں رسائل مطالعہ کئے جائیں۔

① إَحْكَامُ الْأَحْكَامِ فِي التَّائُولِ مِمَّنْ يَدُ مَا يَمِ حَرَامٌ (١٢٩٨) ② انْفِصَالُ الْفِكْرِ فِي قِرْبَانِ الْبَقَرِ (١٢٩٨)

③ أجود القرى لمن يطلب الصحة في اجارة القرى (٥١٣:٢) ④ منزع المرام في التداوى بالحرام

(٥١٢٠٣) ⑤ **الْبَحْجُ** المليحة فيما نهى عن اجزاء الذبيحة. ⑥ **حَكَّ** الغيب في حرمة تسويد

الشيبة (٥١٣٠٤) ⑤ الطير الوجيز في أمتعة الورق والابريز (٥١٣٠٤) ⑧ أعز الأكتناه في

رد صدقة مانع الزكوة (١٣٠٩هـ) ٩ جلى الصوت لنهى الدعوة أهام الموت (١٣١٠هـ) ١٠ مشعة

الارشاد الى حقوق الاولاد (١٣١٠هـ) ⑪ هادى الناس في رسوم الاعراس (١٣١٢هـ) . باقى ع





انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل پورے برصغیر پاک و ہند میں علمی سطح پر مسلک اہل سنت و جماعت (سلف صالحین) کا غلبہ تھا، امام احمد رضاؒ نے اسی کی حفاظت کی اور اسی کا احیاء کیا۔۔۔۔۔ اس مسلک کے مخالفین نے سلطنت دہلی کے زوال کے بعد اپنی کوششیں تیز کر دیں اور سقوط دہلی کے بعد یہ حضرات کھل کر سامنے آ گئے کیوں کہ اب کوئی ایسی مادی طاقت نہ رہی تھی جو ان کی مزاحمت کرتی۔۔۔۔۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی طرف پاک و ہند کے محققین کو توجہ دینی چاہئے۔

ضرورت ہے کہ علماء اہل سنت و جماعت کی شاندار تاریخ کو مؤرخانہ انداز میں یکجا کیا جائے۔ نئی نسل کو ان کے افکار و خیالات سے آشنا کیا جائے اور ان کی بے مثال سیاسی خدمات سے روشناس کرایا جائے۔۔۔۔۔ لیکن اس کوشش میں مقابلے اور مسابقت کا جذبہ کارفرمانہ ہونا چاہئے، مقصد صرف علمی اور تاریخی تحقیق ہونا چاہئے۔

فاضل مصنف حضرت مولانا محمد نیس اختر مصباحی زیدت عنایتہم کی یہ کوشش قابل تحسین و آفریں ہے، اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اپنے کرم خاص سے نوازے اور علم و دانش کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ جس اہم مقصد کے لئے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے خداوند تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرمائے۔ امام احمد رضاؒ کے افکار و خیالات کے نورانی چہرے سے حجابات اٹھ جائیں اور ہر جگہ اجالا ہی اجالا ہو جائے۔ آمین۔۔۔ بجاہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ۔

پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنہ۔ (سندھ، پاکستان)

۶ اپریل ۱۹۷۸ء



# تقریب

رقم شدہ: ۱۹۸۰ء

از

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مُصلیاً

زیر نظر کتاب "امام احمد رضا اور۔۔۔ رو بدعات و منکرات" کا خاکہ پانچ برس پہلے تیار ہوا مولف محترم نے حصہ دوم "رو بدعات و منکرات" کا مسودہ بھی ان ہی دنوں تیار کر لیا۔ پھر خیال ہوا کہ امام احمد رضا کی خدمات اور علوم و معارف کا بھی اجمالی تذکرہ شامل ہو۔ یہ کام وقتاً فوقتاً ہوتا رہا اور جہاں تک مجھے یاد آتا ہے تین سال پہلے اس کی تکمیل بھی ہو گئی۔ اجاب اور شائقین کے لئے صبراً زما مرحلہ پوری کتاب کی تبصیف کا تھا۔ وہ بھی کسی طرح اختتام کو پہنچا۔ اس طویل عرصے میں اصل مسودہ پر برادر محترم مولانا نسیں اختر مصباحی صاحب جا بجا اضافہ اور تحشیہ کا کام بھی کرتے رہے۔ اور اب ہم بے سرو سامانوں کے لئے مقام مسرت ہے کہ کتابت و طباعت کے سخت و دشوار مراحل سے گزرتے ہوئے یہ گرانقدر اور محبوب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔



امام احمد رضا نے علمی تحقیقات اور فنی تدقیقات کے جو انمول موتی اپنی تصانیف میں جلوہ آرا، سرمائے میں ان کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔ اسی طرح دین حنیف اور فقہ حنفی کی جولا زوال خدمات امام موصوف قدس سرہ نے انجام دیں ان کے اعتراف پر بھی سبھی مجبور ہیں۔ ط

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادئے ہیں

marfat.com

Marfat.com

لیکن ان کے تمام مناقب و فضائل کے خزانے میں ایک - عیب - بھی ہے۔ زبردست عیب - وہی عیب جسے شیخ سعدی نے فرمایا۔

ط ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

ان کا عیب یہی ہے کہ وہ ط

بامسلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام

والے مذہب مسلح کل کے قاتل نہ تھے۔ ان کے یہاں دوستی اور دشمنی دونوں کا ایک پختہ نظریہ موجود تھا۔ وہ قرآن و حدیث اور اتباعِ ائمہ پر سختی سے قائم تھے۔ انہوں نے قرآن کریم سے محبتِ ایمان و مومن کے ساتھ ساتھ عداوتِ کفر و کافر کا بھی درس لیا۔ حدیثِ پاک سے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ دونوں کی تعلیم حاصل کی۔ ائمہ سے انہوں نے یہ سبق بھی سیکھا کہ :

محبت خدا و رسول بے عداوتِ دشمنانِ آں صورت نہ بندد "تولّا بے تبرا نیست ممکن" دریں جا صادق است۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی م ۱۰۲۲ھ)

اس لئے ان کا نتیجہ فکر و قلم جہاں بارگاہِ خدا و رسول اور نگاہِ اہل ایمان میں ایک "نغمہ دلنواز" تھا۔ وہیں دشمنانِ خدا و رسول اور اعداءِ دین و سنت کے لئے "سوانحِ روح" اور پیغامِ موت۔

یہی کہتی ہے بلبسِ باغِ جناں کہ رمت کی طرح کوئی سحر بیاں  
نہیں ہند میں واصلتِ شاہِ ہدی مجھے شوخی طبعِ رضا کی قسم

کلبِ رقابے خنجرِ خونخوار، برقِ بار اعدائے کہ دو خیر منائیں نہ شر کریں  
مگر جن کی سرشتِ شقاوت و شر سے مرکب ہو وہ کب سذارت و شر سے باز آ سکتے ہیں انہوں  
نے سوچا۔ گستاخیاں کرو۔ گایاں لکھو، بہتان تراشو، طرح طرح کے خاکے اڑاؤ۔ کسی طرح تو اس کا قلم  
رکے۔ مگر جو اپنی عزت و آبرو، اپنے آبا و اجداد کی آبر و راد مولیٰ میں و تریبان کر چکا ہو وہ کب اپنے آقا  
کے دینِ حنیف کی پاسبانی سے رک سکتا ہے۔ اس نے سب کچھ نشانہ کر دیا۔ اپنی ساری عزت و  
ناتِ قدرتی۔۔۔ اپنے آبا و اجداد کے ناموس کی کوئی پرواہ نہ کی صرف اس خیالِ جاں نواز سے

لہ آقا کی عزت و ناموس کے لئے یہی سب سہرا ہو جائے تو زہے نصیب! وہ جتنی دیر مجھے گایاں دیتے ہیں  
تنی دیر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی سے تو باز رہتے ہیں۔

فان ابی و والدہ و عرسہ  
لعرض محمد منکم و نساء

صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک میرے باپ اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری آبرویہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو  
کے لئے تمہارے مقابل سپر ہیں۔

ان سب کے باوجود پروپیگنڈوں کا طوفان اب بھی جاری ہے۔ "وہ تعظیم خدا اور رسول کا پیام دیتے  
ہے ہمیں یہ گوارا نہیں۔۔۔۔۔ وہ ایک جہان کے دل خدا اور رسول کی محبت سے لبریز کرنا چاہتا ہے ہم سے  
یہ برداشت نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ وہ دشمنان خدا اور رسول کے خلاف برق خاٹف گراتا ہے یہ ہمارے خرمین فک  
و نظر کی موت ہے۔۔۔۔۔ ہمارے لئے پیام اجل ہے۔ ہم اس کی طرف سے دنیا والوں کے دل پھیریں  
گے۔ ہم اسے بدنام کریں گے۔ ہم علم و تحقیق اور دین و سنت کا بادلہ اوڑھ کر اہل علم و تحقیق اور فدایان  
دین و سنت کو اس سے برگشتہ کریں گے کہ

"اس سے بچتے رہو۔ وہ تو مسلمانوں کو کافر کہتا تھا۔ وہ بدعات کو فروغ دیتا تھا۔ ہر اصلاحی تحریک  
کا دشمن تھا۔ وہ تو علم میں بھی کمزور تھا۔ علم حدیث و تفسیر میں تو بے مایہ نہ ہی، کم مایہ ضرور تھا۔  
اس برصغیر میں پروپیگنڈوں پر کان دھرنے والوں کی کمی نہیں۔ نہیں بلکہ بہتان و افتراء اگر تاراج  
و تحقیق کے دیریز پردوں کی اوٹ سے پھیلا یا جائے تو پوری دنیا میں ان سے متاثر ہونے والے بہت ہیں  
اور تحقیق و تفتیش کرنے والے کم۔۔۔۔۔ خصوصاً وہ طبقہ تو عناد و عقیدت کا مجموعہ ہے۔ وہ بس یہ دیکھ  
ہے کہ سمت مخالف سے آواز آرہی ہے یا موافق سے! رد و قبول کا فیصلہ تو پہلے ہی دھرا ہوتا ہے۔

غور کرنا چاہئے کہ انہیں مسلمانوں کی تکفیر کا در کیسے ہو گیا؟۔۔۔۔۔ ان کے یہاں تو شاید ہی کوئی  
مسلمان مسلمان ہو۔ جس نے علی بخشش، حسین بخش نام رکھ دیا وہ کافر۔۔۔۔۔ کافر ہی نہیں سب سے بڑا  
یعنی مشرک۔۔۔۔۔ سہرا باندھ دیا کافر و مشرک۔ کسی کو دور سے پکارا اور یہ سمجھا کہ اس کو خیر ہوگا  
کافر و مشرک۔۔۔۔۔ نبی اور ولی کے لئے علم غیب مانا کافر و مشرک۔ خواہیوں کہ اسے خود یہ علم ہے یا خدا  
کے دینے سے ہے ہر طرح کافر و مشرک۔۔۔۔۔ ان کے یہاں ایسے ایسے کفر و مشرک ہیں کہ یہ اولاد اگر

نہ نہایت ہی فتویٰ دایان۔ جتنی زہد و عہد اول۔

بیچ گئی تو ان کے آباء و اجداد تو ضرور کافر و مشرک — بلکہ دنیا کا کوئی متنفس، بلکہ خود انبیاء و اولیاء بلکہ خود خداوند جل و علا تک اس فتویٰ تکفیر و اشراک کا نفاذ ہے۔

سیدنا امام احمد رضا نے کسی مسلم کو کافر نہ کہا بلکہ اسے کہا جس نے اسلام کو کفر، ایمان کو شرک، مسلمان کو کافر، مومن کو مشرک، خدا کو عیسیٰ، رسول کو ناقص و بے کمال بٹھرایا یعنی اس کو جس نے اسلام و مسلمین کی حرمت و عزت اور خدا و رسول کے ناموس سے کھیل کیا — اور اس طرح امام موصوف نے کروڑوں مسلمانوں کو کفر و مشرک کے فتوے سے بچایا۔ ناموس خدا و رسول کی حفاظت کا سریفہ انجام دیا۔ اور اعداء دین کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا — یہی وہ کمال و ہنر ہے جو دشمن کی نظر میں زبردست عیب اور ناقابل معافی جرم ہے جس کا انتقام اب تک جاری ہے۔

بھلا وہ کسی مسلمان کو کافر کہہ سکتا ہے جو ہر کلام پر اسلامی و کلامی نقطہ نظر سے غور کرنے کا عادی ہو کہ شاید اس میں ایمان کا کوئی پہلو ہو اور وہی اس کلام والے کی مراد ہو۔ یا للجب! خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے بھلا وہ بدعات کو فساد دینے والا ہو سکتا ہے جس نے ایک ایک برائی کے خلاف جہاد مسلسل کیا ہو؟۔

تعزیه داری، مزارات پر عورتوں کی حاضری، مزامیر کے ساتھ قوالی، اغراس کی بے اعتدالی، کردار و اطوار میں حکم شرع کی خلاف ورزی، وہ کون سی بدعت قبیحہ اور وہ کون سا منکر و ممنوعہ ہے جس کی اس نے ہمنوائی کی ہو؟

ذرا اس کے آفتابِ قلم کی ضیا میں اس کا رخ روشن پہچانو۔ دیکھو یہ کس کی تابشیں ہیں؟

①

ایک شخص ہمیشہ قیلوہ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے۔

اور عذر اس کا خوفِ فوتِ تہجد ہے۔ جانتے یا نہ؟

فسرہ مانتے ہیں۔ اس مسئلہ میں جواب حق۔ وحق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال، سرے سے

بے ہودہ و سہرا پا اہمال ہے۔ وہ زعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس، اسے تقویت جماعت پر

لے دیکھ الامن والعلا، شایع المصطفیٰ بدافع البلاء اور اطیب البیان رد تقویۃ الایمان۔

marfat.com

Marfat.com

باعث ہوتا ہے۔ اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا۔ نہ کرا ثا فوت کا سبب ہوتا۔ قال اللہ عزوجل۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰ عَنْ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ۔ بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عليكم بقيام الليل فانه داب الصالحين قبلكم و قربه الى الله تعالى ومنها  
عن الاثم و تكفير للسيئات و مطردة للداء عن الجسد<sup>۱</sup>  
تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ اگلوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہوں سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔

توفیق جماعت کا الزام تہجد کے سرکھنفتہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال و افعال تو لے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا۔  
یا ہذا ۱۔ سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر۔ یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے۔ ذرا بگوش ہوش سن! اگرچہ حق تلخ گزرے۔ دوسرے ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے۔ جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے، تجھے تقویت جماعت کی اجازت دے۔ جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے، تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ مِّنْ اَبْتُلٰی بِبَيِّنَتَيْنِ اَخْتَارَ اَهُوْنَهُمَا۔ بہر حال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے۔ مگر حاشا! خدام فقہ و حدیث، نہ تجھے تقویت واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت کر کے۔ ارشاد حضور سید الایاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

”یا عبد اللہ! لا تکلن مثل فلان کان یقوم اللیل فترفع قیام اللیل“ کا خلاف کریں گے۔  
تہجد و جماعت میں تعارض نہیں، ان میں کوئی دوسرے کی تقویت کا داعی نہیں۔ بلکہ یہ

۱۔ رواہ الترمذی فی جامعہ۔ وابن ابی الدنیاء فی التہجد۔ وابن خزیمہ فی صحیحہ۔ والحاکم فی المستدرک وصححہ۔ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباہلی۔ (۲) واقعہ۔ والترمذی وحسنہ۔ والحاکم۔ والبیہقی عن بلال (۳) والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی۔ (۴) وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ۔ (۵) وابن حسا کر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ص ۳۳۰۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲۔

۲۔ رواہ الشیخان عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ فتاویٰ رضویہ۔

marfat.com

Marfat.com

ہو اے نفسِ شریر، سوئے طرزد بیرے ناشی رپیدا ہوا۔

① یا ہذا۔ اگر تو وقتِ جماعت جاگتا ہوتا، اور بطلبِ آرام پڑا رہتا ہے۔ جب تو صراحۃً آثم و تارکِ واجب۔۔۔ اور اس عذرِ باطل میں مبطل و کاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ، وَالْكَفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مَنَادِيَّ اللّٰهِ يَنَادِيْ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يُجِيبُهُ۔  
ظلم پورا ظلم۔ اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔

② اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ۔ کہ یہ فتنہ خواب کیوں کر جاگا؟ اور یہ فسادِ عجاہ کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کی تدبیر کر۔

③ کیا تو قیلول ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت نزدیک ہوتا ہے۔ ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا؟۔۔۔۔۔ یوں ہے تو اول وقت خواب کر۔۔۔۔۔ اویار کرام قَدْ سَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاسْرَارِهِمْ نے قیلول کے لئے خالی وقت رکھا ہے، جس میں نماز و تلاوت نہیں۔ یعنی ضحوة کبریٰ سے نصف النہار تک۔ وہ فرماتے ہیں کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے۔۔۔ اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے، ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو گیا اس سے فوتِ جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(ب) کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے؟۔۔۔۔۔ اچھا! ٹھیک دوپہر کو سو۔۔۔۔۔ مگر نہ اتنا کہ وقتِ جماعت آجائے۔۔۔۔۔ ایک ساعت قبلہ۔ قیلول بس ہے۔  
اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے:-

① تکیہ نہ رکھ۔ بچھو تانہ بچھا۔ کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے۔

② سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی۔

③ کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرد ہو لیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں۔

④ سب سے بہتر علاجِ تقیل غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

۱۵ اس جملے پر مستربان جائے۔ ۱۲ محمد احمد اعظمی مصباحی

مَنْ غَلَا بَيْنَ أَدَمَ وَغَاءَ شَرَّ مَنْ يَضْبُهُ بِحُسْبِ ابْنِ آدَمَ أَكَلَتْ يُعْمَنُ صُلبَهُ فَمَنْ كَانَ لَامْعَالَةٍ فَتَلَتْ يَطْعَامِهِ وَتَلَتْ لَشْرِبِهِ وَتَلَتْ لِنَفْسِهِ .

رواہ النہدی و حسنہ وابن ماجہ وابن حبان عن المقدم بن مسکریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ .

آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا۔ آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں۔ اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے۔ تہائی پانی، تہائی سانس کے لئے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا، بانجھ سے بچہ مانگنا ہے۔ جو بہت کھائے گا۔ بہت پیے گا۔ جو بہت پیے گا بہت سوئے گا۔ جو بہت سوئے گا، آپ ہی خیرات و برکات کھوئے گا۔

⑤ یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر۔۔۔ دو رکعتیں خفیف و تمام۔ بعد عشاء ذرا سونے کے بعد۔ شب میں کسی وقت پڑھنی۔ اگرچہ آدھی رات سے پہلے۔ ادائے تہجد کو بس ہیں۔ مثلاً نو بجے عشاء پڑھ کر سو رہا۔ دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں۔ تہجد ہو گیا۔

⑥ سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا۔۔۔ اور اس پر سچا توکل۔۔۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عربیت دیکھے گا۔ ضرورتیری مدد فرمائے گا۔ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ .

④ اپنے اہل خانہ و غیر ہم سے کسی معتمد کو متعین کر کہ وقت جماعت سے پہلے جگا دے کہَا وَكَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْلَةَ الشُّرُئِ .

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے انشاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ رہے گی۔ اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلے۔ اور جگانے والا بھی بھول گیا۔ یا سو رہا۔ کما وقع لسيدنا بلال رضي الله تعالى عنه لولا اتفاق عذر مسموع ہوگا۔ اور امید ہے کہ صدق نیت و حسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا۔ و بالله التوفيق .

(ج) کیا تیری مسیبت میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس تک سونے کا وقفہ نہیں؟ جب تو ساری دقتوں سے چھوٹ گیا۔ سو کر پڑھی۔ یا پڑھ کر سوئے۔ بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر نہ سوئے کہ خوف فوت اصلانہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے۔ غرض یہ تین صورتیں ہیں۔ (۱) پیش از زوال سواٹھنا (۲) بعد جماعت سونا۔ ان میں کوئی خدشہ



ہی نہیں۔ (۳) اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں۔

رب عز وجل سے ڈرے۔ اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے۔ پھر دیکھیں کیوں کرتہید تفویض جماعت کا موجب ہوتا ہے۔

بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ۔ کہ مہر نیم روز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور۔ یکسر مدفوع و محض نامسموع۔ جماعت و تہجد میں اصلاً تعارض نہیں۔ کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجئے۔ اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجئے۔ هذا هو حق الجواب۔ واللہ الہادی الی سبیل الصواب۔

بایں ہمہ اگر بالکل خلاف واقع و بیکار طور پر یہی مان لینا ضروری کہ جماعت و تہجد میں تعارض ہے۔ لہذا ایک ہی کی ادائیگی ہوگی دوسرے کو ترک کرنا ہوگا۔ اب ترجیح جماعت کو ہو یا تہجد کو؟ تو تہجد کی ترجیح محض باطل و مہجور۔

① اگر حسب تصریح عامہ کتب۔۔۔۔۔ تہجد مستحب و حسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب

مانیئے، جب تو ظاہر کہ واجب و مستحب کی کیا برابری؟۔۔۔۔۔ نہ کہ اس کو اس پر تفصیل و برتری!

② اور اگر تہجد میں۔۔۔۔۔ اعلیٰ الاقوال کی طرف۔ ترقی۔ اور جماعت میں۔ ادنیٰ الاحوال کی جانب۔

تربل کر کے۔ دونوں کو سنت ہی مانتے۔ تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں۔

جماعت بر تقدیر سنت بھی تمام سنن حتیٰ کہ سنت فجر سے بھی۔۔۔۔۔ اہم و اکہ و اعظم ہے۔

ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے۔ اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشہد نہ ملے گا۔ تو بالا جماع سنتیں ترک

کے جماعت میں مل جائے۔

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل۔۔۔۔۔ پھر مذاہب اصح پر سنت قبلۃ ظہر بقیہ

سنن سے اکہ ہیں اور امام شمس اللامہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد۔ افضل و اکہ رکعتین

مغرب ہیں۔ پھر رکعتین ظہر۔ پھر رکعتین عشاء۔ پھر قبلۃ ظہر۔ پھر شک نہیں کہ ہمارے امہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سنن روایت تہجد سے اہم و اکہ ہیں۔ ولہذا ہمارے علماء سنن روایت کی

نسبت فرماتے ہیں۔ انہا یتاکتدھا أشبهت الفریضة۔ (یہ مؤکد ہونے کے باعث فرض کے مشابہ ہیں)

اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے۔

تو تہجد جماعت کے کم از کم سے کمتر۔۔۔۔۔ پانچویں درجہ میں واقع ہے۔۔۔۔۔ سب سے

آگہ جماعت — پھر سنت فجر — پھر قبلیہ ظہر — پھر باقی رُوتب — پھر تہجد وغیرہ سنن و نوافل۔  
 اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جا کر پڑے گا۔ سب سے اتنی جماعت — پھر  
 سنت فجر — پھر سنت مغرب — پھر بعدیہ ظہر — پھر بعدیہ عشاء — پھر قبلیہ ظہر — پھر تہجد وغیرہ۔  
 پس تہجد کو سنت بٹھرا کر بھی جماعت سے افضل کیا؟ برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں —  
 نہ مستحب مان کر۔

اگر کہتے یہاں کلام جماعتِ اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اس کی تصریح موجود — اور واجب  
 یا اس اعلیٰ درجہ کی موکدہ "مطلق جماعت" ہے۔ نہ خاص جماعتِ اولیٰ — بلکہ وہ صرف افضل و  
 اولیٰ — اور فضل تہجد اس سے اعظم و اعلیٰ — تو حفظ تہجد کے لئے ترکِ اولیٰ جائز و روا۔  
 اگرچہ افضل، اتیان و ادا۔

اقول :- یہ تائید و تفریع، سراسر بے اصل و احداثِ شیعہ۔ زہار زہار! ہرگز جائز نہیں کہ  
 بے عذر مقبول شرعی — جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر جماعتِ اولیٰ قصداً چھوڑ دیجئے —  
 اور داعی الہی کی اجابت نہ کیجئے۔ جماعتِ ثانیہ کی تشبیہ، اس غرض سے ہے کہ ایسا نابعض مسلمین  
 کسی عذر صحیح۔ مثل مدافعتِ اجنبی، یا حاجتِ طعام وغیرہ — کے باعث جماعتِ اولیٰ سے رہ  
 جائیں، وہ برکتِ جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں۔ بے اعلان و تداعی (یعنی بے اذان) محراب  
 سے جدا ایک گوشے میں جماعت کر لیں — نہ کہ اذان ہوتی رہے — داعی الہی پکارا کرے۔ جماعتِ  
 اولیٰ ہوا کرے — مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں۔ یا پاؤں پھیل کر آرام و سہولتیں کہ عجلت  
 کیا ہے؟ ہم اور کر لیں گے — یہ قطعاً یقیناً بدعتِ سیدہ شنیعہ ہے۔

اس فتوے میں ایک خاص قابلِ توجہ امر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل  
 بریلوی کی حیثیت صرف ایک مفتی کی نہ تھی۔ بلکہ ایک مصلح و مجدد کی شان ان کے فتاویٰ سے بھی عیاں  
 ہے۔ بحیثیت مفتی سوال مذکور کا اتنا جواب کافی تھا کہ — تہجد و جماعت میں تعارض نہیں —  
 دونوں کی ادائیگی کی تدبیر کیا چاہئے — اور اگر بالفرض یہ ممکن نہ ہو تو جماعت ترک کر کے  
 ادائے تہجد کی راہ نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تہجد چھوڑے مگر جماعت سے مغرب نہیں۔ اور یہ حکم خاص جماعتِ اولیٰ

کا ہے ثانیہ تو محض ضرورت اور صحیح عذر کے لئے مشروع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لیکن اس طرح کے جواب سے سائل کو صرف حکم مسئلہ معلوم ہو سکتا ہے۔ بدعت و منکر کا قلع قمع نہ ہو سکے گا۔ کہ تمام وساوس شیطانی اور شہوات نفسانی کا رد ہو، آدمی میں نیکی کی ادائیگی اور برائی کے چھوٹنے کا جذبہ بیکراں و سرور غائب ہو جائے۔ اور سبیل مستقیم پر گامزن ہو جائے۔ اس لئے جواب میں سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی کے خطبات کا انداز و اعطاء و زاجرانہ اختیار فرمایا۔ اور ساتھ ہی طرز عالمانہ و اسلوب محققانہ و مفتیانہ بھی اپناتے رکھا۔ جس کے بعد سائل اگر دل میں ذرا بھی زندگی رکھتا ہو تو یہ فتویٰ اس کے لئے بہترین مرشد و شیخ کا کام دے سکتا ہے۔ بیماری دل کا خوب تر علاج ہو سکتا ہے۔ اور چوں کہ یہ بیماری صرف ایک شخص کی نہیں بلکہ بلائے عام ہے اس لئے یہ فتویٰ نافع خاص و عام ہے۔ وهو الہادی و الموفق۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کے لئے یہ ایک خاص موضوع ہے جس پر تحقیق کی جاسکتی ہے۔ عنوان اس طرح کا ہوگا: "رضوی فتاویٰ میں اصلاح و مواعظت کا عنصر"۔

(۲)

ایک سوال ہے کہ حافظ کو ادا تراویح کے لئے دورۂ فترآن کرنا پڑتا ہے۔ اس سخت محنت کے پیش نظر روزہ فرض اس سے معاف ہے یا نہیں؟ سوال فارسی میں ہے اس لئے جواب بھی فارسی ہے۔ اس کا خلاصہ اردو میں یہاں لکھا جاتا ہے۔ نہر ماتے ہیں۔

یہ جھوٹا بہانہ سمجھ میں نہیں آتا کہ قرأت قرآن روزہ سے مانع ہے۔ اطراف عالم اور اکناف زمین میں بوڑھے، بچے کم طاقت ہزار ہا ہزار حفظ قرآن دن میں روزہ بھی رکھتے ہیں اور رات کو فترآن بھی پڑھتے ہیں۔ اس سے ان کو کوئی ضرر نہیں لاحق ہوتا۔

اور ہو بھی کیسے؟ جب کہ روزہ صحت ہے۔ اور قرآن شفا۔ ہاں اعتقاد صحیح چاہئے تاکہ ان عطیات کا فائدہ رونما ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔  
اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں

کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

فُزُوا تَغْنَمُوا وَصُومُوا تَصْغُرُوا وَسَافِرُوا تَسْتَفْتُوا۔

غزوہ کرو وغنیمت یاب ہو گے۔ روزہ رکھو صحت پاؤ گے۔ سفر کرو مالدار ہو گے۔

ذرا بھی باور نہیں ہوتا کہ اس شخص کو قرأت قرآن روزہ سے روکتی ہے۔ لہذا درحقیقت یہ صرف

عذر باطل ہے۔ اور پست ہمتی و نفس پروری ہے۔ والیاء باللہ۔

اگر بالفرض ایسا ہی ہے کہ ستر آن پڑھنے سے اس کو اس قدر کمزوری لاحق ہو جاتی ہے کہ روزہ

کی طاقت نہیں رہ جاتی تو اس صورت میں یہ قرآن پڑھنا اس کے حق میں نہ سنت ہو گا نہ باعث ثواب۔

بلکہ حرام و موجب عذاب۔

علمائے مطلقاً فرمایا ہے کہ ہر وہ عمل جو باعث ضعف اور مانع روزہ ہو۔ جائز نہیں۔ اور

اگر کسی شخص کی ایسی حالت ہو کہ روزہ رکھے تو نماز میں قیام نہ کر سکے، اس کے لئے روزہ رمضان چھوڑنا

جائز نہیں۔ بلکہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔

سبحان اللہ! علماء کے نزدیک قیام نماز۔ جو خود فرض ہے روزہ کی رعایت سے ساقط

ہو جاتا ہے۔ یہاں روزہ صرف ایک سنت کی خاطر۔ بلکہ حصول امامت سے ملنے والے "تفاخر"

کی خاطر۔ بلکہ ایک ایسے فعل ناجائز و گناہ و حرام (یعنی تفاخر) کی خاطر۔ معاف ہو جائے یہ تو

منہیں مگر صریح جہالت۔ یا قبیح مخالفت۔

اس عزیز سے کہیں کہ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے روزہ رمضان تجھ پر اور تجھ جیسے سب پر

فرض عین فرمایا ہے۔ اور ستر آن تراویح میں ختم کرنا نہ فرض ہے نہ سنت عین۔ اگر وقت دور

کثرت تلاوت کے باعث۔ جو اکثر حافظوں کے لئے ناگزیر ہے۔ تجھے اتنی کمزوری آ جاتی

ہے تو یہ تیرے ذمہ لازم نہیں ستر مایا گیا۔ کسی دوسرے حافظ کی اقتدار کر تراویح ادا کر۔

روزہ رکھ۔ فرض بھی حاصل کر۔ سنت بھی تمام۔ اور اگر اتنا نہیں ہو سکتا تو تراویح میں

پورا قرآن نہ پڑھ۔ نہ سن۔ یہی بیس رکعات تجھ سے جس طرح ادا ہو سکیں ادا کر۔ اور روزہ

چھوڑ کر نازِ حیمہ و عذاب الیم کا مستحق نہ بن۔

اے بھائی! روزہ فرض عین ہے — اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم۔ تراویح میں ختم قرآن تو سنت کفایہ ہے اور یہ سنت کفایہ سنت عین سے مؤخر۔ یہ کیا بے وقوفی ہے کہ سنت کفایہ کو فرض عین پر مقدم کریں۔

اس کلام کے بعد سیدنا غوث الثقلین، پیر دستگیر محمدی الدین ابو محمد، عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مبارک "فتوح الغیب" شریف سے کچھ عبارت تحریر فرمائی ہے جو ایسے تمام لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو نوافل و مستحبات میں تو کوشاں ہیں اور فرائض و واجبات سے غافل فرماتے ہیں

يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَسْتَعِذَّ أَوَّلًا بِالْفَرَائِضِ. فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اسْتَعِذَّ بِالسَّنَنِ. ثُمَّ يَسْتَعِذُّ بِالنَّوَافِلِ وَالْفَضَائِلِ — فَمَا لَمْ يَفْرُغْ مِنَ الْفَرَائِضِ فَاسْتَعِذَّ بِالسَّنَنِ حَقَّقْ رُغْمُوتَهُ — فَإِنْ اسْتَعِذَّ بِالسَّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ وَاهِيْنٌ. فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ يَدْعُوهُ الْمَلِكُ إِلَى خِدْمَتِهِ فَلَا يَأْتِي إِلَيْهِ وَيَقِفُ بِخِدْمَةِ الْأَمِيرِ الَّذِي هُوَ عُلَامٌ الْمَلِكِ وَخَادِمُهُ وَتَحْتَ وَلَآئِيَتِهِ —

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: — إِنَّ مَثَلَ مُصَلِّي النَّوَافِلِ وَعَلَيْهِ فَرِيضَةٌ كَمَثَلِ حُبْلَى حَمَلَتْ فَلَمَّادِي نَفَاسَهَا اسْقَطَتْ، فَلَا هِيَ ذَاتُ حَيٍّ وَلَا هِيَ ذَاتُ وِلَادٍ — وَكَذَلِكَ الْمُصَلِّي لَا يَقْبَلُ الشَّيْءَ لَهُ نَافِلَتُهُ حَتَّى يُؤَدِّيَ الْفَرِيضَةَ وَ مَثَلُ الْمُصَلِّي كَمَثَلِ الشَّاجِرِ — لَا يَحْصُلُ لَهُ رِيحُهُ حَتَّى يَأْخُذَ رَأْسَ مَا لِمِهِ — فَكَذَلِكَ الْمُصَلِّي بِالنَّوَافِلِ لَا يَقْبَلُ لَهُ نَافِلَتُهُ حَتَّى يُؤَدِّيَ الْفَرِيضَةَ — اس کا فارسی تشریحی ترجمہ بھی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح فتوح الغیب سے مختصراً نقل فرمایا ہے۔ یہاں اس کا اردو خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

مسلمان کو یہ چاہئے کہ پہلے ان چیزوں پر کاربند ہو جو فرض و واجب ہیں — جب ان سے عہدہ برآ ہوئے تو مؤکد سنتوں میں مشغول ہو۔ پھر نوافل و فضائل میں مشغول ہو — فرائض چھوڑتے ہوئے سنتوں میں مشغولی جہالت و بے وقوفی کی نشانی ہے — اگر فرائض ترک کرتے ہوئے سنن و نوافل میں مشغول ہو تو یہ نوافل و سنن قبول نہ ہوں گے بلکہ وہ ذیل و خوار کر دیا جائے گا۔

پھر چپہا حدیث و عبارات مزید لکھ کر حق اصلاح و ارشاد ادا کر دیا ہے۔ واللہ الہادی۔  
یہ فتویٰ نہ صرف ایک شخص کے لئے بلکہ بے شمار ایسے افراد کے لئے باعث ہدایت ہے جو  
طاعات و عبادات میں تو منہمک ہیں مگر ترتیب طاعات سے بے پرواہ اور رعایت واجبات و منہا  
سے غافل ہیں۔

بعض حاضرین نے عرض کیا۔ حضور! دنیوی مکروہات نے ایسے گھیرا ہے کہ روز ارادہ کرتا ہوں کہ آج قضا نمازیں ادا کرنا شروع کروں گا مگر نہیں ہوتا۔ کیا یوں ادا کروں کہ پہلے تمام نمازیں فجر کی ادا کروں پھر ظہر کی۔ پھر اور اوقات کی۔ تو کوئی حرج ہے؟ مجھے یہ بھی یاد نہیں کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

ارشاد————— قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔ نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔ کیا مشکل ہے کہ ایک دن کی بیس رکعت ہوتی ہے (یعنی فجر کے فرض کی دو رکعت۔ ظہر کی چار عصر کی چار۔ مغرب کی تین۔ عشا کی سات (چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے ہر وقت

ادا کر سکتا ہے۔ اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء (روتر) کی۔ یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بعد رطقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے۔ کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی جو فجر مجھ سے قضا ہوئی۔ ہر دفعہ بھی کہے۔ یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے۔

اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص کے ذمے تیس یا چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں۔ اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ جن کے بغیر گزر نہیں۔ کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا۔ اور پکا ارادہ کر لیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا اور فرض کیجئے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک دن ہی کے بعد اس کا انتقال ہو جائے تو اللہ اپنی رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کرے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَنِ اللَّهِ. جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آجائے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا۔

یہاں مطلق فرمایا۔ اگر ایک ہی قدم نکالا اور موت نے آیا تو پورا کام اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں سارا دار و مدار حسن نیت پر ہے۔

(۴)

اندرون نماز (یا دوران خطبہ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے پر زبان سے درود بھیجنے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اللہ عز وجل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عَزَّ وَجَلَّ۔ یا۔ جَلَّ جَلَالُهُ۔ یا اس کے مثل کلمات تعظیمی کہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا۔ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ یا اس کے مثل کلمات درود کہے۔

سے مضمونات۔ حصہ اول۔ شائع کردہ کتب خانہ سمت فی میرٹھ شہید

مگر یہ دونوں وجوب بیرون نماز ہیں۔ نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمادئے ہیں اور کی اجازت نہیں۔ خصوصاً جہر یہ نماز میں وقت ستہ آت امام، مقتدی کا سننا۔ اور خاموش رہنا واجب ہے۔ امام کے خطبہ پڑھنے میں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ آئیں۔ سامعین دل میں کلمات تقدیس و درود کہیں۔ زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں۔ نماز میں نام الہی سن کر ”جَلَّ وَعَلَا۔ یا۔ نام مبارک سن کر“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ کہا۔ اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی۔ سہواً ہو یا قصداً۔ اور اگر بلا قصد جواب ہے تو قصداً ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں ہے۔

(۵)

اسی طرح بہت سے منکرات و بدعات کے بارے میں بے شمار تنبیہات ہیں ان میں کمال استقصاء نہ میرا مطلوب ہے۔ نہ برادر مولف زید فیض کا مقصود ہے۔ البتہ اصل کتاب میں اس کے نمونوں کا کافی و دافی حصہ موجود ہے۔ ذرا ورق الٹ کر دیکھئے پھر فیصلہ کیجئے کہ یہ کس کا قلم ہے جس نے بدعات و مفاسد کی بیخ کنی میں پوری جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔ نہ نولے لومہ لائم کا خوف ہے نہ دنیا دلوں کی ناراضی کا اندیشہ۔ اے اپنے مولیٰ کی رضا کافی ہے اس کی آنکھوں میں شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اور فقہ اسلامی کا کیف و سرور ہے۔ اس لئے وہ فیصلے کرتا ہے تو حق اور اٹل فیصلے کرتا ہے۔ نہ تو اس میں افراط ہے کہ بدعت کو شرک۔ گناہ کو کفر۔ مکروہ تنزیہی کو حرام۔ یا کم از کم صغیرہ بلا اصرار کو کبیرہ۔ خفی کو جلی۔ کہہ دے۔ نہ اس میں تفریط ہے کہ مکروہ یا خلاف ادلیٰ کو غیر مکروہ و مستحب۔ بدعت کو سنت۔ منکر کو معروف۔ یا ناجائز کو جائز کہہ دے۔ اعتدال ہے اور صرف اعتدال۔ یہی وہ اصلاح ہے جو فساد و افساد سے پاک ہوتی ہے۔

واللہ! اس نے بدعات شکنی کی ہے اور اپنے آبدار قلم کی وہ صولت و ہمت دکھائی ہے جس کی نظیر اس کے حریفوں میں صبح قیامت تک نہیں مل سکتی۔ ثبوت کے لئے ایک بار پھر اس کتاب کا حصہ دوم کھولئے اور غور سے پڑھئے۔ شوقِ دل مزید وارفتہ کرے تو خود اس کی تصانیف نکالئے اور دامن فکر



وقتہ برتھام کرنیٹس عمیق مطالعہ فرمائیے۔ دیکھئے کہ میسگر بیان سے زیادہ اس میں ہے یا نہیں؟ واللہ الموفق والہادی الی سواء السبیل۔

اللہ اکبر! بھلا کسی صاحب ہوش و خرد کے دماغ میں یہ آنے والی بات ہے کہ جس نے بدعات و منکرات کی اتنی زبردست حوصلہ شکنی کی ہے وہی بدعات کا فروغ دینے والا ہو؟ دیکھو تو ہسی! کہیں بدعت شکنی کو بدعت افزائی تو نہیں کہہ دیا؟ فردغ سنت کا نام فروغ بدعت تو نہ لکھ دیا؟ تعظیم خدا و رسول، مکرم صحابہ و اولیاء، اور حفاظت دین و سنت کا نام مہربانی اصطلاح میں بدعت تو نہیں؟ ذرا اچھی طرح غور کرو۔ اور صحت ہوش و خرد کے عالم میں بولو! خدام سے بچ کھلو آئے!۔ آمین۔

(۶)

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مجتہد اعظم اور مصلح اکبر کردار و عمل میں اس سے کہیں زیادہ پختہ ہے جتنا کہ گفتار و قلم میں ہے۔ وہ اگر گفتار کا غازی ہے تو کردار کا فاتح۔ قلم کا دھنی ہے تو عمل کا تاجدار۔ ملاحظہ فرمائیے چند شواہد۔

① جس فقیہ کے پاس فتوے اتنی کثرت سے آتے ہوں کہ اس کے اوقات جواب مسائل میں مصروف ہوں اس سے جماعت جو واجب ہے۔ اور سنن مؤکدہ جو قریب بواجب ہیں معاف ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے کتب فقہ۔

مگر امام احمد رضا کی شان تقویٰ قابل دید ہے۔ سوالات اتنی کثرت سے آتے تھے کہ ایک موقع پر کسی نے کچھ اس طرح لکھ دیا تھا کہ جواب کی جو کچھ فیس ہوگی ادا کی جائے گی، اصل مسئلہ کے جواب کے بعد رقم طراز ہیں۔

”یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل۔ چین۔ و افریقہ۔ و امریکہ۔ و خود عرب شریف۔ و عراق سے استیفاء آتے ہیں۔ اور ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکاونٹ لکھے برس۔ اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالیٰ اکاونٹ برس ہونے آئے۔ یعنی اس

صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھہہیں گزرے۔۔۔ اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھ گئے۔ بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا۔ نہ لیا جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ۔ ولہ الحمد۔

معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت، دنیہمت میں جنہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے۔ جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟  
 بھائیو!۔ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجِرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے۔ اگر دو چاہے۔  
 لیکن اس کثرت فتویٰ کے باوجود ہمیشہ جماعت کی پابندی فرمائی اور سنن مؤکدہ بھی نہ چھوڑیں۔ فتویٰ وہ ہے تقویٰ یہ۔

② جو شخص بیماری میں اتنا لاغر ہے کہ مسجد نہیں پہنچ سکتا۔ یا جاسکتا ہے لیکن مرض بڑھ جائے گا اس کے لئے جماعت چھوڑنا جائز ہے۔۔۔۔۔ مگر امام احمد رضا کی آخری بیماری جس میں وصال فرمایا حال یہ تھا کہ مسجد تک از خود جا نہیں سکتے تھے پھر بھی فوت جماعت گوارا نہیں۔

جَمْعُ الشُّرَى فِي نَهْجِ النَّسَاءِ عَنْ زَيْلَةِ الْقُبُورِ میں مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ محلہ جمال پور شہر احمد آباد (گجرات) کے مکبر سوال کے جواب میں مفصل فتویٰ دیتے ہوئے شروع میں فرماتے ہیں۔

”آپ کی جسٹری ۵ ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔۔۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا۔ آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے، چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔“

اس کے حاشیہ میں راقم نے لکھا۔۔۔۔۔ اس عبارت سے جہاں یہ ظاہر ہوا کہ حضرت سخت بیمار تھے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ ایسی سخت علالت میں بھی جماعت چھوڑ کر گھر میں تنہا نماز پڑھ لینا گوارا نہ تھا۔ جب کہ اتنی شدید علالت بلاشبہ ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔

ایک دفعہ استاذ محترم حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ

(۱۳۱۲ھ/۱۹۹۶ء) بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اسی بیماری کا حال بیان کیا کہ "ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ جماعت کا وقت ہو گیا طبیعت پریشان۔ ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضر مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔"

آج صحت و طاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترک نماز اور ترک جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درس عبرت ہے۔

③ شیخ فانی جو روزہ سے عاجز ہو اس کے لئے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کر دے۔ یا جو سخت بیمار ہے کہ طاقت روزہ نہیں اس کے لئے قضا جائز ہے۔ زندگی کے آخری سال اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہی حال تھا کہ بریلی میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے لئے، فتویٰ صادر نہ کیا کہ مجھ پر روزہ فرض ہے۔ کیوں کہ نبی تال میں ٹھنڈک کے باعث روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ اور وہاں جا کر قیام کرنے پر میں قادر ہوں۔ لہذا مجھ پر روزہ فرض ہے۔

④ باقاعدہ ٹوپی کرتا، پاجامہ یا تہبند پہن کر نماز بلاشبہ جائز ہے تنزیہی کراہت بھی نہیں۔ ہاں عمامہ بھی ہو تو یقیناً مستحب ہے۔ امام احمد رضا باوجودیکہ بہت حازم مزاج تھے مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ دستار اور انگ رکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔

⑤ عوام تو عوام ہیں۔ بعض خواص کا یہ حال ہے کہ خود اگر کسی غیر شرعی امر میں مبتلا ہیں۔ تو اس کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کریں گے۔ اور اگر دوسرا کوئی مسلمان بھائی جائز و غیر مکروہ امر کا پابند ہے۔ مستحب و ادنیٰ کی رعایت نہیں کر پاتا۔ اور یہ بعض خواص اس معاملہ میں مستحب کی بھی رعایت فرماتے ہیں تو اس بھائی کو طرح طرح برا کہیں گے۔ اور اس ترک ادنیٰ سے شدید و عظیم امر غیبت مسلم میں گرفتار ہوں گے۔ اور خود اپنے احوال پر تنقید کی توفیق نہ ہوگی۔ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی شان یہ ہے کہ دوسری چینی کے بارے میں استفتاء آیا۔

۱۔ مزارات پر عورتوں کی حاضری (جمل النور) ص ۱۲-۱۳ اشاع کردہ مجلس اشاعت طبعہ فیض العلوم محمد آباد گڑھ۔ اعظم گڑھ ۱۹۸۰ء  
۲۔ کرامات اعلیٰ حضرت ص ۳۱۔ بروایت مولانا محمد حسین صاحب نظامی میرٹھی۔

اس کے جواب میں رسالہ تصنیف کیا "احلی السکر فی سکر و سر" جس سے اس کے استعمال کا جواز نکلتا ہے۔۔۔ کوئی ناواقف سوچ سکتا تھا کہ شاید خود استعمال فرماتے ہیں اس لئے اتنی کوشش فرمائی ہے۔ مگر حاشا وکلا! وہ مقبول بندہ خدا کبھی اپنی خواہش کے لئے فتوے نہ دیتا۔۔۔ وہ وہی حکم سناتا جو شریعت مطہرہ کا تقاضا ہو۔۔۔ خود منہ مانتے ہیں۔

"فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی۔ نہ کبھی اپنے یہاں منگائی۔ نہ آگے منگانے کا قصد۔۔۔ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔۔۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں نہیں آثم (گنہ گار) خواہ بے باک جانتا۔۔۔ نہ تو روع و احتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے۔ نہ اپنے نفس ذلیل مبین رذل کے لئے ان پر ترفع و تعلیٰ روا رکھے۔۔۔ وباللہ التوفیق والعیاذ من المداہنۃ والتضییق<sup>لہ</sup>۔"

اور جو احتیاط کرے اسے یوں ہدایت فرماتے ہیں (چوں کہ یہ باتیں ہمارے موضوع رد منکرات سے متعلق ہیں اس لئے پوری عبارت لکھی جاتی ہے)

"جو بچنا چاہے اور ان امور کا کہ ہم مقدمہ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل۔۔۔ اور نہایت محمود عمل۔۔۔ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے۔۔۔ نہ کہ اس کے سبب اصلی شی کو ممنوع کہنے لگے۔ یا جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہوں ان پر طعن و اعتراض کرے۔ اپنی نظر میں حقیر سمجھے۔۔۔ اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افتراء اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔ (تائید میں آیات و احادیث پیش فرمانے کے بعد) عجب اس سے کہ ورع (پرہیز و تقویٰ) کا قصد کرے۔۔۔ اور محرمات قطعہ میں پڑے۔۔۔ یہ صرف تشدد و تعنت کا نتیجہ ہے۔۔۔ اور واقعی دین و سنت صراط مستقیم میں۔ ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے۔ یوں افراط سے اس قسم کے آفات میں مبتلا پاتا ہے۔۔۔ لَمْ یَجْعَلْ لَهُ مَبْجَافًا۔۔۔ دونوں مذموم۔۔۔"

بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت؟ آج کل بہت جہال منتسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں۔۔۔ مکروہات۔۔۔ بلکہ مباحتات بلکہ مستحبات جنہیں بزم علم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے

سہ ص ۱۰۹-۱۱۰ الفت دی رضویہ جلد دوم، طبع دوم، ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء سمائی کتب خانہ میرٹھ۔ محبوب المطابع دہلی۔

تحدیر و تنفیہ کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے۔ حتیٰ کہ نوبت تا بہ اطلاقِ شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا نذارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں۔۔۔۔۔ الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔۔۔۔۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ، بھجوائے "عذر گناہ بدتر از گناہ" تاویل کریں کہ بنظرِ تحویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔۔۔۔۔ سبحان اللہ!۔۔۔۔۔ اچھا تشدد ہے کہ ان بے زیادہ بدتر از گناہوں کا خود از کتاب کر بیٹھے۔ (دوسطربعد پھر تائید میں احادیث)۔

④ مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلاتا جائز نہیں۔ ہاں ایسا تیل جلایا جائے جس میں بدبو نہ ہو مثلاً کر دواتیل۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فتویٰ مسجد میں ان کے عزیز مرید حاجی کفایت اللہ صاحب نے لائین کے اندر کر دواتیل جلایا۔۔۔۔۔ اب اپنے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کمال احتیاط دیکھئے۔۔۔۔۔ حاجی صاحب سے سنرمایا۔ یہ لائین آپ نے یہاں کیسے جلادی؟ عرض کیا۔ حضور! اس میں مٹی کا تیل نہیں، کر دواتیل ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھے رہئے اور ہر شخص کو بتاتے رہئے کہ اس میں وہ تیل نہیں جس کی ممانعت ہے ورنہ لائین دیکھ کر لوگ کہیں گے: مولوی صاحب بھی اپنے یہاں مسجد میں مٹی کا تیل جلاتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر حضرت نے لائین باہر کرادی۔۔۔۔۔ اسی لئے فتاویٰ رضویہ میں ایک موقع پر عوام کو احترام علماء اور ان کے عمل کی حیثیت سمجھنے پر تنبیہ کرنے کے بعد علماء کے لئے تحسیر فرماتے ہیں۔

”علماء کو چاہئے کہ اگر خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں۔ عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں۔۔۔۔۔ کہ اس میں دو فتنے ہیں۔ جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا۔ غیبت کی بلا میں پڑنا۔ عالم کے فیض سے محسور رہنا۔۔۔۔۔ اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔

عالم فسوقہ ملامتہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو۔ مسند ہدایت پر ہے عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ”ان کا“ نفع ہے۔ اچھا نا ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بنا دے۔

ص ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲۰۔ ایضاً۔  
ص ۵۹۶۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء طبع اول سنی دارالاشاعت ببارک پور۔ مطبوعہ مکتبہ نور



ایسی مثالیں اگر تفصیلاً جمع کی جائیں تو ایک اور کتاب تیار ہو جائے بمقصد کلام بس یہ ہے کہ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے رد بدعات و منکرات کا بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ اور منکرات و بدعات سے خود پرہیز کرنے میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

ایسے عالم حاذق۔ عامل کامل۔ متقی متواضع۔ مجدد ملت۔ مصلح امت کے خلاف جو لوگ اپنی ہوائیں کی خاطر زہر افشائیاں کر رہے ہیں وہ خود اپنا حشر دیکھیں گے۔ اہل علم و تحقیق اور اصحاب دین و عقل کو چاہئے کہ حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں عالم برحق کی اتباع کریں اور مخالفانہ پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔



ایک وضاحت ضروری ہے کہ بدعت کا معنی کیا ہے اور بدعات و منکرات سے یہاں مراد کیا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

أَبْدَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلَ عَلَى غَيْرِ مَثَالٍ سَبَقَ — وَ فِي الشَّرْعِ إِحْدَاثُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

لغت میں بدعت ہر اس چیز کا نام ہے جو بغیر کسی سابقہ نمونے کے عمل میں آئے۔ اور شرع میں بدعت کا معنی ہے ایسی چیز کی ایجاد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ رہی ہو۔

یہ ہے بدعت کا معنی۔ ظاہر ہے کہ اس معنی میں ہر بدعت بُری نہیں۔ صد ہا چیزیں ہیں جو عہد رسالت کے بعد ایجاد ہوئیں اور تمام علماء امت نے اسے پسند کیا۔ جیسے سترن پر اعراب، حدیث کی تدوین۔ اصول حدیث۔ اصول تفسیر۔ اصول فقہ۔ اور فقہ و کلام وغیرہ علوم و فنون کی ایجاد۔

اسی لئے علماء صاف فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ کی کتاب القواعد سے بدعت کی پانچ قسمیں نقل کی ہیں۔

① واجب ② حرام ③ مستحب و مندوب ④ مکروہ ⑤ مباح۔

علامہ ابن عابد بن شامی رد المحتار میں صاحب در مختار کے قول صاحب بدعت (بدعت والا)

کے تحت فرماتے ہیں۔

ای مُحَرَّمَةٍ وَ الْآفَقْد تَكُونُ وَاجِبَةً كُنْصَبِ الْاَوَّلَةِ لِلرَّدِّ عَلَى اَهْلِ الْغُرَقِ الصَّالَةِ وَ تَعَلُّمِ  
النَّعْرِ الْمَفْهُمِ لِلْكِتَابِ وَ السَّنَةِ - وَ مَتَدُوْبَةً كَاِخْذَاثِ نَعُوْرٍ بَاِطٍ وَ مَدْرَسَةٍ وَ كُنْ اِحْسَانِ  
نَمْ يَكُنْ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ - وَ مَكْرُوْهَةً كَزُخْرَفَةِ الْمَسَاجِدِ وَ مُبَاحَةً كَالْتَوْشِعِ بِلَدْنِيذِ  
الْمَاكِحِ وَ الْمَشَارِبِ - وَ الْتِيَابِ -

یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے۔ ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنے  
کے لئے دلائل قائم کرنا۔ علم نحو سیکھنا جس سے قرآن و حدیث کو سمجھ سکیں۔ مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسے جیسی  
چیزیں قائم کرنا۔ اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو۔ مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔  
مباح بھی جیسے کھاتے پینے کی لذت چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔

خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ  
اَنْ يُنْقَضَ مِنْ اَجْرِهُمْ شَيْءٌ - وَ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً نَسِيئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ  
بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَضَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ -

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس ایجاد کا ثواب اور اس کے بعد اس  
پر عمل کرنے والوں کا ثواب بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے ثواب سے کچھ کم کیا جائے اور جس نے اسلام میں  
کوئی برا طریقہ نکالا تو اس کے لئے اس نئی تراش کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ۔ بغیر اس کے کہ عمل کرنے  
والوں کے گناہ سے کچھ کم ہو۔

اسی لئے سرکار کی حدیث كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ہر بدعت گمراہی ہے) کی شرح میں امام طاعی قاری  
رحمۃ اللہ علیہ صاحب ازھار سے نقل فرماتے ہیں۔ اِیْ كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٌ ضَلَالَةٌ - یعنی ہر بری بدعت گمراہی  
ہے۔ دلیل میں وہی سابقہ حدیث پیش کرتے ہیں یعنی خود سرکار نے جب ایجاد ہونے والی اچھی چیز کی  
تعریف کی ہے۔ اور ایجاد کرنے والے کے لئے اجر کی بشارت دی ہے۔ تو ہر نئی چیز گمراہی نہیں ہو سکتی  
بلکہ خود حدیث پاک سے بدعت کی تفہیم اچھی اور بری میں ہو چکی ہے۔

اب یہ سمجھ لیں کہ بدعت جب مطلق بولی جائے تو وضاحت دافینے کی ضرورت ہوگی۔ جیسے۔

۱۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۴۱ ج ۲۔ اصح المطابع دہلی۔ ابن ماجہ ص ۱۹۵ مطبعہ جدیدہ۔ مکتبہ دہلی۔ سنائی ص ۴۵۶ ج ۱ دہلی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یحجائی تراویح کے بارے میں فرمایا۔ نَعَمَتِ الْبِذْعَةُ هَذِهِ۔ کیا ہی خوب ہے یہ بدعت۔ یہاں بدعت حسنہ کی صراحت ہو گئی۔

اسی طرح منکرات کے ساتھ لفظ بدعات کا ذکر پتہ دے رہا ہے کہ بدعت سے مراد بری بدعت ہے کیونکہ منکر کا معنی ہے شرع میں نامعروف اور بری چیز۔ البتہ بدعتی یا مبتدع کا لفظ استعمالاً یہ مذہب کے لئے خاص ہو گیا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بری بدعات کا ہی قلع قمع کیا ہے۔ ان نئی چیزوں کا نہیں جن کی ایجاد کرنے والے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجر و ثواب کی خوشخبری دی ہے۔

ذکر میلاد، اور قیام تعظمی وغیرہ کی اصل تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے یہ عمل کئے ہیں البتہ موجودہ وسیع طریقہ پر محفلوں کا انعقاد یہ ذرا نیا ہے مگر منکرات سے خالی ہے تو برا نہیں چھا ہے۔ جیسے دن تارخ کی تعین، اور اشتہارات، لاف ڈا سپیکر وغیرہ کے ذریعہ اعلان کے ساتھ عظیم میلانے پر دینی جلسوں کا انعقاد یقیناً کھل ہوئی بدعت ہے مگر بری نہیں اچھی ہے۔

اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے ان امور کی تائید فرمائی ہے۔ تردید نہیں کی ہے۔ اور کوئی عالم ربانی بھلا ایسی چیزوں کی تردید بھی کیسے کر سکتا ہے جس کی اجازت جس پر بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہو۔ البتہ علمائے سواد اس کی پرواہ نہیں کرتے اور ہوائے نفس کے پیچھے چلتے ہیں۔ واللہ الہادی الی سواد السیل۔



زیر نظر کتاب برادر گرامی مولانا نائیس اختر مصباحی کی گراں قدر کادشوں کا نمونہ ہے۔ زبان و بیان کی تسکنتگی، دلائل کی پختگی۔ رد و اثبات میں متانت و سنجیدگی آپ کو ہر جگہ عیاں نظر آئے گی۔ موصوف نے رضویات کے ایک نئے موضوع پر تحقیق کی ہے جو قارئین کے لئے خاصی دلچسپی کا باعث ہو گا۔

حصہ اول ذکر خدات میں بھی انہوں نے وہ باتیں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ کی حیات و خدمات پر لکھی ہوئی کتابوں میں کم ملتی ہیں۔ یا نہیں ملتی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ نئے گوشے سامنے لائے جائیں اور جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے اس کے لئے قارئین کی توجہ پہلی کتابوں



کی طرف مبذول کرادی جائے۔

ہندوپاک کے اہل تحقیق کوشش کریں تو رضوی خدمات کے بہت سے اہم گوشے جواب تک تشنہ توجہ ہیں وہ بھی عمدہ طریقے پر منظر عام پر آسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مجددی، حکیم محمد موسیٰ صاحب صدر مرکزی مجلس رضا لاہور، مولانا عبدالحکیم صاحب مشرق قادری وغیرہم کی خدمات قابل تحسین و لائق تقلید ہیں۔ کثر اللہ تعالیٰ امثالہم۔

محمد احمد الاعظمی المصباحی

امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات

حصہ اول

ذکر خدمات

پیش اختر مصباحی

# جائزہ کمالات شخصیت

چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام کی مذہبی و روحانی شخصیتوں کے حالات اور ان کی گرانقدر خدمات کو دین و دانش کے معیار پر دیکھا جائے تو علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خدمت دین متین کے لحاظ سے مشاہیر علماء و مشائخ کرام کے جھرمٹ میں وہ نفوس قدسہ جو نازش بزم اور رونق انجمن ہیں۔ جن کے ایمانی جلال و جمال نے تیرہ و تار ماحول کو اپنے انوار و تجلیات سے روشن و تابناک بنا رکھا ہے۔ ان میں دو نام خصوصیت کے ساتھ ممتاز و نمایاں اور زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہ م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء۔

۲۔ عاشق رسول عارف باللہ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسمعیل بنہانی قاضی القضاۃ بیروت م ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء (تلمیذ استاذ الاساتذہ شیخ ابراہیم السقا الشافعی م ۱۳۸۹ھ / ۱۸۷۲ء)۔

علامہ یوسف بن اسمعیل بنہانی نے رجب ۱۲۸۹ھ میں جامعہ ازہر مصر سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی سند حاصل کی اور دینی و علمی کارہائے نمایاں انجام دئے۔ آپ کے زورِ قلم، قوتِ خطابت اور کمالِ شعرو ادب کا ایک عالم معترف و گواہ ہے۔ اور حمایتِ سنت و استیصالِ بدعت کے لئے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

اپنی تصانیف مبارکہ حجة الله على العالمين فی معجزات سيد المرسلين - جواهر البحار فی فضائل النبی المختار - شواهد الحق فی الاستفاضة بسید الخلق۔

وسائل الوصول الى شمس الرسول، افضل الصلوات على سيد السادات اور الفضائل  
المحمدية میں آپ نے عشق و محبت رسول علیہ النعمۃ والثناء کے جو ابدار گوہر لٹائے ہیں۔ ان کے  
دیدار سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور مرد مومن کی روح مجھوم اٹھتی ہے۔

یہ فیضان محبت رسول ہی ہے کہ آپ کے قلم سے ایسے ہزاروں نعتیہ اشعار بھی نکلے جو پڑھنے والوں  
کے دل کی گہس رایتوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ اس صنف حسن سے تعلق خاطر کی بنا پر عربی زبان میں  
کہی جانے والی نعتوں کو آپ نے بے نظیر تحقیق و تفتیش کے ساتھ المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح  
النبویۃ (مطبوعہ بیروت) میں جمع کر دیا ہے۔

احادیث رسول سے بھی اتنا شغف اور واہمانہ نگاہ تھا کہ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ  
الی الجامع الصغیر (چودہ ہزار احادیث کا ذخیرہ) قرۃ العینین علی منتخب الصغیرین  
(نہیں ہزار احادیث کا مجموعہ اور ان پر حواشی) وغیرہما علم حدیث میں آپ کے تبحر کے شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح ارشاد العیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصارى - سبیل  
النجاۃ - سئلۃ الانام فی اتباع دین الاسلام - دلیل التجار الی اخلاق الاخیار -  
الرحمة المہدۃ فی فضل الصلوۃ - الرایۃ الصغری فی ذم البدعة ومدح السنۃ  
الفراء - ریاض الجنۃ فی اذکار الکتاب والسنۃ - الاستفاضة الکبریٰ باسماء اللہ العسی -  
وغیرہ آپ کی تصنیفات میں مشہور و معروف ہیں۔

علامہ یوسف بن اسمعیل بنہانی کا پورا خاندان الفت و محبت رسول اور عشق مصطفیٰ علیہ النعمۃ  
والثناء میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور بقول حضرت شیخ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی (خلیفہ امام احمد رضا فاضل  
بریلوی) : حضرت یوسف بنہانی علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ کو چوراسی مرتبہ سرور کون و مکان  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے،

اور خود آپ کا یہ حال تھا کہ فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی (خلیفہ امام احمد رضا  
فاضل بریلوی) بقدر سرہ کا بیان ہے کہ۔

”مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت گنبد خضراء کے شرف سے مشرف ہونے وقت میں نے باب السلام

طہ منہ پیش نظر جواہر البحار جلد اول (مترجم، مکتبۃ بحیب الزآباد۔

میں نے ان سے عرض کیا حضور! آپ قبرانور سے اتنی دور کیوں بیٹھے ہیں؟ تو روپڑے اور فرمایا۔  
 ”میں اس لائق نہیں کہ قریب جاؤں۔“ **ملخصاً ایہ**

حضرت شیخ ضیاء الدین مہاجر مدنی ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

”جواہر البھار“ کی تصنیف کے کچھ عرصہ بعد موصوف کو سرکارِ دہلی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار نے ”جواہر البھار“ کو بہت پسند فرمایا اور ازراہ کرم علامہ کو بیٹھنے سے لگایا۔ علامہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ حضور! اب جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی تاب نہیں رہی۔ آخر اسی حالت میں وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی معرکہ الآراء عربی تصنیف، الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الضبیۃ، جو انہوں نے اپنے دو سفر حج ۱۳۲۳ھ کے دوران بحالت بخار ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کی تقریظ میں علامہ یوسف بنہانی رقم طراز ہیں۔

”میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور بہت زیادہ نفع بخش اور مفید دینی کتابوں میں پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک امام کبیر علامہ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اثر راضی ہے اس رسالہ کے مصنف سے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی رکھے۔ اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو برائے الخیر۔“

كتب ذلك بقلمه الفقير الحقير يوسف بن اسماعيل التيهاني في  
المدينة المنورة في صفر الخير سنة ١٣٣١هـ.

اسلام کی ان دونوں جلیل القدر ہستیوں کی خدمات کا اعتراف اجلہ علماء کرام نے کیا ہے۔  
حضرت شیخ حسین بن محمد بن علی الدولة المکسہ کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔

” اللہ ہماری طرف سے جزائے خیر دے مؤلف کتاب اور شیخ یوسف بنہالی کو جنہوں نے ہماری

۱۰ ص ایضاً. ۹ ص ایضاً. ۸ ص ایضاً. الدولة المکیة بحمدہ علی حضرت سوداگران برنی ترجمہ از مولانا حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہ۔

احتیاج کو اپنی دونوں کتاب "شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق" صلی اللہ علیہ وسلم اور "حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین" میں پوری کیا۔ ہمیں چاہئے کہ ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرو ہدایت پاؤ گے۔ اور اہل یقین میں ہو جاؤ گے۔ آمین۔

حسین بن محمد۔ فی صفر الخیر ۱۳۲۲ھ فی المدینۃ المنورۃ۔

شیخ عبدالقادر محمد بن سودۃ القرشی مواجہہ شریفہ حرم نبوی میں بیٹھ کر الدولۃ المکیہ کی تقریظ میں تحسیر فرماتے ہیں۔

» اور اللہ کے لئے قربانی ہے ہمارے ہم عصر حسان زماں، زندہ کن سنت سردار عدناں۔ محفوظ بہ نبی عدنانی، شیخ یوسف بنہانی کی کہ انہوں نے اپنی کتاب شواہد الحق میں وہ تنبیہات ذکر فرمائیں کہ ان کے اندر دلوں میں زجر کرنے والے شہاب ہیں۔ اور مصنف رسالہ ہذا (الدولۃ المکیہ) ادا تے فریضہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حکم صائب لائے۔ آمین۔

عبدالقادر بن محمد بن عبد القادر سودۃ القرشی۔ کتب فی الحرم النبوی فی المواجهۃ الشریفۃ عجلًا فی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

علامہ بنہانی کو خراج عقیدت پیش کرنے ہوئے حضرت مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری لاہور نے بڑے بیخ انداز میں ان دونوں شخصیتوں کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں: » اسلام کے اس مایہ ناز فرزند انہی آخر الزماں کے عاشق صادق اور چودہویں صدی کی نادر روزگار ہستی نے قلمی میدان میں ایسی بیش بہا تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے حق تو یہ ہے کہ مجدد مآۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے بعد دنیائے اسلام میں علامہ موصوف اپنی نظیر آپ تھے۔

آپ کی تصانیف علوم دنیہ کے قابل قدر اور مایہ افتخار ذخیرے ہیں۔ اگر علامہ کی قلمی نگارشات کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کا تکملہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ایک در شاہوار جس کی قدر و قیمت کا اب تک صحیح اندازہ نہ کیا جاسکا۔ ایک آفتاب ضیا بار جس

۱۔ ۳۴۔ ایضاً۔ ۲۔ ۳۶۔ ایضاً۔ ۳۔ پیش لفظ جواہر بہار اول۔

marfat.com

Marfat.com

کی تابشوں سے بے شمار نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ ایک بحر ناپید اکنا جس کی اتھاہ گہرائیوں تک کسی غواص کی رسائی نہ ہو سکی۔ سرزمین ہند کا ایک قابل فخر فرزند۔ ایشیاء کا ایک عظیم مصنف و محقق۔ اور عالم اسلام کا ایک عبقری انسان۔ جس کا علم و فن اپنے اوج کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ جس کے ناخن تدبیر نے بڑے بڑے لائیل مسائل کی عقدہ کشائی کی۔ جس کے طائر فکر نے پرواز کی تو آسمان فضل و کمال کے تارے توڑ لایا۔ جس کے دریائے تخیل نے علم و حکمت کے گوہر آبدار اگل دئے۔ جس کی جودت عقل نے مٹتے ہوئے علوم و فنون کو حیات تازہ کی سوغات نو بخشی۔ جس کے اسلوب و بیان کی رعنائیاں جلال و جمال بداماں ہو گئیں۔ اور جس کی شادابی ذہن و دماغ و شگفتگی طبع نے گلستان ایمان اور چین زار اسلام کے موسم خزاں کو لذت بہار سے آشنا کیا۔

بشہد الحمد! کہ اب اہل فکر و دانش اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے اس نابغہ روزگار شخصیت یعنی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو اپنی طرح جلنے پہچاننے اور دوسروں تک اس کی آواز اور پیغام پہنچانے کا آغاز کر دیا ہے۔

آپ کی حیات و خدمات کے ہر پہلو پر فاضلانہ تحقیق و تعارف کا کام شروع ہو چکا ہے اور خدا کا فضل عظیم اور اس کا احسان عظیم ہے کہ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیلنے لگا ہے۔ اور آپ کا ذکر حدیث محفل و رونق بزم، آپ کی یاد و جد سکون دل۔ اور آپ کا نام عشق و محبت رسول علیہ التحیۃ و التناہ کی ایک واضح علامت بن کر کائنات ارضی کے گوشے گوشے میں اپنی شعاع نور بکھیر رہا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ لازوال دولت علم و عمل اور نعمت عشق و عرفان آپ کو ورثہ میں ملی اور نہایت بصیرت و حکمت اور جرأت و جسارت کے ساتھ اسلام و ایمان کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی حفاظت و صیانت کا آپ نے عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ جس نے لوح جہاں پہ آپ کا ذکر نقش کا بحر بنا دیا۔

آپ کے افغانی آباء و اجداد میں مندرجہ ذیل حضرات رنگ شجاعت کے حامل اور اپنی بہادری و جوانمردی میں مشہور و معروف تھے۔

۱۔ سید الشہ خاں - ۲۔ سعادت یار خاں - ۳۔ محمد اعظم خاں۔

ان کے بعد اس گھرانے میں علم کی دولت آئی۔ زہد و تقویٰ اور حسن کردار و عمل نے ان کی عزت و

عظمت میں چار چاند لگائے۔

ممتاز اہل علم و حضرات تھے۔

۱۔ حافظ کاظم علی خاں۔ ۲۔ شاہ رضا علی خاں م ۱۲۸۶ھ۔ ۳۔ مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ۔

حضرت مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں م ۱۲۹۲ھ۔ ۲۔ مولانا حسن رضا خاں م ۱۳۲۶ھ۔ ۳۔ مولانا محمد رضا خاں۔

تین اساتذہ کرام نے خصوصیت کے ساتھ امام احمد رضا کو دولتِ علم سے نوازا۔

۱۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی م ۱۹۱۷ھ۔ ۲۔ مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ۔ ۳۔ مولانا عبد العلی خاں دہلوی م ۱۳۰۳ھ۔

فاضل بریلوی کے پردادا حافظ کاظم علی خاں کے پیر و مرشد حضرت مولانا انوار الحق صاحب فرنگی محل

م ۱۲۳۶ھ کو اپنے ان تلامذہ پہ مقرر تھا۔

۱۔ سید آل رسول مارہروی م ۱۲۹۶ھ۔ ۲۔ مولانا فضل رسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ۔ ۳۔ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی م ۱۳۱۳ھ۔

حضرت سید شاہ آل مارہروی م ۱۲۹۶ھ تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی م ۱۲۳۹ھ قدس سرہما

سے بعض متعصب مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے جو بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ

مرزا غلام قادر بیگ قادیانی قادیان پنجاب کا معزول تھانیدار تھا اور مرزا غلام قادر بیگ بریلی ایک سید سے سادے مذہبی آدمی تھے۔

مرزا غلام قادر بیگ بریلی میں رہنے کے علاوہ کچھ دنوں امرتسر میں اپنے فرزند اکبر مرزا عبدالعزیز بریلی کے یہاں بھی

رہے اور انیس کے ایک سوال کے جواب میں مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنا ایک مشہور رسالہ "تجلی البیض" لکھ کر فرمایا۔ مرزا غلام قادر بیگ

بریلوی کی اولاد آج بھی بریلی میں موجود ہے مرزا عبدالعزیز بیگ بریلوی وغیرہ کا کسی تعلق آپ ہی سے ہے۔

شعبۃ تائید احمدیت، ربوہ (پاکستان) سے دوست محمد شاہ نے پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج ٹھٹھہ سندھ

کے نام اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کا جواب دینے ہوئے لکھا ہے۔

"بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے آپ (مرزا غلام احمد) کے دعویٰ مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں

انتقال کیا۔ آپ خود آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی، رائے بریلی یا کلکتہ میں مقیم نہیں رہے۔ (مکتوب پروفیسر مسعود احمد بنام مولانا

عبدالحکیم شرف قادری محرمہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء)

اور مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا انتقال یکم محرم الحرام ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء نوٹے سال کی عمر میں ہوا۔

حسین باغ محلہ فرنگ بریلی میں آپ مدفون ہیں۔



کے تین خلفائے ارشاد و ہدایت کا سر بیض سب سے زیادہ انجام دیا۔

۱۔ مولانا احمد رضا قادری م ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۱ء۔ ۲۔ مولانا سید ابوالحسن احمد نوری م ۱۳۴۲ھ۔ ۳۔ حضرت

اشرفی میاں کچھوچھوی م ۱۳۵۵ھ۔

ارض حجاز کے مقتدر شیوخ کرام اور ان مقدس ترین ہستیوں کا فیضان آپ کو سب سے زیادہ حاصل ہوا۔

۱۔ شیخ الاسلام سید احمد زہنی و حلان شافعی قاضی القضاۃ م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء۔ ۲۔ شیخ

عبدالرحمن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ م ۱۳۰۱ھ۔ ۳۔ شیخ حسین صالح جبل اللیل امام مسجد حرام۔

بلند پایہ تصنیف "الدولۃ الحکیمۃ" پر تقریظ لکھنے والے اکابر علماء میں یہ ذوات قدسیہ بھی شامل ہیں۔

۱۔ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الزآبادی مہاجر مدنی م ۱۳۳۳ھ۔ ۲۔ شیخ علامہ حرم ابوالخیر بن عبد

مرداد م ۱۳۳۵ھ۔ ۳۔ علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی م ۱۳۵۰ھ۔

خدا داد علم و فضل، کمال و جامعیت اور ذکاوت و ذہانت کی تعریف میں رطب اللسان ہونے والے

چند مشائخ عظام۔

۱۔ شیخ الخطباء عبد اللہ بن عباس صدیق قاضی مکہ م ۱۳۲۳ھ۔ ۲۔ شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و

قاضی جدہ م ۱۳۳۲ھ۔ ۳۔ شیخ سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم م ۱۳۳۹ھ۔

آپ سے خلافت حاصل کرنے والوں میں ایسے ایسے علماء کرام بھی نظر آتے ہیں۔

۱۔ محدث جلیل سید عبدالحق بن عبدالبکیر الکسانی۔ ۲۔ شیخ ابو حسین محمد زوقی امین الفتویٰ مکہ مکرمہ۔

۳۔ شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ۔

دین کی ہمہ گیر اور مجاہدانہ خدمات دیکھ کر یہ حضرات بے اختیار آپ کو "مجدد" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

۱۔ سید حسین بن عبد القادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی۔ ۲۔ شیخ موسیٰ علی شامی ازہری۔ ۳۔ مولانا

الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

آپ کے در دولت پر علمائے اہل سنت و جماعت کرام اور ایمان قوم برابر تشریف لایا کرتے تھے جن کی ملاقات سے آپ کا دل جذباتِ محبت سے لبریز اور خوشی سے باغِ باغ ہو جایا کرتا تھا۔ اور اس وقت جو مسرت و بہجت آپ کو حاصل ہوتی اور جس طرح ان کی ضیافت اور تعظیم و توقیر فرماتے اس کا بیان

احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

کاشانہ اقدس میں بیٹھ کر خدمت دین میں انہماک کے باوجود دور دراز کے سینکڑوں مشاہیر اکابر ملت سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ آپ ان کی خوبیوں کے ہمیشہ قدردان رہے۔ اور ان کی جائز تفریہ و توصیف بھی برابر سراہا کرتے تھے۔ ایسے مشاہیر علماء ہند میں آپ کی پسندیدہ اور مدد و تحشیتوں میں یہ نام نمایاں ہیں۔

۱۔ مفتی ہار شاہ حسین رام پوری م ۱۳۱۱ھ۔ ۲۔ علامہ احمد حسن کان پوری م ۱۳۲۲ھ۔ ۳۔ مولانا محمد عمر جید آبادی م ۱۳۳۳ھ۔

ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کرڈڑوں مسلمانوں کے وہ دینی و ملی مقتدا اور رہنما جن سے آپ کے مذہبی و روحانی تعلقات تھے اور جو آپ کے علم و فضل کے تادم حیات معترف و مداح رہے۔ ان میں سے چند اسما و گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالقادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ

۲۔ مولانا عبدالمقتدر بدایونی م ۱۳۳۳ھ

۳۔ مولانا عبدالحق بدایونی م ۱۳۴۹ھ

۱۔ مولانا ہدایت اللہ رام پوری م ۱۳۲۶ھ

۲۔ مولانا عنایت اللہ رام پوری م ۱۳۳۵ھ

۳۔ مولانا سلامت اللہ رحم پوری م ۱۳۳۸ھ

۱۔ مولانا شاہ محمد حسین الزآبادی م ۱۳۴۲ھ

۲۔ مولانا عبدالکافی الزآبادی م ۱۳۵۰ھ

۳۔ مولانا محمد فاخر الزآبادی م ۱۳۵۰ھ

۱۔ مولانا محمد عادل کانپوری م ۱۳۲۵ھ

۲۔ مولانا عبید اللہ کانپوری م ۱۳۴۳ھ

۳۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری م ۱۹۶۳ء

۱۔ مولانا عبدالصمد کچھوئندی م ۱۳۴۳ھ

۲۔ مولانا مصباح الحسن پھونڈوی م ۱۳۸۴ھ

۳۔ مولانا عزیز الحسن پھونڈوی م ۱۳۶۲ھ

ان کے علاوہ مولانا نثار احمد کانپوری م ۱۹۳۰ھ۔ مولانا ریاست علی شاہ کانپوری م ۱۳۳۹ھ۔

مولانا ظہورالحسین رام پوری م ۱۳۴۳ھ۔ خواجہ احمد حسین امر دہوی م ۱۳۶۱ھ۔ مفتی کرامت اللہ دہوی۔

سید شاہ عبدالغنی سہسرامی وغیرہم سے بھی گہرے روابط تھے۔ اور ان میں سے بیشتر حضرات بنفس نفیس

بریلی تشریف لے جاتے جہاں دینی و علمی مسائل اور وقت کے اہم تبلیغی و اصلاحی اور سیاسی و سماجی امور و

معاملات پر تبادلہ خیالات کرتے۔



آپ کے خلفاء و تلامذہ اور اصحاب عقیدت و ارادت جن کے اسماء نیچے درج کئے جا رہے ہیں ان

میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ میر مجلس اور قافلہ سالار ہے اور ہر ایک کی تاریخ حیات زریں اور روشن

خدمات سے منور و تابناک ہے۔ انہوں نے اپنے روحانی فیوض و برکات سے سرزمین ہند کو بہرہ ور اور مالال

کیا۔ مذہب و ملت کی پُر زور حمایت اور اس کی محافظت کی۔ اس کے وقار اور آبرو کے لئے سردھڑ کی بازی

لگادی۔ اور مدارس و مساجد نیز مقدس خانقاہوں کی فضائے ایسے لاہوتی نغمے بند کئے جن سے روح انسانی

کو وجد آگیا۔ اور عشق و محبت رسول کے سوز و ساز سے اسلامیان ہند کا دل سیلابِ پائے کی طرح ٹپھنے لگا۔

یہ سبھی حضرات اپنے اپنے میدان میں منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک ہیں مگر ہر فن میں جامعیت

اور علمی تجر ایسا ہے کہ جدھر نگاہ اٹھائی اور جس میدان میں قدم رکھا اس کے شہسوار اور صدر نشین بزمِ فضل

کمال نظر آئے خصوصی دلچسپی اور نمایاں شعبہ علم و فضل کے لحاظ سے ان حضرات کی مختصر فہرست نذر قارئین

علماء متبحرین:-

۱۔ مولانا حامد رضا قادری م ۱۳۲۶ھ۔ ۲۔ مولانا دھوی احمد سورتی م ۱۳۴۴ھ۔ ۳۔ شاہ ابوالبرکات قادری م ۱۳۴۴ھ

مفکرین و مدبّرین:-

۱۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی م ۱۳۶۶ھ۔ ۲۔ مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی م ۱۳۸۳ھ۔ ۳۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف م ۱۳۸۲ھ

فقہاء کاملین:-

۱۔ مولانا امجد علی اعظمی م ۱۳۶۶ھ۔ ۲۔ مولانا محمد شریف کوٹلوی م ۱۹۵۱ھ۔ ۳۔ مولانا سراج احمد خانپوری م ۱۳۴۲ھ

مرشدین عارفین:-

۱۔ مولانا دیدار علی الوری م ۱۳۵۲ھ۔ ۲۔ مولانا عبد السلام جبل پوری م ۱۳۷۲ھ۔ ۳۔ مولانا سید احمد شرف کچھوچھوی م ۱۳۳۳ھ۔  
دُعا و مہلین:-

۱۔ مولانا عبد العظیم صدیقی میرٹھی م ۱۹۵۲ء۔ ۲۔ مولانا احمد مختار میرٹھی م ۱۳۵۶ھ۔ ۳۔ مولانا فتح علی قادری م ۱۳۷۷ھ۔  
مصنفین و مؤلفین:-

۱۔ مولانا ظفر الدین بہاری م ۱۳۸۲ھ۔ ۲۔ مولانا عمر الدین ہزاروی م ۱۳۷۹ھ۔ ۳۔ مولانا محمد شفیع بیسل پوری م ۱۳۳۸ھ۔  
اصحاب درس و تدریس:-

۱۔ مولانا رحیم بخش آردی م ۱۳۴۴ھ۔ ۲۔ مولانا رحم الہی منگلوری م ۱۳۶۲ھ۔ ۳۔ مولانا غلام جان ہزاروی م ۱۳۷۹ھ۔  
ارباب تدبیر و سیاست:-

۱۔ مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری م ۱۳۸۸ھ۔ ۲۔ مولانا یار محمد بندیا لوی م ۱۳۶۷ھ۔ ۳۔ مفتی اعجاز ولی خاں ضوی م ۱۳۹۳ھ۔  
خطباء و مناظرین:-

۱۔ مولانا ہدایت رسول رامپوری م ۱۹۱۵ء۔ ۲۔ مولانا حشمت علی بکھڑی م ۱۳۸۸ھ۔ ۳۔ مولانا محبوب علی بکھڑی م ۱۳۸۵ھ۔  
اصحاب شعر و ادب:-

۱۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی م ۱۳۲۶ھ۔ ۲۔ مولانا سید ایوب علی رضوی م ۱۳۹۱ھ۔ ۳۔ مولانا امام الدین قادری م ۱۳۸۱ھ۔  
اصحاب طب و حکمت:-

۱۔ مولانا عبد الاحد چلی بھٹی م ۱۳۵۲ھ۔ ۲۔ مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی م ۱۳۵۰ھ۔ ۳۔ مولانا عزیز غوث بریلوی م ۱۳۵۰ھ۔  
اصحاب نشر و اشاعت (کتب دینیہ و رسائل رضویہ)

۱۔ مولانا حبیب اللہ قادری م ۱۳۶۷ھ۔ ۲۔ مولانا ابراہیم رضا جیلانی م ۱۳۸۵ھ۔ ۳۔ مولانا حسین رضا بریلوی م ۱۳۸۱ھ۔  
ارباب ثروت مستفدین:-

۱۔ قاضی عبد الوحید عظیم آبادی م ۱۳۲۶ھ۔ ۲۔ حاجی محمد علی خاں مدرسی م ۱۹۲۱ء۔ ۳۔ سید محمد حسین میرٹھی۔

اپنے ان خلفاء و تلامذہ اور ارادت مندوں کو آپ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے کارناموں کو سراہتے تھے۔ چنانچہ "الاستمداد علی ابیہالی" لکرتے ہیں کہ میں نے بعض حضرات کا ذکر بڑی محبت و انصاف کے ساتھ کیا ہے۔ کشادہ دلی کے ساتھ آپ ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے

وردقتاً فوتاً حوصلہ افزائی فرماتے۔ جیسا کہ حاجی محمد نعل خاں مدرسی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

• میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبدالوحید صاحب اور مولانا دھرمی احمد صاحب محدث

سورتی کی شان کا ایک ایک سنی ہر شہر میں ہو جائے تو انشاء اللہ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔

(فقیر احمد رضا قادری غفرلہ رجب ۱۳۳۱ھ)

معاصر شخصیتوں سے مختلف موضوعات پر آپ کی علمی معرکہ آرائیاں بھی رہا کرتی تھیں اور حقیقت یہ ہے

کہ آپ کی اعلیٰ تحقیقات اور کمال ذہن نگاہی کا سکھ ان کے دلوں پر بھی بیٹھ جایا کرتا تھا۔

۱۔ ابوالحسنات مولانا عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ۔ ۲۔ مولانا نذیر حسین دہلوی م ۱۳۳۰ھ۔ ۳۔ نواب

صدیق حسن خاں بھوپالی م ۱۳۰۴ھ۔

ان سبھی حضرات کی غلطیوں کی آپ نے نشان دہی فرمائی اور انہیں متنبہ کیا جس کے مفید نتائج

بھی برآمد ہوئے۔

۱۹۱۹ء میں سیاسی تحریکات کا جب طوفان اٹھا اور بڑے بڑے علماء اس کی زد میں

۱۔ ۱۵ محزون ہدایت از حاجی محمد نعل خاں مطبوعہ پٹنہ۔

۲۔ فقہی غلطیوں پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی کتابوں میں جا بجا انہیں تنبیہ فرمائی ہے۔ خلف اصغر حضرت

مولانا شاہ آل الرحمن مصطفیٰ رضا قادری قدس سرہ ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں: رسالہ النفس الشکر فی قربان البقرہ ان

دنوں طبع ہو رہا تھا۔ اس میں مولانا عبدالحی صاحب (فرنگی محلی) کے دو فتوے قربانی کا ذکر تھے۔ اس رسالہ میں نقل کئے

گئے تھے۔ اسی رسالہ کی نسبت تذکرہ ہو رہا تھا۔ ان فتوؤں کا بھی ذکر آیا اس پر مولانا (امجد علی اعظمی) نے سنہرایا۔

اسراشاد :- مولانا عبدالحی فرنگی محلی صاحب ہنود کے صو کے میں آگئے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ لکھ دیا۔ تنبیہ پر

متنبہ ہوئے۔ یہی سوال میرے پاس بھی آیا تھا۔ بغضہ تعالیٰ مکرم مکاراں پہچان لیا۔ اذکر کشتن روز اول باید پر عمل کیا۔ و لیسر الحمد

عرض :- حضور ان کے فتاویٰ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے اکثر اقوال متعارض ہیں اور اس لئے کہ اپنے فہم پر بڑا اعتماد کرتے تھے

اسراشاد :- اہل اپنے فہم پر اعتماد اور وہ بھی ائمہ کرام کے مقابلہ پر۔ کہیں لکھتے ہیں واستند نوالہابی حنیفہ

بوجہ والکن باطل۔ ابو حنیفہ کے لئے کئی طرح کی دلیلیں لائے اور سب باطل ہیں۔ کہیں قال ابو حنیفہ

کذا والحق کذا۔ ابو حنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ظہننا وھم

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

آنے لگے تو چوں کہ روز اولیٰ آپ اپنی دینی بصیرت سے ان کے خطرات سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اس لئے پُر زور مخالفت کرتے ہوئے آپ نے سیاسی رہنماؤں اور سائلوں کے نام ہدایت نامے جاری کئے خطوط اور کتبائے ارسال فرمائے۔ خلفاء و تلامذہ کے وفد بھیجے۔ یہ حضرات جن کا شمار علماء اہل سنت میں ہوتا ہے۔

۱۔ اذلیۃ السلف مولانا عبد الباقی فرنگی محلی م ۱۳۴۲ھ۔ ۲۔ مولانا عبد الماجد بدایونی م ۱۳۵۰ھ۔ ۳۔ مولانا محمد علی جوہر م ۱۹۳۱ھ۔

اخلاص قلب اور سلامتی فطرت کی بنا پر اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے انہیں رجوع اور توبہ کی سعادت میسر آئی اور بر ملا انہوں نے اس کا اظہار و اعلان بھی کیا جیسا کہ اپنی کتاب ”امام احمد رضا کی تجدیدی خدمات“ میں میں نے قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تحریک وہابیت کے زیر اثر جس طرح سید احمد رائے بریلوی۔ شاہ اسماعیل دہلوی کے سیاسی عزائم بلند ہوئے اور معرکہ بالاکوٹ میں سہرہادی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست فاش اٹھا کر ”شہید بلی نجد“ ذبح تیغ خیار ہو جانا پڑا۔ اسی طرح ان کے متبعین و معتقدین میں دینی و فکری گمراہیاں بھی پیدا ہونے آخر صاحب الکتاب یہاں کتاب دالے کے لئے ایک اور دہم ہے۔

آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور ہے کہ اپنے کو بھولے یا ستائش مردم پر چھوڑے اپنے نفس کا علم تو حضوری ہے۔ الخ (۱۳ ملفوظات حصہ اول مطبوعہ میرٹھ)

سترانی گاؤں سے متعلق ایک استفتاء مولانا موصوف کے پاس ۱۲۹۵ھ میں مرزا پور سے آیا تھا۔ مددع نے سوال کا تیسرے بجھے بغیر جواب لکھ دیا اور دو علماء نے اس پر تصدیقیں بھی لکھ دیں۔ یہی سوال مراد آباد سے شوال ۱۲۹۵ھ میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس پہنچا۔ آپ نے سائل کا اصل مقصد بھانپ لیا اور نہایت جامع و مدلل جواب تحریر فرمایا۔ علماء رام پور کی اس پر تصدیقات بھی ہیں حضرت مفتی محمد ارشاد حسین رام پوری نے لکھا: ”الناقدُ بصیر“ یعنی اس کا دیدہ بصیرت نور الہی سے منور ہے۔

مولانا فرنگی محلی کو جب اس پر متنبہ کیا گیا تو چوں کہ طبیعت میں مادہ رجوع الی الحق تھا اس لئے پھر راہ راست پر آئے اور وہی جواب لکھا جو آپ نے دیا تھا تنہا کے بعد دوسرے علماء فرنگی محل نے بھی یہی فتویٰ جاری کیا جو ص ۱۴۵ تا ۱۵۵ مجموعہ فتاویٰ جلد دوم طبع اول میں موجود ہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے رسالہ ”أَنْفُسُ الْفُكْرِ فِي قُرْبَانِ الْبَقَرِ“ مطبع اہل سنت بریل میں اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

لگیں۔ جن پر آپ نے قدغن لگائی۔ تنبیہ کی۔ خسرانِ آخرت سے ڈرایا اور افہام و تفہیم کا موقع دیا۔ مگر جب انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا تو آپ کھل کر میدان میں آگئے اور مردانہ وار ان کا مقابلہ کیا۔ دیوبندی علماء ہر چند آپ کے خلاف طرح طرح کے ہنگامے کرتے رہے مگر آپ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہی رہے۔ اور قبولِ حق کی دعوت دینے میں آپ نے کسی طرح کی سستی اور مداہنت کو قریب نہ آنے دیا۔ اکابر دیوبند کی طویل فہستہ میں سے چند نام یہ ہیں جو ان کے ہر کہہ و مہر کے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی م ۱۲۹۴ھ۔ ۲۔ مولانا رشید احمد گنگوہی م ۱۳۲۳ھ۔ ۳۔ شیخ ابند محمود الحسن دیوبندی م ۱۳۳۹ھ۔ ۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی م ۱۳۶۳ھ۔ ۵۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی م ۱۳۴۶ھ۔ ۶۔ مولانا حسین احمد مدنی م ۱۳۴۴ھ۔ ۷۔ مولانا مرتضیٰ حسین چاند پوری م ۱۳۴۴ھ۔ ان کی تحریرات سے پورے ملک میں بحث و مناظرہ اور جنگ و جدال کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ جس میں مسلم آبادیاں غرق ہونے لگیں اور ہر طرف داویلا پھیل گیا مگر یہ ”پاک باز ہستیاں“ فرماتی رہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہم نے کچھ نہیں لکھا۔ ہم پر بے جا الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ ہم ان سے بالکل بری ہیں۔ آخر یہ کیسا شور اور ہنگامہ بپا ہے؟

حالانکہ کرنے کا کام صرف یہ تھا کہ ایسی عبارتیں جن سے انتشار پیدا ہو رہا ہے ان سے علانیہ توبہ و رجوع کیا جائے۔ پھر وہ کتابوں سے نکال دی جائیں یا ان میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا جائے تاکہ اس کا حق اور صحیح مفہوم بلا کسی ابہام کے قارئین کے سامنے واضح ہو جائے مگر افسوس کہ اس کی توفیق انہیں دم واپس تک میسر نہ آ سکی۔

جب کہ تصحیح و اصلاح کے لئے امام احمد رضا قادری نے ان کے پاس رجسٹریاں بھیجیں اور انہیں مخلصانہ نقطہ نظر سے اچھی طرح باخبر کیا۔ یہ تحریر غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔

۱۔ دعوتِ فکر از مولانا محمد منشا تائش قصوری مطبوعہ لاہور، الہ آباد کلکتہ میں علماء دیوبند کی ساری اختلافی عبارتیں اور ان پر تبصرے ملاحظہ فرمائیں جس میں اصل کتاب سے ان عبارتوں کے نوٹ دے دئے گئے ہیں تاکہ کسی کے لئے شک و شبہ اور انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

بکثرت رسائل چھاپ چھاپ کر شائع کئے۔ کبرائے طائفہ کے پاس رجسٹری کر کے بھیجی۔ اکثر پر صدائے  
برنخواست۔ اور بعض پر برسوں غوغار ہا کہ جواب لکھا جائے گا۔ لکھ گیا۔ چھاپا جائے گا۔ چھپنے گیا۔ نتیجہ وہی نکلا کہ  
حشر تک جاگنا قسم ہے۔ یعنی وہ چھپنا بالکسر تھا، نہ بالفتح۔ مولوی (رشید احمد) گنگوہی صاحب نے جواب  
سوالات میں لکھ بھیجا کہ ”مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر مجھے فرصت ملی“ دیکھو ”رفع زیغ زاغ“ صفحہ ۱۵  
جسے طبع ہوئے ساتواں سال ہے۔ الخ۔

جلسہ میت گنج بریلی میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ایک بار شریک ہوئے۔ بیس سوالات  
پر مشتمل ایک مسودہ لے کر چند معززین شہر کے ساتھ مولانا ظفر الدین قادری و مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی  
وغیرہا طلبہ مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی بروز شنبہ بتاریخ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ تھانوی صاحب  
کے یہاں پہنچے۔ انہوں نے مسودہ لے کر اسے پڑھے بغیر واپس کر دیا۔

”جب کہا گیا کہ آپ انہیں دیکھ کر لیجئے۔ جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا۔ اور اب آپ مجھ سے لے  
لیجئے۔ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں۔ اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس فن میں جاہل ہوں اور  
میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ الخ۔

”جب کہا گیا کہ یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات ہیں تو کہا! آپ کتنا ہی کہیں میں جو کہہ چکا  
ہوں اور لکھ چکا ہوں۔ وہی کہوں گا۔ اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں  
گا۔ مجھے معاف کیجئے۔ آپ بیٹے اور میں ہمارے۔

اس گفتگو کے وقت بہت سے دیوبندی علماء و طلبہ اور اہل اہل ان شہر بھی موجود تھے۔

اصلاح و تصفیہ کے لئے امام احمد رضا قادری نے دیوبند تک اپنے آدمی بھیجے جیسا کہ مولانا الحاج  
سید محمد حسین بریلوی میرٹھی کے بارے میں مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ ص ۳۲ ص ۳۳۔ ظفر الدین الطیب (۱۳۲۶ھ) مشمولہ الصرود الثلاثہ مکتبہ الحبیب الہ آباد۔

۲۔ ص ۲۴۔ ایضاً

۳۔ در حفظ الانیسان از تھانوی۔

۴۔ ص ۲۵۔ ظفر الدین الطیب۔



”اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سید صاحب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب دارالعلوم دیوبند کا پہلا سالانہ جلسہ دستار بندی منعقد ہوا تو اعلیٰ حضرت نے مہتمم دیوبند کے نام اپنا ایک مکتوب سید صاحب کے ذریعہ بھیجا تھا جس میں دیوبندی عقائد کی وضاحت طلب کی گئی تھی۔ اس جلسہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی کی الافاضات ایومیہ جلد پنجم ملفوظا نمبر ۲۲۵ مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون ص ۲۲ ملاحظہ فرمائیے۔

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب (الحاج خان بہادر بشیر الدین مرحوم میرٹھی) نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں، بریلویوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا ہماری طرف سے کوئی جنگ نہیں وہ نماز پڑھاتے ہیں، ہم پڑھ لیتے ہیں۔ ہم پڑھتے ہیں وہ نہیں پڑھتے۔ تو ان کو آمادہ کرو (مزاحاً فرمایا کہ ان سے کہو کہ: آ، مادہ، نر آگیا) ہم سے کیا کہنے ہو؟“

مولوی تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جہاں جلسہ کی اہمیت اور علماء اہل سنت کی اقتدار میں نمازوں کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں تھانوی صاحب کے مزاحیہ جملے (آ، مادہ، نر آگیا) سے ان کی کورزدقی اور ذہنی پستی کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔

میاں عبدالرشید کالم نگار، بصیرت، روزنامہ نوائے وقت لاہور اپنے ایک مضمون بعنوان ”چند تجاویز“ میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”جس کتاب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی کے فقرے ہیں انہیں وہاں سے حذف کر دیا جائے۔ اور اس بات کی پروا نہ کی جائے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ لکھنے والا خواہ کوئی ہو آخر حضور کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟“

اگر یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا حسین مدنی کے متعلق جو تین اشعار لکھے ہیں انہیں ان کے کلام سے نکال دیا جائے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتابوں سے بھی وہ فقرے نکال دئے جائیں جن سے حضور کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے؟

۱۔ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی جانب سے اصلاح عبارت کی مخلصانہ جدوجہد۔

۲۔ ۱۳۔ اذکار حبیب رضا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

۳۔ ”چند تجاویز“ روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۷ جنوری ۱۹۶۹ء۔

مندرجہ ذیل تین فنون اور شعبہائے عمل ایسے ہیں جن پر آپ کو کامل عبور تھا اور خصوصی دلچسپی بھی۔ جس کی نظیر کسی دوسرے عالم کے یہاں نہیں ملتی۔

۱۔ افتاء و تحقیقات علیہ ۲۔ رد و ہایمہ ۳۔ رد فرق باطلہ

افتاء اور رد و ہایمہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”رد و ہایمہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت وہ دن۔ وہ جگہ۔ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا۔ اور اس کی تائیدات مع تصحیح آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ وہی جملہ اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔“

خود ستائی جائز نہیں مگر وقت حاجت، اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔ اَجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ اِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ۔ زمین کے خزانے میرے ہاتھ ویدیجئے بیشک میں حفظ والا، علم والا ہوں۔ بفضل و رحمت الہی۔ پھر بعون و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتاء اور رد و ہایمہ کہ دونوں کامل فن، نہایت عالی فن انہیں یہاں سے اچھا انشاء اللہ ہندوستان میں کہیں نہ پائے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہتا یہ سہ

مسلمانوں کو ملحدوں، بد مذہبوں اور گستاخوں کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے کس دل سوزی کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

”مسلمانو! ذرا ادھر خدا و رسول کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو! اگر لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلاوجہ محض فحش مغلط گالیاں دینا اپنا شیوہ کر لیں۔ بلکہ اپنا دین ٹھہرا لیں۔ کیا ان سے تم بخشاہدہ پیشانی طوگے؟ حاشا ہرگز نہیں۔ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے۔ اگر تم میں انسانیت ہے اگر تم اپنی ماں کو ماں سمجھتے ہو۔ اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو انہیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے۔ تمہاری آنکھوں میں خون

۱۔ ص ۷۳۔ المملووظ حصہ اول کتب خانہ سمنانی میسرہ۔

اترائے گا۔ تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارہ نہ کرو گے۔

بشر انصاف! صدیق اکبر و فاروق اعظم زائد یا تمہارے باپ؟ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اور الحمد للہ کہ ام المومنین کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ ان کے گایاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گایاں دینے والوں سے برتتے ہو۔ تو ہم نہایت نمک حرام غلام اور حد بھر کے بڑے ناخلف بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے۔ آگے تم جانو تمہارا کام۔

- پجری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ ان کی شان کے خلاف کہا ان کا حقوق اڑنے لگتا ہے۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔ گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پڑتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اللہ و رسول و معظمان دین سے اپنی وقعت دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب انہیں کو مبارک بسر زندان اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے بد مذہبوں کے نام لے کر اٹھا دیا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جمعہ میں دیر ہو گئی۔ راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لوٹے چلے آ رہے ہیں۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابلی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی الگ چھپ کر نکل گئے۔

رب العزت تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ**۔ اے نبی! جہاد فرما اور سختی فرما کافروں اور منافقوں پر۔

اور سرماتا ہے عز وجل **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ**۔ محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان کے ساتھی ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اور سرماتا ہے جل وعلا **وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً**۔ لازم کہ کفار تم میں سختی پائیں۔  
تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے یہ سہ  
الاجازات المتینہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”میرے وہ فنون جن کے ساتھ مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے۔ جن کی محبت عشق و شینگلی کی حد تک نصیب ہوئی ہے وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا، سب سے بہتر سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ رسولوں کے سردار (صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین) کی جناب پاک کی حمایت کے لئے اس وقت کمر بستہ ہو جاتا ہوں جب کوئی کمینہ و ہابی گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دراز کرتا ہے۔ میرے پروردگار نے اسے قبول فرمایا تو وہ میرے لئے کافی ہے مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

۲۔ پھر دوسرے نمبر پر وہابیوں کے علاوہ ان تمام بدعتیوں کے عقائد باطلہ کا رد کر کے انہیں گزند پہنچانا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

۳۔ پھر تیسرے نمبر پر بقدر طاقت مذہب حسنی کے مطابق فتویٰ تحریر کرتا ہوں۔ وہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔

تو یہ تینوں میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں پر میرا بھر دسہ ہے۔ میرا ان کے لئے مستعد رہنا اور ان کا میرے ساتھ مخصوص ہونا میرے سینے کو خوب ٹھنڈا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے وہ بہترین کار ساز، بہترین مولیٰ، بہترین والی ہے۔ (ترجمہ) ۱

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اندر تین خصوصیات واضح طور پر نظر آتی ہیں۔

۱۔ تمسک بالدين ۲۔ عشق و محبت رسول ۳۔ رد بدعات و منکرات

زندگی کے تمام گوشے اور اپنے ہر قول و عمل میں وہی انداز اختیار کیا جو روح ایمان اور تقاضائے دین سے قریب تر ہو تا، اور اسلام کے اصول و احکام اور اس کے شعائر و امتیازات کو ہر گام پر مد نظر رکھا۔ آپ کا ہر فیصلہ دینی فکر و مزاج کی روشنی میں ہوا۔ اور اس راہ میں کسی طرح کی رعایت اور کوئی مہانت کبھی گوارہ نہیں کیا۔ دینی احکام و مسائل ہوں کہ وقت کے الجھے ہوئے سیاسی معاملات جب بھی آپ سے استفسار کیا گیا اور کوئی گفتگو کی گئی۔ وقتی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر آپ نے وہی کہا جو خدا اور رسول کا فرمان ہے اور کتاب

۱۔ الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة ۱۳۲۳ھ مطبوعہ بریلی۔

marfat.com

Marfat.com

وسنت نے جس کی نشان دہی کی یا جس کی طرف اشارہ کیا، تیز رو دھارے میں بہنا اور رفتارِ زمانہ کا رخ دیکھ کر وقتی مصالح کے تحت اسی کے پیچھے چل پڑنا تو آپ نے سیکھا ہی نہ تھا۔ بلکہ ایک قوی الارادہ مردِ مومن کی طرح بیک وقت کئی کئی طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کا جذبہ اور حوصلہ آپ کی فطرت میں شامل ہو چکا تھا۔ کھلی ہوئی کتاب کی طرح آپ کی زندگی سارے مسلمانانِ عالم کو یہ سبق دیتی رہی کہ

زمانہ باتو نسا زد تو بازمانہ ستیز

اتباعِ شریعت کا اتنا خیال تھا کہ اپنی رفتار و گفتار، نشست و برخاست، خورد و نوش، گفتگو و ملاقات، لباس اور وضع قطع ہر چیز میں مزاجِ شریعت کی پابندی کرتے۔ اور سفر و حضر ہر حالت میں اسلامی آداب کے مطابق عمل کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ اعلیٰ اخلاق، بلند کردار، بے داغ سیرت کے حامل ایک ایسے مثالی عالمِ دین تھے جنہیں دیکھ کر اسلافِ کرام کی یاد تازہ ہو جاتے۔

چنانچہ مولا تاحسین رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں۔

”زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخِ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد و تقویٰ کے مکمل نمونہ تھے“۔

عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کا طرہٴ امتیاز تھا اس کا تو سارا زمانہ قائل ہے اور موافق و مخالف ہر ایک کو اعتراف ہے کہ ”عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا بادل تابان کی رگ و پے میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ اس کی سرستیوں سے وہ ہر وقت سرشار اور بے خود رہا کرتے تھے۔

اس ضمن میں عام قارئین کو یہ نکتہ ہمیشہ ذہن میں محفوظ رکھنا چاہئے، اور اہل نظر پر یہ حقیقت آشکارا بھی ہے کہ مخالفین و گستاخانِ رسول کی ایمان سوز عجارتوں پر آپ نے جو شرعی گرفتیں کی ہیں وہ بھی جذبہٴ عشقِ رسول ہی کے تحت صادر ہوئی ہیں۔ کہ اپنے رسول کی بارگاہ میں ایسا کوئی جملہ ہرگز برداشت نہ کر سکے جس سے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں گستاخی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اور درحقیقت یہی اہل ایمان کی شان اور ان کی آن بان ہے کہ وہ رسول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا کوئی لفظ بھی نہ سنیں جس میں کسی لحاظ سے کوئی برا معنی اور تنقیضی مفہوم پوشیدہ ہو۔

۱۔ ۲۴۳۔ العذاب الشدید مکتوبہ فرید یہ سہ سوال۔

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ خالص سنت الہیہ ہے جیسا کہ محتمل المعینین صفہ راعینا کے بارے میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (سورہ بقرہ) ترجمہ: اے ایمان والو! راعینا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور! ہم پر نظر رکھیں۔ اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ سینہ ہی کیا جو عشق رسول کی پیش سے محروم ہو۔ پیغمبر فرمایا آقلے دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین۔  
(ص ۷، بخاری جلد اول، ص ۱۲۷ المطابع دہلی)

یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے باپ اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ وہ مجھے عزیز نہ رکھے۔

اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا حال یہ تھا کہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں جہان تشریف بان کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ عرض کرتے ہیں: ہاں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا  
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا  
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا  
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محبت خدا و رسول کے بارے میں ایک جگہ خود بیان کرتے ہیں۔

”بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر نکھا ہو گا لا (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) اور دوسرے پر نکھا ہو گا محمد رسول اللہ“

اسی بے لوث محبت اور عشق صادق کا فیضان ہے کہ چشم سر سے بحالت بیداری آپ کو زیارت رسول کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا سید شاہ جعفر میاں خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے ایک بار اپنے والد ماجد مولانا شاہ سلیمان پھلواری کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے تھے۔ اور یقین کیا کہ کربا بدار

صلی اللہ علیہ وسلم بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل نکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اسے بہار پھرتے ہیں  
یہ غزل مواجہہ اقدس میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے  
بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے لے

رد بدعات و منکرات کا جو عظیم الشان کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے اس کے کچھ شواہد میری کتاب کے  
دوسرے باب کی زینت ہیں۔ بددینی کا بھی آپ نے شدت سے رد کیا اور اس کے استیصال کی بھرپور کوشش کی۔  
غیر مقلدیت جو دور جدید کی بدعت ہے جس میں ائمہ اربعہ کا دامن چھوڑ کر ایک نئی راہ نکالی گئی کہ کسی  
ایک امام کی تقلید نہ کی جائے جس کا مسلک کسی مسئلہ میں بہتر نظر آئے اسے اپنایا جلتے۔ یا خود اجتہاد کر کے اپنی  
خواہش کے مطابق کوئی فیصلہ کر لیا جائے۔ ایسے لوگوں کی آپ نے شدید مخالفت فرمائی اور سینکڑوں فتاویٰ  
در سائل میں ان کی کج روی واضح کی۔ (یہ غیر مقلد حضرات اپنی عدم تقلید کا اعلان کرتے ہیں مگر عملی طور پر  
شیخ ابن تیمیہ و شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے غالی مقلد ہیں)۔

اسی طرح مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی بدعتوں اور اوہام و خرافات کو نیز دین سے اکھاڑ  
پھینکنے کی سعی بلیغ کی اور جا بجا ان پر نکیر فرمائی۔ اور ان کے مضمرات و نقصانات سے ہر سائل و مستفتی کو باخبر  
اور ہوشیار کیا۔

ایسی کھلی ہوئی حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے بعض چوٹی کے مصنفین و مورخین بھی بدگمانی پھیلانے  
سے باز نہیں آتے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ یہاں تک لکھ جاتے ہیں کہ۔

وَكَاَن يَنْتَجِسُ بِرُسُومٍ وَابْدِيعِ الشَّائِعَةِ وَقَدْ اَتَتْ فِيْهَا رِسَالٌ مُّسْتَقْلِلَةٌ

سہ ۱۹-۲۰- مولانا احمد رضا کی نفسیہ شاعری مطبوعہ لاہور۔

سہ ۴۰- نزہۃ الخواطر ج ۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن یہ حضرات نہ صرف یہ کہ غلط پروپیگنڈہ کرتے  
ہیں بلکہ خود بھی اس سر کے شکار ہو جاتے ہیں۔ سنی سنائی تاریخ دانی کا یہ عالم ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے کچھ پہلے  
لکھ آئے ہیں کہ و سافرالی الحرمین الشریفین عدۃ مرات۔ یعنی انہوں نے کئی بار حج کیا جبکہ ۱۲۹۵ھ  
اور ۱۳۲۳ھ میں آپ نے صرف دو حج ادا کئے۔ اختصار مصباحی۔

یعنی پھیلی ہوئی بدعات و مراسم کے حامی تھے اور اس سلسلے میں ان کے کئی ایک مستقل رسائل ہیں۔

کچھ لوگ یہ کہتے نہیں نکلتے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ذات سے بدعات کو فروغ حاصل ہوا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ پر بدعت نوازی کا الزام سراسر بہتان اور بالکل بے سرو پا افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ عہدہ کنگن کو آرمی کیا ہے۔

میری کتاب کے اوراق انہیں اور ان زندہ و تابندہ مسائل کا مطالعہ کریں جن سے غلط اور بیہودہ رسم و رواج کی جڑیں اکھڑتی اور ان کی شناختیں بے جان ہوتی نظر آتی ہیں۔

اس طرح آپ کی شخصیت بالکل بے غبار ہو جاتی ہے اور رونق و جمال سے آپ کا چہرہ مہر نیم روز کی طرح چمکتا اور دمکتا نظر آ رہا ہے۔ الزامات کے بادل چھٹ رہے ہیں اور آفتاب اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ افقِ عالم پر ضیا بار ہو رہا ہے جس کے لئے کسی دلیل اور ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ عہدہ آفتاب آمد دلیل آفتاب

مطبوعہ کتب و رسائل اور فتاویٰ رضویہ کے مطالعے سے یہ بات مستحق ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے پورے عہد میں ۱۔ تبحر علمی ۲۔ وسعت فکر و نظر ۳۔ واضح اور محکم فیصلہ کے لحاظ سے بے مثال اور عدیم النظیر ہیں۔ ہندوپاک کے مشہور فضلاء و اہل قلم اور غیر جانب دار حلقے حتیٰ کہ مخالفین بھی ان صفات و کمالات کا بعض اوقات شادہ دلی کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں۔

تبحر علمی سے متعلق چند تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ ملک غلام علی صاحب نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا بیڑا ہے۔ مولانا خلیل الرحمن سہارنپوری نے مدرسۃ الحدیث پبلی بھیت کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۳۰۳ھ میں علم الحدیث پر آپ کی ایک محققانہ اور پُر مغز تقریر سن کر اپنا یہ تاثر بیان کیا۔

لے ہفت روزہ شہاب لاہور۔ ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء

marfat.com

Marfat.com



”اگر اس وقت میرے والد ماجد (مولانا علی احمد محدث سہارنپوری محشی بخاری) ہوتے تو وہ آپ کے  
تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہیں اس کا حق بھی تھا۔“

(مولانا وصی احمد) محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے  
بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔

حکیم عابد الحقی رائے بریلوی سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے لکھا ہے۔

”بہت سے فنون بالخصوص فقہ و اصول میں اپنے معصروں پر فائق تھے۔“

دورانِ حج دینی و علمی موضوعات پر تبادلات خیالات اور آپ کی بعض کتب و رسائل کے مطالعہ کے بعد  
علماء حرمین پر جو تاثر قائم ہوا اس کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں کہ: وہ حضرات  
آپ کے وفور علم، فقہی متون و مسائل خلافیہ پر دقت نظر و سبب معلومات، شریعت تحریر اور ذکاوت طبع  
دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (ترجمہ)

اور شیخ المعقولات مولانا محمد شریف کشمیری صدر المدین مدرسہ خیر المدارس ملتان تو عالم استعجاب  
میں یہاں تک کہہ اٹھتے ہیں کہ:

”وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کی تحقیقات علماء کو دنگ کر دیتی ہیں۔“

مولانا سید احمد اکبر آبادی صاحب۔ فاضل دیوبند۔ سابق صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی  
علی گڑھ کا مشہور علمی ماہنامہ برہان دہلی رقم طراز ہے۔

”مولانا احمد رضا صاحب بریلوی، سرسید احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد کے ہم عصر تھے۔ وہ ایک  
زبردست صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کی عبقریت کا لوہا پورے ملک نے مانا۔“

جناب محمد دین کلیم صاحب مؤرخ لاہور لکھتے ہیں۔

”آپ کے تبحر علمی کی صرف برصغیر ہندوپاک کے علماء نے ہی تعریف نہیں کی بلکہ عرب و عجم کے علماء و فضلاء

نے آپ کے علوم و فنون سے استفادہ کیا۔“

ماہنامہ اشرفیہ مہارکپور اپریل ۱۹۷۷ء مقالہ مولانا محمود احمد قادری مصنف تذکرہ علمائے اہل سنت۔

ص ۳۸ نزہۃ الخواطر ج ۸۔ ص ۳۹۔ ایضاً۔ ص ۸۲۔ ارشاد احمد رضا مکتبہ فریدیہ ساریوال۔

برہان دہلی شمارہ اپریل ۱۹۷۲ء۔ ص ۱۹۷۲۔ عارفات لاہور ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

آپ کی وسعتِ فکر و نظر دیکھنی ہو تو پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس (کوئٹہ یونیورسٹی کینیڈا) کا ایک گراں قدر رسالہ "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" کا مطالعہ فرمائیں جس میں انہوں نے جدید معاشیات کے آئینے میں آپ کی دوراندیشی، جہاں بنی اور شرف نگاہی کے نمونے مضبوط دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ چند اقتباسات حاضر خدمت ہیں۔

”بلاشبہ مومن کے اشارے ہیں۔ اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر تھی ان اشاروں میں جہان معنی پوشیدہ ہے“۔

”جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہی ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہِ مرد مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھادی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحبِ حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔“

”کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دوراندیشی کے۔ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں۔ کینز سوسائٹی کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین اعزاز مل سکتا ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کر چکے تھے“۔

”۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تقسیم محدود فی کے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بنک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جہاں تک معاملات کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کر لینے کے بعد ہی آپ کسی نتیجہ تک پہنچتے تھے اس لئے آپ کے سارے فیصلے صحیح اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا کرتے تھے جس کا لازمی فائدہ یہ مرتب ہوا کہ آپ کو اپنے دائرے اور محکم فیصلوں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت پیش نہیں آئی۔“

۱۔ فاضل بریلوی کے معاشی نکات، مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ۲۰ ص ۱۱۔ ۱۲۔ ایضاً۔

۲۔ انگریز ماہر اقتصادیات ہے۔ ایم کینز نے ۱۹۳۹ء میں اپنا مشہور زمانہ "نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کیا تھا جس کے صلے میں تاجِ برطانیہ نے اسے "لارڈ" کے خطاب سے نوازا جو انگلینڈ کا اعلیٰ ترین اعزاز ہے۔ اختر مصباحی۔

۳۔ ص ۱۶ ص ۱۷ معاشی نکات۔ ۲۰ ص ۲۰۔ ایضاً۔

چنانچہ شاعر مشرق سر ڈاکٹر محمد اقبال کے ذاتی تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عابد احمد علی ایم۔ اے۔ ڈی فل آکسفورڈ یونیورسٹی، مستم بیت القرآن لاہور لکھتے ہیں۔

”غالباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے ایک محفل میں جس میں میں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

”ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا“

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ ”میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمال ثقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہدِ عدل ہیں۔

نیز فرمایا کہ ”مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں بھی کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی“

(راقم الحروف اس وقت شبہ عربی میں پکھر رہا تھا)

فقط عابد احمد علی یکم اگست ۱۹۶۸ء

صفحہ ۱۰ مقالات یوم رضا سوم مطبوعہ لاہور اپریل ۱۹۶۷ء یہ پورا بیان جسے ڈاکٹر عابد احمد علی نے خود اپنے ہاتھ سے

لکھا ہے۔ اس کا فوٹو ہفت روزہ افق کراچی (۲۲ تا ۲۸ جنوری ۱۹۶۹ء) نے شائع کر دیا ہے جو اتم سطور کے پاس بھی موجود ہے

معاصر اہل علم امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کی خدمات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنی مجلسوں

میں ان کا ذکر بھی فرماتے تھے چنانچہ پاکستان کے مشہور مورخ جناب ابوسلیمان شایعہ بنوری لکھتے ہیں۔

”مولانا بریلوی ایک اچھے نعت گو (شاعر) تھے۔ سیرت نبوی، سیرت اصحاب و اہل بیت، تذکار اولیاء کرام، تفسیر

حدیث، فقہ اور مسائل نزاعیہ وغیرہ میں آپ کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔

مولانا (ابوالکلام) آزاد اور مولانا احمد رضا خاں میں کسی قسم کے ذاتی یا علمی تعلقات نہ تھے باہم ہمہ دہ۔ یہ

احترام کرنے والے تھے (۳۱۳ مکتب ابوالکلام آزاد بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ص ۱۶ شمارہ ستمبر ۱۹۷۸ء (بقیہ صفحہ پر))

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات و خدمات سے جو حضرات ناواقف ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس کتاب کے ذریعہ وہ آپ کی شخصیت کے صحیح خدو خال اچھی طرح پہچان لیں گے۔ اور ان کی سلامتی طبع انہیں آپ سے مستریب اور گردیدہ بنا دے گی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے آپ کے بارے میں کچھ سن اور جان رکھا ہے جن کی تقسیم یوں کی جاسکتی ہے، ان کا رنگ کچھ اور ہوگا۔

۱۔ متعصبین و مخالفین

۲۔ اعتدال پسند طبقہ

۳۔ اصحاب عقیدت

۱۔ منصب سربق مخالف نے غلط فہمیاں پھیلانے کا اب تک جو ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے ان کے ذکر سے حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے اہل علم۔ اہل قلم اور روشن خیال حضرات کے دامن اس وادی پر خار میں الجھے ہوئے ہیں۔ جناب رئیس احمد جعفری صاحب جو روزنامہ خلافت ممبئی۔ روزنامہ ہندوستان ممبئی۔ روزنامہ زمین دار لاہور کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور کئی ایک ضخیم کتبوں کے مصنف ہیں۔ ان کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

• مولانا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبد الباقی فرنگی علی کے خلاف ۷۲ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا۔ جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبد الباقی ہے لوگ انہیں باری میاں کہتے ہیں۔ اگر ان کا نام عبد اللہ ہوتا تو لوگ انہیں • اللہ میاں • کہتے ہذا کافر •

اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایک تو جعفری صاحب نے مسئلہ کی نوعیت ہی نہ سمجھی، اور وہ سمجھتے بھی کیا کہ اس کے لئے تفسیق کی ضرورت تھی جس سے وہ عاری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بیان واقعہ میں زبردست خیانت سے کام لیا ہے۔

ابوالکلام آزاد صاحب کے دست راست مولانا عبدالرزاق طبع آبادی بعنوان • بریلی کی جمعیت کا نفر نس •

مولانا سناقر حسن گیلانی سابق استاذ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن شیروانی نمبر مطارف اعظم گڑھ میں رقم طراز ہیں۔

• ان (مولانا حبیب الرحمن شیروانی) کی عجیب و غریب خصوصیت تھی ایک ہی مجلس میں ان سے آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا حبیب الرحمن، مستم دیوبند کی تعریف بھی سن سکتے تھے اور اسی کے ساتھ مولوی احمد رضا خاں میں جو علمی و عملی خوبیاں ان کے علم میں پائی جاتی تھیں ان کا بھی ذکر سنا دیتے۔ (ص ۲۸۲ نواب صدیق جنگ مکتبہ ندوہ لکھنؤ)

ص ۱۸۹۔ آزادی ہند۔

مسلمانوں کو باخبرہ کرتے ہوئے تخریر فرماتے ہیں۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے سوا اور اپنے معتقدین کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔ ایسا ذیابشر۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے      ناطقہ سر بگریاں ہے اسے کیا کہئے  
حق و انصاف کی بات تو یہ ہے کہ آپ سارے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ ہاں جو لوگ وادی کفر و ضلالت کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں آپ نے پیش آنے والے خطرات سے ہر طرح آگاہ کیا اور ان کے دین و ایمان کی محافظت فرمائی۔ اس طرح آپ مسلمانوں کو کافر بناتے نہیں تھے بلکہ کافر بننے سے انہیں بچاتے تھے۔ فالحمہ لشر علی ذالک۔

ملیح آبادی صاحب آگے یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ ”سب جانتے ہیں کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کا گڑھ تھا اور وہاں کے گویا بے تاج بادشاہ تھے انہیں کا حکم چلتا تھا۔ اور وہ خلافت تحریک اور ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو یہ سب

تحریک خلافت کے زمانے (۱۹۱۹ء) ہی میں بعض دشمنوں نے یہ تین اختراعی اور غلط الزامات لگائے تھے کہ:

۱۔ نینی تال میں لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کی۔

۲۔ گورنر کی خوشی کے لئے اس کے حسب منشاء فتویٰ لکھا۔

۳۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔

آپ نے ان کا جو جواب دیا وہ خوف خدا رکھنے والے ایک مسلمان کے لئے کافی ہے۔

”ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیلئے ہے لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ جس نے ایسا کیا اس پر قیامت تک کے لئے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو“  
ایک جگہ انگریز نوازی کے دوسووں کی بیج کٹی کرتے ہوئے تحریک فرماتے ہیں۔

”اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصد کبھی کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا

۱۔ ص ۲۱ ذکر آزاد طبع اول ۱۹۶۰ء دفتر آزاد ہند ساگرت لین کلکتہ۔ ۲۔ ص ۲۰۔ ذکر آزاد۔

۳۔ ص ۳۰۔ ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد۔ شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء۔

صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا۔ و اللہ اعلم۔

سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریز کے خوش کرنے کو تباہی مسلمانوں کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور رسول نہ تنبیہ و آگاہی مسلمانوں کے لئے بتایا۔ بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصود و مدعا ہو۔

آپ نے تو اس جذباتی دور میں جب کہ تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کا زور تھا۔ مسلمانوں کو فلاح و نجات کے بنیادی طریقوں کی طرف متوجہ کیا اور اس طرح انگریز و دیگر اقوام یورپ و امریکہ کی اقتصادیات پر بھرپور حملہ اور کاری زخم لگانے کی تحریک کی تحریر فرماتے ہیں۔

”اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دینے کو دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا کچھ صنائی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو ذسے جائیں۔ اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔“

۱۔ ص ۳۸۔ المومنتہ بار دوم حسنی پریس بریلی۔

۲۔ ص ۱۵۹ حیات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور۔

۳۔ مسلمانوں کی فلاح و نجات کے سلسلے میں حضرت فاضل بریلوی نے اس مختصر مقالہ میں جو تداویر پیش کی ہیں ان میں سے صرف دو تداویر پر مشہور ماہر معاشیات پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس۔ کوئٹہ یونیورسٹی کناڈا کے خیالات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانش وروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے کتاب کی طرف مائل تھا۔

۴۔ علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز ۱۹۲۹ء کی عالمی سردبازاری کی وجہ سے ہوا۔ کسادبازاری کو قابو میں لانے کے لئے کلاسیکی نظریات موجود تھے۔ لیکن اس عظیم کسادبازاری نے ان نظریات کو باطل کر دیا۔ اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نئے نظریہ کی ضرورت ہے جو اس کسادبازاری پر تباہی پانے میں مدد دے سکے۔ بالآخر ۱۹۳۹ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے۔ ایم کینز نے اپنا مشہور زمانہ ”نظریہ روزگار و آمدنی“ پیش کیا۔ اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کر دیا کہ وہ اس عالمی سردبازاری پر مکمل قابو پالیں۔ کینز کو اس کی خدمات کے صلہ میں تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا۔

امام احمد رضا پر الزام انگریز نوازی کے خلاف "گستاخ بے گناہی" مرتبہ پروفیسر محمد سعید احمد جو اردو انگریزی میں ہندو پاک سے شائع ہو چکی ہے، اس کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔

بھلا انگریزوں سے آپ کا کیا تعلق ہوتا کہ مسلم نوابوں کی تعریف و توصیف سے بھی کبھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کیا۔ ایک بار نواب نانپارہ (بہرائچ) کی شان میں کسی نے ایک مدحیہ قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی تو فرمایا:

کروں مدح اہل دُولِ رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا      میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرادین۔ پارۂ ناں، نہیں

حضرت مولانا ہدایت رسول رام پوری نے نواب رام پور کو غنڈہ سرکار، سے یاد کیا۔ توارشاد فرمایا:

بجز "سرکار" سرکارِ ایجاب

لگے ہاتھوں مخالفین کے ”حکیم الامت“ اور ”مجدد ملت“ کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانی  
شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند کا وہ بیان جسے انہوں نے مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی صدر جمعیتہ العلماء ہند  
کو دیا ہے اسے لگا پڑھتے چلیں۔ جو ایک شفاف آئینہ ہے جس میں فرقہ مخالف اپنا سیاسی رخ صاف  
دیکھ لے اور بس۔ موصوف فرماتے ہیں۔

” دیکھئے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دئے جاتے تھے۔“ سہ

اور پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ دہلی نے ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی میں لکھا ہے۔

” مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک میں انہیں جو بلند مقام حاصل ہے اس کے تو قائل تھے۔ لیکن تحریک آزادی ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مستقل مویدانہ روش رہی ہے اس سے وہ بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے۔“ سہ

۱۵ ص ۱۱ مکالمہ الصدرین۔

۲۔ صرف تھانوی صاحب ہی کی انگریزوں کے حق میں مسلسل مؤیدانہ روش کی بات نہیں بلکہ یہاں تو پوراہ خانوادہ ہی اس کا رثواب میں شریک ہے سید احمد رائے بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی، اندر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہم کے سیاسی کردار کا جائزہ لینا ہو تو "ایجاز حق" از راجہ غلام محمد لاہور اور "حقائق تحریک بالاکوٹ" شائع کردہ الجمع الاسلامی مبارک پور کا مطالعہ فرمائیں۔ ۲۰۲ ص ۲۰۲۔ افادات و ملحوظات مولانا سیدی سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۹ء

اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے تو پیشے کے گھر میں بیٹھ کر دیارِ آہنی پہ پتھر پھینکنے کی جرأت شاید نہ ملتی۔ ویسے تحریکِ خلافت کے قدیم کارکن مولانا محمد جعفر شاہ پھلوانیؒ کے بیان کے مطابق (مولانا احمد رضا بریلوی پر) یہ الزام سراسر جھوٹ ہے سیاسی مقاصد کے لئے لگایا گیا تھا۔

• پروپیگنڈا گروپ کے یہ حضرات ایسے حقیقت پسند اور دیانت دار مورخین ہیں کہ میں موقع ملے تو زندہ وجود کو بھی زیرِ زمین دفن کر دیں۔

چنانچہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاس بریلی منعقدہ ۱۲ تا ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۱۹ء کے موقع پر علامہ سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے درمیان تحریکِ خلافت و ترکِ موالات وغیرہ سے متعلق جو علمی مباحثہ ہوا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالرزاق طبع آبادی لکھتے ہیں۔

• کلکتہ سے مولانا کے ساتھ میں بھی بریلی پہنچا۔ رات کو اجلاس تھا۔ مگر شام ہی سے خبریں آنے لگیں کہ فرانس نہیں ہونے پائے گی۔ احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا تو موجود ہیں۔

قابلِ لحاظ نکتہ یہ ہے کہ طبع آبادی صاحب کے پیر و مرشد آزاد صاحب تو تحریر فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بریلی ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی دامِ مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ تحفظ و صیانتِ خلافتِ اسلامیہ۔ ترکِ اعانتِ اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائلِ حاضرہ نہایت جناب کے اختلافات مشہور ہیں۔

چونکہ جمعیت العلماء کا جلسہ یہاں منعقد ہو رہا ہے اور یہی مسائل اس میں زیرِ نظر و بیان ہیں۔ اس لئے جناب کو توجہ دلاتا ہوں کہ رفعِ اختلافات اور مذاکرہ و نظر کا یہ مناسب و بہتر موقع پیدا ہو گیا ہے جناب

جہانِ مضامینہ مولانا مرید احمد چشتی۔

ص ۱۲۲۔ ذکرِ آزاد۔ ص ۱۵ ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ مارچ ۱۹۶۱ء۔

marfat.com

Marfat.com



جلسہ میں تشریف لائیں اور ان مسائل کی نسبت بطریق اصحاب علم و فن گفتگو فرمائیں۔ میں ہر طرح عرض کر دے گا۔  
دگر ارش کے لئے آمادہ و مستعد ہوں۔

فقیر ابوالکلام احمد کان الہدٰی

جمیۃ العلماء ہند نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ اسے اشتہار کی شکل میں شائع کیا۔

”بجواب تحریر جماعتِ رضائے مصطفیٰ“ موصولہ امروزہ مندرجہ بالا خط آج ۳ رجب ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کی شام کو جناب مولوی احمد رضا خاں کی خدمت میں پہنچ دیا گیا ہے۔ اب اطلاع عام کے لئے اس کی نقل شائع کی جا رہی ہے۔

اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا انتقال ۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ یعنی وصا  
ے تقریباً ساڑھے سات ماہ پیشتر سرزمین بریلی میں بیٹھ کر یہ رسوائے زمانہ تاریخ گرامی گئی کہ امام احمد رضا خاں  
بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تو موجود ہیں۔

”زندہ درگور کرنا“ شاید اسی کو کہتے ہیں اور یہی وہ ”خدمات جلیدہ“ ہیں جن کے صلے میں ایسے مؤرخین  
کو تاریخ دانی، بلند نظری اور روشن خیالی کے تمغجات پیش کئے جاتے ہیں جو یقیناً ایک ایسے کم نہیں  
اور اصحاب عدل و انصاف کی گزشتہ اس پر شرم سے جھک جانی چاہئیں۔

قاریمن کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ صرف اختلاف مسلک کی یادداشت میں یہ کچھ ہوا کہ آپ اس  
راہ پر کیوں گامزن رہے جس پر سلف صالحین چلتے رہے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ اسی جرم میں مولانا  
حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے آپ کو اپنی کتاب الشہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند میں  
مجدد التفسیل، دجال، مفتری، کذاب جیسی تقریباً ساڑھے چھ سو روزہ خیر گایاں دی ہیں جنہیں دیکھ کر  
عامر عثمانی فاضل دیوبند کو بھی لکھنا پڑا۔

”واقعی مولانا مدنی نے اس کتاب میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ انہیں موٹی موٹی گایاں

سے ایسی تعریضوں اور بدگمانیوں کی وجہ یہ ہے کہ جناب کے اختلافات مشہور ہیں۔“ پر کلیۃً اعتماد کر لیا جاتا ہے۔

وہ بذات خود آپ کی تحسیر وں کے مطالعہ کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی جاتی۔ اختر مصباحی

شمارہ ۱۶۳ مکتب ابوالکلام آزاد مبعوضہ کراچی ۱۳۶۹ھ۔ شمارہ ۱۶۲ ص ۱۶۲۔ ایضاً۔

مذہبی گالیاں کہنا ضرورتی بجانب ہے۔

بلکہ تقریباً وہ بھی کتابیں جن کے عقائد و نظریات باطلہ کی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پرزور تردید فرمائی تھی ان کے بارے میں جناب عامر عثمانی صاحب نے ماہنامہ تنقح دیوبند کے صفحات پر یہ صاف صاف لکھ دیا کہ:

”یہ دیوبندیوں کے لڑ پچر کی خاصی مشہور کتابیں ہیں۔ ارواحِ ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، سوانح قاضی، شرف السوانح، الجمعۃ کا شیخ الاسلام نمبر، انفاس قدسیہ وغیرہ ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہے۔ لیکن یہ زلزلہ ہی سے منکشف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے عجوبے اور کیسی کیسی کہنیاں محفوظ ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔“

واقعہ یہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے فساد میں کوتاہ نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے

دجال بریلوی، محمد المفسرین، عبد الرسول، عبد الدیم وغیرہ بخیدہ و معتدل مانے جانے والے نامہ صاحب کے بقول اکابر دیوبند کی ”مہذب گالیاں“ ہیں۔ اور جب یہ حضرات غیر مہذب گالیوں پر اتر آئیں تو بد جانے کیا کیا کہہ ڈالیں۔ اختر مصباحی۔

کالم ۲ ص ۹، ماہنامہ تجسلی دیوبند۔ فروری و مارچ ۱۹۵۹ء۔

علماء دیوبند کے فکری و اعتقادی تضادات کی مستند دستاویز جس کے جواب میں ہندو پاک اور برطانیہ سے دیوبند کے کتابیں شائع کر کے ان حضرات نے اپنی ٹوٹی ہوئی گردنوں پر کچھ اور بوجھ لادیا اور ”زیروزبر“ جیسی کتاب جواب جواب کے طور پر منظر عام پر لانے کے مواد اور اسباب فراہم کئے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ امت مسلمہ کے درمیان انتشار و افتراق پھیلانے میں جس طرح عہد حاضر کی ان تین کتابوں کو عالم گیر شہرت حاصل ہے۔

۱۔ کتاب التوحید \_\_\_\_\_ از شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی

۲۔ تقویۃ الایمان \_\_\_\_\_ از شاہ محمد انیس دہلوی

۳۔ حفظ الایمان \_\_\_\_\_ از مولانا اشرف علی تھانوی

۴۔ اسی طرح فرقہ باطلہ کی تردید میں مندرجہ ذیل کتابیں سرفہرست ہیں۔

۵۔ تحفۃ اثنا عشریہ \_\_\_\_\_ از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

۶۔ قادیانی مذہب \_\_\_\_\_ از محمد ایسا س برنی

۷۔ زلزلہ \_\_\_\_\_ از مولانا ارشد القادری

اور آگے چل کر لکھا — ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے کہ یا تو تقویٰ الہیہ اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور ہستی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھا جائے۔ اور یہ صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد اور روحِ ثلاثہ اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کریں۔ یا پھر ان مؤخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلانِ مسترمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب دیا بس سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر کتابوں میں مندرج ہیں۔

حقائق کا اعتراف کرنا کوئی عیب نہیں بلکہ ہنر ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ جذبات و حسد کے سامنے مغلوب ہونے کی بجائے انصاف و دیانت کے ساتھ ہر پیش آنے والی چیز کا فیصلہ کرنا کہ صحیح نتائج اخذ کرنے میں کسی دقت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپس نے چلتی پھرتی روایتوں اور (گمراہ کن) افواہوں کی بنیاد پر جو ایک نظریہ تسلیم کر لیا ہے کہ علمائے اہل سنت اور مولانا احمد رضا خاںؒ ایسے تھے ویسے تھے انہوں نے یہ لکھ دیا وہ لکھ یہ مبنی بر صداقت ہی ہو۔

بذاتِ خود آپ اپنے مطالعہ کی روشنی میں علی وجہ البصیرۃ کوئی رائے قائم کیجئے۔ اور سنی سُننا باتوں کو پس پشت ڈالئے۔ دلائل و براہین حقہ و اضحیٰ کی موجودگی میں یہی آنکھ بند کر کے یہ کہتے جانا کہ یہ جو سن اور سمجھ لیا ہے وہ کافی ہے۔ اب مزید کچھ جاننے کی ضرورت نہیں۔ کم از کم اہل علم کے لئے تو یہ روش نہایت حیرت انگیز اور بہت افسوسناک ہے جس سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے۔ خدائے مقلب القلوب و الغیبات کو صحیح بصارت، کانوں کو قوتِ سماعت اور دلوں کو قبولِ ہدایت کی توفیق رفیع بخشے۔ آمین۔

بجاء حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

۲۔ اعتدال پسند طبقہ جو زیادہ تر یونیورسٹیوں، کالجوں، لائبریریوں اور سرکاری اداروں میں

۱۰ ماہنامہ تحسینی دیوبند۔ شمارہ مئی ۱۹۷۳ء

راور آج کل بعض خانقاہوں) سے وابستہ ہے۔ اس کا انداز دینی مطالعہ کی کمی کی وجہ سے عموماً درمیانی اور غیر جانبدارانہ ہوا کرتا ہے۔ دین کے اہم مسائل میں مداخلت، بے جا رواداری اور مصلحت کوشی یقیناً معیوب اور قابل مواخذہ ہے اس لئے ایسے حضرات کو چاہئے کہ کتب و رسائل علماء اہل سنت کی طرف رجوع کریں۔ اور خوب سے خوب ترکی تلاش میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ پکارا نہیں گئے کہ:

”علم و فن کی گہرائی و گیرائی اور مذہب و ملت کی سچائی یہاں ہے۔ افسوس کہ ہماری غفلت و بے توجہی سے اتنی عظیم اور فاضلانہ شخصیت نگاہوں سے اوجھل رہی۔ ہمیں تو آج سے بہت پہلے اس کی حیات و خدمات کے ہر گوشے سے مکمل واقفیت اور آگہی ہونی چاہئے تھی۔ سرسری اور سطحی معلومات سے گزر کر تحقیقی مطالعہ اب تک کیوں نہ کر سکے۔ ہماری یہ حرمان نصیبی کسی نہ کسی طرح جلد تر دور ہونی چاہئے۔“

ایسے لوگ پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں پر دھیان نہ دیں تو ان کے حساس دل اور باشعور ضمیر کی خود تحسریک جوگی کہ ان کے کارناموں کے ذکر سے ہماری کتابیں ہرگز خالی نہ رہنی چاہئیں۔ جیسا کہ میاں عبدالرشید کالم نگار نولے وقت لاہور نے جب آپ کی اور آپ پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیا تو نہایت شدت کے ساتھ اس کا احساس کیا کہ اپنی غیر مطبوعہ کتاب ”اسلام! برصغیر پاک و ہند میں“ کے اندر ایک زبردست کمی رہ گئی ہے جس کا ازالہ بہر حال ہونا چاہئے۔ چنانچہ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں یوں اظہار خیال فرماتے ہیں۔

”آپ کی ارسال کردہ کتابوں کے دیکھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اس میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے بارے میں ایک باب ہونا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اعلیٰ حضرت کی کوئی مستند اور جامع سوانح عمری اردو زبان میں مل جائے۔“ محررہ ۷ نومبر ۱۹۷۳ء۔

پنٹہ یونیورسٹی کے بعض پروفیسروں کی نظر سے جب آپ کی چند تحریریں گزریں اور انہوں نے اعلیٰ تحقیقات کے نادر نمونے دیکھے جن میں ذہن رسا کی کلاسیک رائیاں قدم قدم پر دعوتِ خود و فکر دے رہی تھیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ: ”یہ کتنی بد نصیبی اور محسرومی ہے کہ ایسی نادر روزگار شخصیت کے علمی کمالات سے ہم اب تک نا آشنا رہے۔ ایسے قابل رشک عالم و فاضل کو ذہین کہنا تو اس کی توہین ہے۔ یہ تو مجسم ذہن، معلوم ہوتا ہے جس کی سطر سطر اور ایک ایک بات سے جدت و جودتِ ذہن کے چہرے جلتے ہیں۔“

بہر حال! مقصود کلام یہ ہے کہ ایک خالی الذہن انسان جب بھی آپ کی حیات و خدمات کا مطالعہ کرے گا۔ اس کی سلامتی طبع اسے یقیناً آپ سے قریب کر دے گی۔ اور جیسے جیسے وہ آگے بڑھے گا آپ کی پرکشش اور جامع کمالات شخصیت کا مداح اور گرویدہ ہوتا چلا جائے گا۔

۳۔ یہاں اپنوں سے یہ کہنا ضروری ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی پر نہ لکھنے اور لکھ کر دوسرے حلقوں تک نہ پہنچانے کی شکایتیں اب ہر طرف سے سننے میں آرہی ہیں۔ چنانچہ پروفیسر رحیم بخش شاہین راولپنڈی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

”میں تو یہ کہوں گا کہ یہ مفید کام آج سے بہت پہلے ہونا چاہئے تھا لیکن ہمارے علماء نے نہ جاننے کیوں ایسے ٹھوس علمی کام کی طرف توجہ نہ دی جس سے اعلیٰ حضرت کے علمی اور اجتماعی کارنامے منظر عام پر آکر بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو سکتے تھے“ (۱۵ مارچ ۱۹۶۴ء)

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش میرپور خاص سندھ، موصوف کے نام لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی کی گرانقدر خدمات کا بوجھ ساری ملت اسلامیہ کی گردن پر ہے۔ اس سے ملت سبکدوش تو نہیں ہو سکتی لیکن یہ بڑی احسان مندانہ موٹی تھی کہ اب تک اسے شایان شان خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخصیت فضلاء و محققین کی نظروں سے اوجھل رہی۔

کوٹے کے بازار میں خوب چل رہے ہیں اور کھرے کھوٹے کی کوئی تمیز ہی نہ رہی۔ تمیز تو جب ہو کہ کھرا مال بازار میں آئے۔ طالب کی طلب کتنی ہی صادق کیوں نہ ہو لیکن بازار میں اسے کوٹا ہی مال ملے گا۔ اس قدر جھوٹ بولا گیا ہے کہ اب جھوٹ ہی کو بچا سمجھا جانے لگا ہے۔“ (۱۹ محرمہ ۱۴۰۲ھ ۲ مارچ ۱۹۶۴ء)

پیشہ ۱۳۹۱ھ تک امام احمد رضا قادری پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عموماً نشہ اور ناقص و نامکمل ہے۔ مضامین و مقالات تو لکھے ہی نہیں گئے اور جو عالم وجود میں کسی طرح آگئے ان میں نقل و اعادہ ہی کو کافی سمجھا گیا۔ شخصیت کو علمی انداز میں پیش کرنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی گئی۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب محنت کے ساتھ ہر موضوع پر تحقیق کر کے دلکش اور علمی انداز میں اسے پیش کرنے کا سلسلہ چل پڑا ہے اور نوجوان ذہنوں میں حرکت و انقلاب کی ایک آہٹ سی محسوس کی جا رہی

۱۔ ص ۲۱۴۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں طبع ششم الجمع الاسلامی مبارکپور۔

۲۔ ص ۲۱۴-۲۱۵۔ ایضاً۔ کچھ مفید مشورے راقم سطور کے کتابچہ ”پیغام عمل“ میں درج کئے گئے ہیں۔

ہے۔ قیمتی مقالات و مضامین اور گراں قدر کتابیں بڑی تیزی کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہیں۔  
ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ ہم میں سے بعض حضرات ہر طرف سے توجہ ہٹا کر خالص علمی تحقیقات  
کے لئے اپنی توانائیاں صرف کریں اور اپنی سنجیدہ و متین کوششوں سے ارباب علم و دانش کے ذہن و  
دماغ پر اثر انداز ہوں۔ تاکہ اب تک جو نہ مانا گیا اسے مانا جائے۔ جو نہ جانا گیا اسے جانا جائے۔ جو نہ تسلیم  
کیا گیا اسے تسلیم کیا جائے اور منہ فضل و کمال سے جس کو محسوس کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کو بصد ترک و  
استقام زینت محفل بنا کر اس منہ پہ بھایا جائے۔

یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ہر خاص و عام کے لئے قابل قبول اور سنجیدہ تحقیق کے لئے آمادہ ہوں  
اور مخالفین سے بے ضرورت نہ الجھیں۔ کیوں کہ وہ ہمیں الجھا کر تعمیری کاموں سے دور اور اہم مقاصد سے  
غافل کر دینا چاہتے ہیں

ہاں! مخالفین کی طرف حکمت بالغہ کے ساتھ درد مندانہ اور مخلصانہ توجہ نہایت ضروری ہے۔ رب  
کریم ارشاد فرماتا ہے۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔  
(۲۴ پ ۱۴ سورہ نحل)

ترجمہ :- اپنے رب کی راہ کی طرف بلا قہ کی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کر دو  
جو سب سے بہتر ہے۔

جو آج ہمارے سامنے صفت آرا ہیں۔ کل وہ بھی ایوان اہل سنت و جماعت ہی کے سنگ و خشت تھے ان میں  
کوئی مخالف نہ ہو گا جس کی تیسری یا چوتھی پشت کا تعلق اہل سنت و جماعت سے نہ ہو۔ وہ باہر سے نہیں آئے  
اندھے گئے ہیں۔ ان کو انجام کار بتایا جائے۔ دلیل و برہان سے مطمئن کیا جائے اور حیل و حیل و محبت کے  
ساتھ انہیں بلایا جائے۔

بھٹکے ہوئے آہ کو پھر سونے حرم لے چل

# شجرہ طوبی

ہندوستان شروع ہی سے مسلمانوں کا ایک دینی و علمی گہوارہ، اہل سنت و جماعت کا عظیم مرکز، اولیاء و صلحاء کرام کا روحانی مرجع، علماء و فضلاء اسلام کا معدن و منبع، اور رشد و ہدایت کا ایسا مصدر و سرچشمہ ثابت ہوا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک کے لئے باعثِ صدر شک اور ابنائے وطن کے لئے باعثِ فخر و مباہات بنا رہا۔ مساجد و مدارس اور خانقاہوں سے علم و حکمت اور عشق و عرفان کی موسلا دھار بارش نے سرزمین ہند کی زرخیزی اور آب و گل کے امتزاج سے ایسے ایسے سبزہ و گل کھلائے جن کے جمال و رعنائی پر ایک عالم فریفتہ رہا۔ اور ان کی عطر بیز خوشبوؤں سے روح کائنات وجد کرا اٹھی۔

سرچشمہ کتاب و سنت اور فیضانِ علم و حکمت سے سیراب ہونے والے اس چمنستانِ قدس کے ایک شاداب گل کا نام ہے مجددِ اسلام امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز۔ اور ان کا سلسلہ ذکر و فکر شیخ عبدالحی محمدت دہلوی، شیخ عبدالقادر جیلانی، امام اعظم ابو حنیفہ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوتا ہوا سید الانبیاء والمرسلین رسولِ ہاشمی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

سلسلوں اور واسطوں کی ایک لہر ہے جو اس آغوشِ بحر بکراں تک پہنچا دیتی ہے۔ جس کے لئے ساری کائنات مضطرب اور ہر لمحہ رواں دواں ہے۔

محدث عرب و عجم حضرت شیخ سید محمد عبدالحی بن شیخ کبیر سید عبدالکبیر الکنانی الحسینی الادریسی الفارسی، ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو مکہ مکرمہ میں فاضل اجل امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا، یہ سلسلہ سماع اس طرح مذکور ہے۔

۱۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی، سیدنا شاہ آل رسول احمدی، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،

متعدد علماء حرمین طیبین کو اپنے جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی اجازت روایت دیتے ہوئے مندرجہ ذیل

مشارع و علمائے ملت سے روایت تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ خاتم المحققین حضرت مولانا محمد نقی علی قادری برکاتی بریلوی م ۱۲۹۷ھ، عارف ربانی سیدنا شیخ

رضا علی بریلوی، شیخ خلیل الرحمن محمد آبادی، فاضل محمد اعظم سندیلوی، ملک العلماء بحر العلوم ابوالیاس محمد  
عبد العلی فرنگی محلی علیہ

۳۔ محدث فقیہ سید احمد بن زین بن دھلان مکی، شیخ محمد عثمان دمیاطی علیہ

۴۔ سیدنا شیخ عبدالرحمن سراج مفتی احناف مکہ معظمہ بن مفتی اجل عبداللہ السراج الوہاب، شیخ

جمال بن عبداللہ عمر مکی مفتی احناف علیہ

۵۔ شیخ سید حسین بن صالح جبل اللیل مکی، شیخ غابد سندھی محدث مدنی علیہ

۶۔ حضرت شیخ زشاہ آل رسول احمدی مارہروی، شیخ سید آل احمد ملقب بہ اچھے میاں مارہروی،

سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسینی واسطی، سید طفیل محمد اتروڈوی، سید مبارک فخر الدین بلگرامی، شیخ

ابوالرضا بن شیخ اسمعیل دہلوی، افضل المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی، (صرف سند حدیث مسلسل بالاولیت)

۷۔ حضرت شیخ علم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ

۸۔ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری، افضل العلماء شیخ احمد حسین صوفی مراد آبادی، ابن عبدالغنی شیخ احمد

بن محمد دمیاطی، شیخ محمد بن عبدالعزیز، شیخ ابوالخیر بن غموش رشیدی، شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری

خاتمہ المحققات شہاب الملہ والدین ابوالفضل علامہ ابن حجر عسقلانی، (مسلسل بالاولیت) علیہ

۹۔ شیخ آل رسول احمدی قدس سرہ انیس واسطوں کے بعد قطب ربانی محبوب صمدانی سیدنا عبدالقادر

الحسنی البیہقانی رضی اللہ عنہ (سلسلہ بیعت) علیہ

۱۰۔ فہرستان عظیم کی روایت، احادیث کریمہ کی روایت صحیحہ، جملہ کتب احادیث کی روایت، اصول حدیث

۱۲۹۷ھ ترجمہ الاجازات المیتہ، در رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور۔ ۱۲۹۷ھ۔ ۳۰۵۔ ایضاً۔ ۲۰۱ و ۳۰۵۔ ایضاً

۱۲۹۷ھ۔ ۳۰۵۔ ایضاً۔ ۳۰۵۔ ایضاً۔ ۳۲۷ و ۵۴۵۔ ایضاً۔ ۳۵۱۔ الاجازات المیتہ

لاہور۔ ۳۵۵۔ ایضاً۔ ۲۰۰۔ ایضاً۔



اور فقہ حنفی کی روایت، سیدنا آل رسول احمد کلہ مارہروی کی تصریح کے مطابق سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تک پہنچتی ہے۔

۱۱۔ شیخ آل رسول احمدی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (روایہ صادقہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلسلہ بیعت)۔

اپنی ایک سند کے سلسلے میں خود امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

”محمد اللہ تعالیٰ صحیح بخاری شریف کی اعلیٰ سند کی طرح یہ سند بھی ثلاثی ہے جو اس عاجز بندے سے جلیل الشان آقا تک صرف تین واسطوں سے پہنچی ہے۔ (علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایک شاندار کتابچہ اس (مذکورہ) خواب کی شرح میں لکھا ہے۔ والحمد للہ علی الأئمہ الشریفۃ و نعمانہ الطیفۃ۔“

حضرت فاضل بریلوی کے اس سلسلہ خیر و برکت کا اعتراف تقریباً سبھی انصاف پسند علماء و مورخین نے کیا ہے۔ اور مختلف مسالک فکر کا ذکر کرتے ہوئے جہاں یہ لکھا ہے کہ متعدد ذہین و زیرک اور صاحب فضل و کمال، اہل علم نے فقہی مسائل میں ائمہ اسلاف سے اختلاف اور بعض امور میں ان کے مسلک سے انحراف کیا ہے، اور ان کے معتقدین و متعلقین بڑھتے بڑھتے ایسی منسلکوں تک پہنچ گئے کہ انہیں ایک مخصوص مکتب فکر کی حیثیت سے نشان امتیاز حاصل ہو گیا۔ جس کی نشر و اشاعت کے لئے دینی و فکری اداسے اہل درس گاہیں بھی وجود میں آ گئیں۔ وہیں انہیں اسس زندہ و تابندہ حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑا کہ رام پور و بدایوں اور خیبر آباد و بریلی کے علماء مسلک حنفیت کے حقیقی علم بردار بن کر اپنی قدیم روش پر سختی کے ساتھ قائم اور عمل پیرا رہے۔

حکیم عبدالحی (والد مولانا ابوالحسن علی ندوی) رائے بریلوی سابق ناظم ندوۃ العلماء، بکھنوبہندوستان کے مذہبی مکاتب فکر کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

۱۔ ہندوستان میں ابتداء ہی سے فقہ حنفی کا رواج رہا ہے، لیکن ساحل سمندر کے قریب مثلاً مدراس، ملیبار اور کوکن میں پہچوں کہ اہل ہین اور اہل حجاز کی آمد و رفت زیادہ تھی اس لئے اس علاقہ کے لوگ عام طور پر فقہ شافعی کے عامل ہیں۔ اور آج بھی وہ اسی پر قائم ہیں۔ فقہ مالکی اور فقہ حنبلی کا کوئی اثر ہندوستان

لے ۳۰۰۔ ایضاً۔ لے ۳۱۹۔ ایضاً۔ لے ۳۱۹۔ ایضاً۔

میں نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ کچھ لوگ مالکی اور حنبلی فقہ کے ماننے والے بغرض تجارت یا اور کسی مقصد سے ہندوستان آئے۔

ہندوستان میں اس صدی میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو ان چاروں مذاہب (حنفیت، شافیت، حنبلیت، مالکیت) میں کسی کی تقلید نہیں کرتا اور براہ راست کتاب و سنت سے مسائل فقہیہ کا استنباط کرتا ہے۔ اس گروہ میں کچھ تو وہ لوگ ہیں جن کی رائے معتدل اور افراط و تفریط سے خالی ہے۔

اس گروہ کی رائے یہ ہے کہ مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید جائز ہے کیوں کہ ہر شخص براہ راست کتاب و سنت سے مسائل نہیں نکال سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص براہ راست کتاب و سنت سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس میں اس کی اہلیت ہے اور اس کی تحقیق اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ امام کی رائے اس مسئلہ میں کتاب و سنت سے زیادہ مسترب نہیں ہے۔ تو ایسے شخص کے لئے اس مسئلہ میں امام کی تقلید جائز نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پوتے مولانا شاہ اسماعیل شہید بن عبد الغنی بن ولی اللہ اور سید احمد شہید بریلوی بن سید عرفان اور ان کے اکثر اصحاب و اتباع کی یہی رائے ہے۔

بعض لوگوں کے نزدیک مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید ناجائز و حرام ہے اور ان کے نزدیک کتاب و سنت سے جو احکام صراحۃً معلوم ہوں انہیں کا اتباع کرنا چاہئے۔ اور مسائل فقہ میں قیاس و اجماع امت حجت شرعی نہیں ہے۔ یہ مسلک مولانا فاخرالہ آبادی بن یحییٰ اور میاں جی شیخ نذیر حسین حسینی دہلوی بن جواد علی اور نواب سید صدیق حسن بھوپالی اور ان کے متبعین کا ہے۔

ایک گروہ کی رائے اس معاملہ میں حد افراط تک پہنچتی ہوئی ہے اور تقلید کی حرمت پر یہ لوگ بہت مصر ہیں۔ مقلدین کو یہ اہل بدعت شمار کرتے ہیں اور ان کو نفس کا غلام سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اس سخت رائے میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ ائمہ کرام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی بھی کر دیتے ہیں۔ یہ مسلک شیخ عبدالحق بناری بن فضل اللہ اور شیخ عبد اللہ صدیقی الہ آبادی وغیرہ کا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے مسلک و خیال کے مطابق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ مثلاً شیخ معین الدین سندھی بن امین کی "دراسات التیب" اور شیخ فاخرالہ آبادی کی "تُرۃ العینین" اور شاہ اسماعیل دہلوی کی "تسویر العینین" اور میاں سید نذیر حسین کی "معيار الحق" اور شیخ عبد اللہ الہ آبادی کی

• اعتصام السنۃ اور نواب سید صدیق حسن بھوپالی کی "الجنة في الاسوة العنة بالسنة" وغیرہ ہیں۔ اس موضوع پر نواب صدیق حسن بھوپالی اور دوسرے علماء کی بھی بہت سی مشہور کتابیں ہیں جن کا ذکر ہم طوالت کے خوف سے نہیں کر رہے ہیں

نواب صدیق حسن بھوپالی نے فقہ حدیث کے موضوع پر کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ مِسْلَقُ الْخِتَام - بُدْرُ الْاَهْلَةِ - دِلِ الْطَالِب - هِدَايَةُ السَّائِل - فَتْحُ الْمَغِث - النُّهْجُ الْمَقْبُول - الْعُرْفُ الْعِبَارِي - وغیرہ -

علماء احناف میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک تحقیق و انصاف کی راہ پر ہے۔ مثلاً ملا محمد العلوم عبدالحی بن ملا نظام الدین مصنف ارکان اربعہ اور مولانا عبدالحی فرنگی محل بن عبدالحلیم مصنف التعلیق المجد۔ احناف میں دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو تقلید پر سختی سے قائم ہیں اور اس کے خلاف کوئی چیز نہیں برداشت کر سکتے ہیں۔ مثلاً مولانا شیخ فضل رسول اموی بدایونی اور ان کے متبعین۔ اسی موضوع سے متعلق مشہور مصنف و مورخ سید سلیمان تہجدی صاحب لکھتے ہیں۔

۲۔ دہلی کے اس خانوادہ (ولی اللہی) کے فیض تعلیم سے دو اہم سلسلے چلتے ہیں۔ ہندوستان میں اب تک ترکستان و خراسان کے اثر سے صرف فقہ حنفی کا رواج تھا عرب سے خال خال شافعی آئے تھے مگر ان کا اثر سواحل تک محدود تھا۔ اکبر اور جہاں گیر کے زمانہ میں جب ہند کی طرف سے عربوں کی آمد و رفت کا دروازہ کھلا تو ہندوستان اور عرب میں علمی تعلقات کا آغاز ہوا چنانچہ شیخ بہلول (حضرت مجدد الف ثانی کے شیخ الحدیث) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس فیض کو دہلی سے لائے۔ اس سے حقیقت کے غلو کے ساتھ حدیث و سنت کی پیروی کا خیال دلوں میں پیدا ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے جب عرب کا سفر کیا اور مختلف مذاہب کے علماء سے فیض پایا تو ان کا مشرب زیادہ وسیع ہو گیا۔ وہ عملاً کو حنفی ہی رہے مگر نظری اور علمی حیثیت سے وہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ اس شان کا علانیہ جلوہ ان کی مستوی و مصفی شروع موطا میں نظر آتا ہے۔ بانکی پور کے مشہور کتب خانہ میں صحیح بخاری کا ایک قلمی نسخہ ہے جس پر شاہ صاحب کے ہاتھ کی ایک تحریر ہے جس میں انہوں نے اپنے کو عملاً حنفی اور عملاً و تدریسا حنفی و شافعی لکھا ہے۔ اور اپنی بعض تالیفات میں قرآنہ فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کو ترجیح دی ہے جو فقہ حنفی

۱۔ از ص ۱۵۲ تا ص ۱۵۳۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔ ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۵ء۔

کے خلاف ہے۔

شاہ صاحب کے بعد یہ رنگ اور نکھر گیا۔ مولانا شاہ اسحاق صاحب، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب، مولانا شاہ اسماعیل صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب دہلوی نے ردِ بدعت اور توحید خالص کی اشاعت کی جدوجہد فرمائی۔ اس نے دلوں میں سنت کی پیروی کا عقیدہ راسخ کر دیا۔ ان کے شاگردوں میں یہ دونوں رنگ الگ الگ ہو گئے۔

شاہ صاحب کے نامور شاگردوں میں مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر اور مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری ہیں۔ شاہ عبدالغنی صاحب مجددی کے ممتاز شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم (دیوبند) ہیں۔ اور پورب میں مولانا شاہ اسماعیل صاحب کے شاگرد مولانا سخاوت علی جوہر پوری وغیرہ ہیں۔ اس سلسلہ میں ردِ بدعت اور توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ مولانا شاہ اسحاق صاحب کے ایک دوسرے شاگرد مولانا سید نذیر حسین صاحب بہاری دہلوی ہیں اس دوسرے سلسلہ میں توحید خالص اور ردِ بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اسی سلسلہ کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔

تیسرا سنی فرقہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔

مفتی صدالدین آندہ دہلوی کی ایک مشہور کتاب "مُنْتَهٰی الْمَقَالِ فِی شَرْحِ لَا تُشَدُّ الرِّجَالُ" مطبع علویہ دہلی جس پر علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی کی تقریظات بھی ہیں۔ اس کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے جناب عبدالرحمن پرواز اصلاحی رقم طراز ہیں۔

## وجہ تالیف

۳۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ اور ان سے انتساب رکھنے والوں میں ایک گروہ تو شاہ صاحب کے مسلک پر گامزن تھا۔ اور مسائل دینی میں اس سے مبرا و انحراف پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر دوسرا

۱۔ ۴۴ تا ۴۶ جات شبلی از سید سلیمان ندوی۔

گروہ اجتہاد اور عدم تقلید کا رجحان رکھتا تھا۔

چتا پنچ رفتہ رفتہ ان گروہوں میں مختلف مسئلوں میں اختلاف رونما ہوا۔ نوبت بحث و مناظرہ تک پہنچی۔ دونوں کی جانب سے متعدد کتابیں اور رسالے لکھے گئے۔ انہیں میں ایک مسئلہ زیارت قبور کا بھی تھا۔ جنوں کہ اس دور میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن حزم کی تصنیفات ہندوستان میں پہنچ چکی تھیں۔ اور اہل علم کا اچھا خاصا گروہ ان کے خیالات سے متاثر ہوا۔ اور مسائل میں ان کی پیروی کرنے لگا اس لئے مفتی (صدر الدین آزرہ) صاحب نے ابن تیمیہ کی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" اور ابن حزم کی کتاب "المُعْتَلٰی" کو اپنی تنقید کا موضوع بنایا ہے۔ ان کتابوں میں انبیاء اکرام اور اولیاء عظام کی قبروں کی زیارت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

ابن تیمیہ کے معاصرین میں تقی الدین السبکی کی کتاب "شفاء السقام فی زیارة خیر الامام" اس موضوع پر بڑی اہم کتاب ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے بھی اس موضوع پر بعض نادر تحقیقات پیش کی ہیں خصوصاً انہوں نے عربی زبان دانی کے قواعد اور اصول فقہ کی روشنی میں جو نکتے پیدا کئے ہیں ان سے ان کی ذہانت۔ فہمائے بصیرت اور محسوس ثناء و تحریف علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

کتاب کا دیباچہ نہایت فصیح و بلیغ عربی تحریر فرمایا ہے جس کا باب باب ہے کہ اس زمانے میں علم کے آثار مٹتے جا رہے ہیں۔ بڑی بڑی علمی شخصیتیں اٹھ چکی ہیں۔ اب صحیح معنوں میں علم کی قدر و منزلت باقی نہیں رہی، کم ہمتی اور تن آسانی کی بناء پر لوگ تحقیق کی دشوار گزار راہ میں قدم نہیں رکھتے۔ اس لئے ان کے سامنے حق و صواب کی راہ او جھل ہو گئی ہے۔

اب علماء انہیں کہا جاتا ہے جنہیں علم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ حضرات کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مقتدا اور رہبر بن گئے ہیں۔ اور انہیں راہ راست سے بھٹکا رہے ہیں۔ ان حضرات کی نظر صرف روایتوں کی نقل پر ہے ان کے اندر جو باریکی اور رموز ہیں ان پر انہوں نے کبھی غور و خوض ہی نہیں کیا جالانکہ زبان دانی کے فن سے یہ آشنا ہوتے اور دلائل و اصول کی روشنی میں غور کرتے تو ان پر اصل حقیقت واضح ہو جاتی مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ علماء حق سے دنیا خالی ہو گئی ہو۔ اس زمانے میں بھی کچھ لوگ ایسے مل جائیں گے جن کے سامنے مسائل کی ہاریکیاں آشکارا ہیں۔

ان میں سے جن لوگوں نے قول مرجح کو اختیار کیا ہے اس کو انہوں نے اپنی فہم کے مطابق

بڑی تادرتحقیق سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی سراسر خام خیالی ہے۔

یہ چوں کہ ہرنی چپسز کے شیدائی ہیں اس لئے انہوں نے اپنی جدت پر خدی کی بنا پر اپنا مقتدا اور سرخیل ابن تیمیہ اور ابن حزم کو مسترد کر دیا۔ اور ان کے تمام تر خیالات کا ماخذ انہیں دونوں کی کتابیں ہیں۔ لیکن ان کی گمراہی کے لئے یہی بات کافی ہے کہ انہوں نے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت حرام قرار دیا ہے۔ یہ حضرات اس کی دلیل میں حدیث ”لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلاَّ كُوفٍ“ کو پیش کرتے ہیں۔ میں نے اسی لئے اس حدیث کی تشریح پر توجہ کی۔ تاکہ لوگوں کو پریشان خیالی سے نجات ملے۔ اور نفسِ مسد کی صحیح صورت ان کے سامنے آجائے۔ ۱۱

مولانا ثناء اللہ امرتسری مدیر مجلہ اہل حدیث، نمبر ۱۹۳ء میں لکھا تھا۔

۴۔ امرتسری میں مسلم غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) مساوی ہیں۔ اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔ ۱۲  
مشہور مؤرخ پر وقیصر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں۔

۵۔ (۱) اودھ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے۔ آخری دور میں مولانا فضل حق خیر آبادی اس قافلہ کے سالار اعظم تھے، انہوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان دلی اللہی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ مگر وہ شاہ اسماعیل اور شاہ اسحاق دہلوی کے بعض افکار و خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور قدیم روش پر سختی سے قائم تھے۔ مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے۔ ان حضرات نے شاہ اسماعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی۔ علمائے بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین و مددگار اور ہم نوا تھے۔ ۱۳

(ب) مولانا بریلوی فکری اعتبار سے مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا محبوب علی دہلوی اور مولانا فضل رسول بدایونی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول الذکر ہر دو حضرات تو خانوادہ دلی اللہی کے نامور ارکان ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے علماء فرنگی محل (لکھنؤ) سے استفادہ و استفادہ کیا ہے۔ ۱۴

۱۱۔ ص ۱۳۸ تا ۱۴۰۔ مفتی صدر الدین آزاد مدظلہ العالی مکتبہ جامعہ یسٹ انڈیائی۔

۱۲۔ ص ۴۰۔ شمع توحید، ثناء اللہ امرتسری مبعوء سرگودھا۔ پاکستان۔

۱۳۔ ص ۵۵۔ بعنوان اردو میں مذہبی ادب۔ اردو نامہ کراچی شمارہ ۵ دسمبر ۱۹۵۴ء۔

۱۴۔ ص ۹۱۔ خیابان رضا، عظیم جلی کیشنور، لاہور۔

حکیم عبدالحق رائے بریلوی، پروفیسر محمد ایوب قادری اور پرواز اصلاحی کی تحکیر کے مطابق علماء احناف میں مفتی صدر الدین آزاد، مفتی سعد اللہ مراد آبادی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی و حضرت مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کے متبعین کی جماعت تعلید حنفیت پر سختی سے قائم ہے اور اس کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتی۔

سید سلیمان ندوی کا تحقیقی تجربہ بھی یہی ہے کہ عموماً بریلی اور بدایوں ہی کے علماء کرام اپنی قدیم روش پر قائم ہیں، اور اپنے آپ کو اہل سنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اہل حدیث عالم ثناء اللہ امرتسری نے صدیوں پیشتر تک اس جماعت کا سلسلہ جوڑتے ہوئے خود ہی اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ امرتسری میں (بالخصوص) اور ہندوستان کے طول و عرض میں بالعموم مسلمانوں کی غالب آبادی عقیدہ و خیال کے اعتبار سے وہی تھی جسے عرف عام میں آج کل حنفی بریلوی کہا جاتا ہے۔

حضرت فاضل بریلوی اور دوسرے علماء اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں کہ دیگر حضرات کی طرح ہم نے کتاب و سنت میں اپنی عقل و قیاس کو دخل نہ دیا اور نہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے خلاف کوئی تہی راہ نکالی بلکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کے طریقت پر گامزن ہیں اور انہیں ہی اپنا دینی و روحانی مقتدا و پیشوا مانتے ہیں، یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور ہماری ہزاروں کتب میں اس پر شاہد عدل ہیں۔

اور موافق و مخالف و قدیم و جدید ہر طبقہ میں یہ بات مسلم ہے کہ اس دور اخیر میں حنفیت کے سب سے بڑے علم بردار، امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ دہلی، لکھنؤ، رام پور، خیر آباد، بدایوں وغیرہ دینی و روحانی مراکز اہل سنت کی وراثت بریلی کے حصے میں آئی۔ اور یہی مبارک و مسعود مرکز اس دور اخیر میں سنت و حنفیت کا سب سے بڑا علم بردار بن گیا۔

مشہور دیوبندی عالم محمد یوسف شاہ بخاری کراچی کے والد بزرگوار مولانا سید زکریا شاہ بخاری پشادری نے ایک مجلس میں فرمایا۔

۱۔ اگر رب تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی۔

۲۔ مکتوب تاج محمد پشادری محرمہ ۱۳۸۵ھ بنام پروفیسر محمد مسعود احمد مجیدی۔

marfat.com

Marfat.com

ایک مجلس مذاکرہ منعقدہ ۶ فروری ۱۹۶۹ء کراچی (زیر صدارت پروفیسر شاہ فرید الحق) میں پاکستان کے مشہور و ممتاز محقق اور ادیب و صحافی سجاد میر نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کو اپنا امام و پیشوا مانتا ہوں، اور وہ میرے خیال میں اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ تھے۔ کیوں کہ انہوں نے سواد اعظم کے نظریات کو مجتمع کیا، اور اپنی جانب سے کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کی اپنی مرضی سے تعبیر و توضیح پیش کی، بلکہ اجماع امت کے نظریہ کے تحت بعینہ اسی نظریے کی وضاحت کی جو کہ سواد اعظم اور امام اعظم ابو حنیفہ کا نظریہ تھا۔ جماعت اسلامی کے ترجمان ماہنامہ المحسنات، رامپور نے اس سلسلے میں اپنی رائے پیش کی ہے۔

۳۔ یہ خیال درست نہیں ہے کہ احمد رضا خاں نے دین اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے، البتہ یہ درست ہے کہ علماء کی اس جماعت کو عرف عام میں احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت کی بناء پر بریلوی کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے احناف سے بعض مسائل میں اختلاف کی بناء پر ان کا الگ تشخص قائم ہو گیا۔ صحیح راہ اور صائب رائے وہی ہے جو حضرت فاضل بریلوی نے فقہی مسائل میں پیش فرمائی۔ ہاں! دوسرے احناف نے خود اختلاف کیا اور اپنی ایک الگ رائے قائم کی۔ جس کی وجہ سے ان کا الگ تشخص قائم ہو گیا۔

علمائے فرنگی محل، رام پور اور بدایوں سے حضرت فاضل بریلوی کا دینی و علمی رشتہ اور کامل وابستگی مندرجہ ذیل صوبہ میں بھی واضح اور ظاہر و باہر ہے۔

۱۔ امام احمد رضا، سید آل رسول مادہروی تلمیذ مولانا نور فرنگی محل تلمیذ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محل رحمہم اللہ۔

۲۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی، تلمیذ مولانا نور فرنگی محل کی مشہور کتاب "المعتقد المنتقد" پر نہایت عالمانہ حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔

۳۔ مولانا عبد القادر بدایونی (بن مولانا فضل رسول بدایونی) تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی تلمیذ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی (بن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) اور فاضل بریلوی کے درمیان بڑے

ص ۳۰ کالم ۲ شمارہ ۸ جلد ۱۳۔ مارچ ۱۹۷۷ء ماہنامہ فیضان فیصل آباد۔

ص ۵۵، ۵۴ شخصیات نمبر سالانہ ۱۹۷۷ء۔



گہرے تعلقات تھے۔

۴۔ رام پوری علماء میں علامہ عبدالعلی رام پوری آپ کے استاد تھے۔ مولانا شاہ سلامت الشریعہ رام پوری کی کتاب "اعلام الاذکیاء" پر عائد شدہ الزامات کے جوابات مکہ مکرمہ میں ۱۳۲۳ھ میں مولانا صالح کمال کو فیاض بریلوی نے عنایت فرمائے تو انہوں نے اپنا وہ کاغذ چاک کر ڈالا جس پر اعتراضات لکھ کر لائے تھے۔ پھر الدولۃ المکیۃ کے نام سے عربی میں تحقیقی و تفصیلی جواب تحریر فرمایا جس پر علماء حرمین نے تصدیقات و تقریظات لکھیں۔

اسی لئے صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ فاضل بریلوی نے آل انڈیا سنی کانفرنس (منعقدہ ۱۹۴۵ء) کی تاسیس اول کے موقع پر اس سلسلہ خیر و برکت اور شجرہ طوبی کا ذکر کرتے ہوئے سنی کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

”سنی وہ ہے جو مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفائے راشدین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخر علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحی محمد دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم فرنگی محل، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشد حسین رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مسلک پر ہوں  
رحمہم اللہ تعالیٰ“

# عشق رسول

مرحباً اے عشق خوش سوراخے ما      اے دوائے جسدِ علقبائے ما

سرزمین ہند کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ عاشق رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ ملت طیبہ طاہرہ کے ایک ایسے وفا شعار محب صادق تھے کہ انہوں نے فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و وارفتگی ہی کو اصل الاصول قرار دے کر زندگی کا لمحہ لمحہ یا دم محبوب میں قربان کر دیا اور اضطرابِ دل بڑھا تو حکیم و طبیب ان کے زخمِ جگر کا علاج کیا کرتے کہ سوزدروں اور آہ گرم سے ایسا دھواں اٹھا جس میں حرارتِ عشق سے بوئے کباب آنے لگی۔

تو نے تو کر دیا طبیبِ آنشِ سینہ کا علاج      آج کے دود آہ میں بوئے کباب آئی کیوں؟ (رمضہ)  
اور حبیبِ کبریا علیہ النجۃ والثناء کے ذکر و فکر میں آنسوؤں کی ایسی جھری لگی کہ اس میں خونِ جگر کی آمیزش نظر آنے لگی۔ مگر پھر بھی آرزوئے بیتاب کا عالم دینا ہے۔

دل کھول کے خوں روئے غم عارضِ شہ میں      نیکے تو کبیس حسرتِ خونناہ پسندن بھول (رمضہ)  
دلِ غمِ دل جب مہر نیم روز کی طرح چمک اٹھا تو اس کی شعاعوں کو یاقوت و مرجان سے زیادہ قیمتی سمجھنے لگے۔ اور اس دردِ محبت پہ اترتے ہوئے بے تابیِ شوق میں پکار اٹھتے ہیں۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فردا کرے خدا      جس کو ہر درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں؟ (رمضہ)  
عاشقِ مصطفیٰ کے وجد و شوق اور ذوقِ فدائیت کا یہ عالم ہے کہ جس سر میں رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا سودا نہ سما یا ہو اور جو دل ان کی یاد سے خالی ہے آپ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے  
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا      سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا (رمضہ)

اور دیا رجب کی کشش ہے کششِ کشاں کشاں ان کے جان و دل اور بوش و خند ہر ایک کو محبوب

marfat.com

Marfat.com

کردگار کے قدموں میں ڈال دیتی ہے سہ

جان و دل ہوش و خرد سب تو دینے پہنچے تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا (رمز)

حظیرۃ القدس کی زیارت کو پہنچتے ہیں تو تنہا نہیں بلکہ اس سفر شوق میں ساری کائنات کو شریک سمجھ

بنانے کا جذبہ بیکراں چشمہ سیال کی طرح ان کے ایک ایک لفظ سے امنڈتا ہوا دعوت عام دیتا نظر آ رہا ہے سہ

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو (رمز)

اور نبض حیات ڈوبنے کے بعد بھی انہوں نے اپنے نگار خانہ دل میں ایسی روشن اور درخشندہ وہ

تابندہ شمع فروزاں کر رکھی ہے کہ اس معراج عشق پر کونین کی ساری عظمتیں مستربان ہو جائیں سہ

بحد میں عشق رُخِ شمس کا داغ لے کے چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے (رمز)

ان کے دل دیوانہ کی آہنہری تنابھی کتنی حسین اور قابلِ صدر رشک ہے سہ

یا الہی! جب رضا خوابِ گراں سے سراٹھائے دولتِ بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

واٹر! اس جذبِ مستی، سرشاری و وارفتگی پر تو یہ سارا عالم ہی نہیں بلکہ کرداروں جہانِ قربان

کئے جاسکتے ہیں۔ کتنا والہانہ انداز اور ایمان افروز دیوانگی ہے یہ۔ شیفتگی و نیاز کیشی اور ذوقِ فدائیت اپنے

پورے شباب پر ہے سہ

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا لوشِ عبادوں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں (رمز)

رب و تادرو قیوم اس قلبِ مضطرب پر صبح و شام اپنی رحمت و مغفرت کی موسلا دھار بارش برسائے ہو

عشقِ محمدی کے سوز و ساز میں مدتِ کائنات آتشِ بھڑک کر طرح سلگتا رہا۔ اور داعیہائے عشقِ احمدی کی تخلیقات سے

جس کامر قدیمبارک آج بھی روشن و منور ہے اور ابد الابد تک اس عاشقِ رسول کی کتابِ زندگی سے سینہ موم

کو عشق و محبتِ رسول کی گراں مایہ سوغات ملتی رہے گی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

عاشقِ رسول کے فیضِ صحبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے بوستانِ عشق و وفا کا ہر خوشہ چیں اپنے قلب میں

ایسا کیف و سرور محسوس کرتا جس کی لذتِ روح تو محسوس کر سکتی ہے مگر الفاظ و معانی اس کا ساتھ

نہیں دے سکتے۔ اور یہی کہا ہے کسی کہنے والے نے سہ

روکشِ مشکِ ختن ہے بوسے بستانِ رضا رشکِ طوبیٰ ہے ہر اک نخلِ گلستانِ رضا

سلطان عشق کی ایک نگاہ کیسا اثر جب ان کے دروازہ گروں پر پڑ جاتی تو جمال محبوب خدا کی دلربائی کا نقشہ دل و دماغ کے ایک ایک رگ و ریشہ میں اس طرح رچ بس جاتا کہ کسی پہلو انہیں چین نہ لینے دیتا اور زبان حال سے شمع سحر کی زبان سوختہ بھی پکارا مٹتی کہ چشم بصیرت ہو تو دیکھو کہ حقیقت میں یہی دیوانگانِ میخانہ حجاز اور یہی عاشقانِ سوختہ رونقِ بزم کون و مکان ہیں۔

ملیح عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا ہرزخم جگر ایک نمک دان ہونے کی فریاد کرتا ہے۔ جو آہ و فغاں اور نالہ و شہیون نہیں کرتے بلکہ صبر و شکیب کا دامن تمام کر اس دولتِ عشق پر یوں ناز کرتے ہیں کہ دل بستہ۔ بیقرار جگر چاک۔ اشک بار۔ غنچہ ہوں۔ گل ہوں۔ برق پتاں ہوں سحاب ہوں (رمضانی) خرمِ علم و فضل کے خوشہ چینیوں اور میکدہٴ عشق و عرفان کے میکشوں کے اندر آپ بادۂ عشقِ رسول کی حرارتیں اس طرح منتقل کرتے رہے کہ ان کی روح بھی تروتازہ اور شاداب ہو گئی۔ اور ان کا سینہ ایسا صاف و شفاف ہوا کہ عظمتِ رسول علیہ التحیۃ و التثانیہ کا مدینہ بن گیا۔ چنانچہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

حضرت (مولانا دمی احمد) محدث صاحب (سورتی) اور اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب (اشرفی) کچھو چھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرفِ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد ان کا تذکرہ ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔

”سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آبادی میں نصیب ہوئی۔ بلکہ وہ ایمان جو مدارِ نجات ہے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں۔ اسی لئے ان کے تذکرے سے میری روح میں بیدارگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو میں اپنے لئے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں۔“

علم یقیناً ایک بڑی دولت ہے جو اصحابِ علم کو فکر و نظر اور بصیرت و بصارت سے نوازتی ہے۔ اور بیعت و ارشاد بھی صفائیِ باطن کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے جس سے قلب و نگاہ دونوں کو بیک وقت طہارت و پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ اور اس سے خلقِ خدا کی روحانی تشنگی سیراب ہوتی ہے۔ لیکن نغمہٴ عشقِ رسول

۱۔ ص ۶۵ حیاتِ اعلیٰ حضرت اول۔

کے جذب و کشش اور اس کی قوت تاثیر کا کیا پوچھنا کہ وجدان عشق عشق کراٹھتا ہے۔ اور اس نوائے لاہوتی سے مرد مومن کی روح جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بند یالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار نے عاشق مصطفیٰؐ اور ان کے دیار عشق و وفا کا ذکر کس والہانہ انداز میں کیا ہے۔

”آپ کی طبیعت میں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ لگن بس رہی تھی اور عشق مدینہ کی جو مستی دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی اس کا ہی اثر تھا کہ آپ نے تحصیل علم کے دوران ایسے اساتذہ کو چنا جن کا جسم ہند میں تھا اور روح روضۂ انور کی جاروب کشی کرتی تھی۔ آپ کو جہاں کہیں بھی کسی محب رسول عالم دین کی خبر پہنچتی آپ وہیں جا پہنچتے۔

بریلی شریف میں جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گلستاں کھلا ہوا تھا جہاں عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلاب مہکتے تھے۔ مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلہ سیتے بھلے جاتے تھے۔ فضاؤں میں منقبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نغمے گونجتے تھے جب اس باغ کی خوشبوئیں آپ کے دماغ تک پہنچیں تو دل بے تاب ٹھہر نہ سکا روح مضطرب ہو گئی۔ آپ بے اختیار اس کوپے میں پیچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مریٹھنے کا درس دیا جاتا تھا۔ نگاہوں سے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجلیاں بھری جاتی تھیں۔ بریلی کے در و دیوار سے وارفتگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی تھی۔

آپ وہاں بعد ادب و نیاز پہنچے اور اس کے در پر حاضر ہوئے جس کا سینہ سوز و گداز ادائیں قرنی کا پر تو تھا۔ آنکھوں میں جاتی کی التجاؤں کا انداز تھا۔ دل میں صدیق کی تڑپ کی جھلک تھی۔ ماتھے کی وسعت پر رازی کا لگان ہوتا تھا۔ چہرہ کی سادگی سے رومی کا جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔

غرض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی شخصیت کیا تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ گزرے ہوئے عشاق کی پریشاں ادائیں ایک جگہ مجتمع ہو گئی ہیں بلکہ

سارے جہان میں دھوم مچی کہ بریلی کی سرزمین عشق و عرفان کی راہدہانی ہے۔ وہاں محبت کے چشمے ابھرتے ہیں جس کے آبِ زلال سے روح ایمان سیراب اور گلشن دین تر و تازہ ہواٹھتا ہے۔ اور جس کے شاداب گلوں کی خوشبو اور ان کی رعنائی و بہرنائی سے ہندوستان کا ایک ایک خطہ رشکِ فردوس بن گیا ہے۔

سہ ماہیات استاذ العلماء، مطبوعہ سرگودھا۔

شوال ۱۳۵۲ھ مطابق جنوری ۱۹۳۲ء میں علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کے درمیان مسئلہ علم غیب کے سلسلے میں مسجد وزیر خاں لاہور میں ایک مناظرہ ہونا طے پایا تھا جو فریق مخالف کی شاطرانہ چالوں کی نذر ہو گیا۔ اس کی رپورٹ کا ایک حصہ پروفیسر محمد علی ایم۔ اے۔ بی۔ ای۔ ایس ریٹائرڈ لاہور کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

» اسی دوران حاجی شمس الدین مرحوم جو حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص عقیدت مندوں میں تھے۔ ایک روز علامہ اقبال مرحوم کو لے کر صدر دفتر حزب الاحناف (لاہور) میں آئے۔ اس وقت وہاں پر مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر فاضل بریلوی) اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

۱۔ اقبال کے سامنے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ (خلیفہ فاضل بریلوی) نے ان مسائل متنازعہ پر ایسی واضح مدلل تفسیر فرمائی کہ تمام مجمع ششدر رہ گیا۔ اور علامہ اقبال بے تاب ہو کر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ گھٹکی بندھ گئی۔

جب مجلس برخاست ہوئی تو علامہ (اقبال) مرحوم نے نہایت عقیدت و ارادت اور پوری گرم جوشی کے ساتھ حضرت مولانا (دیدار علی) رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف کی اور آپ کی شان والا میں یہ ناقابل فرہوش الفاظ بیان کئے کہ: ایسا عاشق رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو دیکھنے میں نہیں آیا یہ سہ

عاشق رسول حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء و تلامذہ بھی ان کے مکتب عشق سے نکلے تو اکتاف ہند میں پھیل کر اس نرالی اور انوکھی تعلیم کا اس طرح چرچا کیا کہ دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگا۔ روح وجد کراٹھی۔ مسلم آبادیوں میں عشق مصطفیٰ کے پرچم لہرانے لگے۔ اور تقدیس رسالت کی ایسی تحریک چلائی کہ عظمت مصطفیٰ علیہ التہیۃ والثناء کی طرف مبغوض نگاہیں اٹھانے والے خود اپنی ہی نظر میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ اور مسلم معاشرے میں انہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ دیوانگان رسول سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر پیغام عشق کو عام و تمام کرتے رہے جس سے دیدہ و دل ان کے لئے فرش راہ ہو گئے اور ہر طرف سے ملی جلی آواز ابھرنے لگی: ایسا عاشق رسول مقبول تو دیکھنے میں نہیں آیا»

اب کچھ بزرگ شخصیتوں کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیں جو خود اسی کیفیت عشق میں سہ شاد و رست

میں است ہیں۔ شیخ ظریفیت حضرت خواجہ مسعود الدین سیالوی ارشاد فرماتے ہیں۔

”میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خاک پا کے برابر بھی نہیں کیوں کہ فقیر کے عقیدے میں مذہب کی بنیاد عشق رسول پر ہے اور عشق رسول کی بنیاد ادب پر ہے۔ مولانا بریلوی کو ذات رسول سے بے پناہ عشق تھا۔“  
حضرت مولانا مفتی سید حامد جلالی دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

وہ (فاضل بریلوی) فانی عشق رسول کریم تھے۔ اپنے محبوب کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر ان کے عشق کے سمندر کا ایک قطرہ بھی ہمیں میسر ہوتا تو ہم اسے عین حقیقت اور الفت و مودت کہتے، قدس سرہ و برد مضجعہ سلمہ

ضیاء المشائخ حضرت محمد ابراہیم فاروقی مجددی شور بازار کابل افغانستان کا ایمان افروز تارک ہے کہ۔

”مولانا احمد رضا خاں قادری حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور آں حضور کی محبت میں سرشار تھے ان کا دل عشق محمدی کے سوز سے لبریز تھا چنانچہ ان کے نعتیہ کلام اور نغمات اس حقیقت پر شاہد عادل ہیں۔ مولانا کے اس کلام نے مسلمان مردوں اور عورتوں کے دلوں کو عشق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس نور سے روشن کر دیا ہے۔“

حضرت صاحبزادہ ہارون الرشید دربار عالیہ موہڑہ شریف اس شمع عشاق کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔  
”اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر قول اور ہر فعل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح لبریز معلوم ہوتا ہے گویا خالق کل نفاذ کو احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے لئے شمع ہدایت بنایا ہے تاکہ یہ مشعل اس جادہ پہلے والوں کو تکمیل ایمان کی منزل سے ہم کنار کر سکے۔“

حضرت صاحبزادہ محمد طیب دربار عالیہ قادریہ شاکو شریف سری کوٹ ضلع ہزارہ نے کس عمدگی کے ساتھ کیفیت دل کا اظہار فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام سننے سے ہر صاحب ایمان وجد میں آجاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ جس شخص کی

۱۔ ص ۳۰۱ مرآۃ العک مشقین مطبوعہ لاہور۔

۲۔ ص ۱۰۰ فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور طبع چہارم۔

۳۔ ص ۱۸۰ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور۔

۴۔ ص ۲۰۰ ہیئت۔

زبان پر یہ کلام جاری ہوا اس رستی کی کیا کیفیت ہوگی۔ لاریب آپ کو فنانی الرسول کا مقام حاصل تھا۔<sup>۱</sup>  
ذکر و فکر محمدی میں شب و روز کے لمحات گزارنے والے اور پاکیزہ قلب و نگاہ رکھنے والے بھی  
بالاتفاق جسے عاشق رسول کے خطاب سے نوازیں۔ اس کے عشق کی سرفرازی کا کیا کہنا۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آخر میں کچھ جدید علماء و مفکرین اور دانش وروں کی رائے بھی پیش خدمت ہے۔

کہ ان کے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے بمبئی کی ایک مجلس میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار

اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا تھا۔

”مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں“

بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نائب مولانا غلام علی صاحب حضرت فاضل بریلوی

کی چند تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت

کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔

اسی طرح مولانا کوثر نیازی کا بھی فیصلہ ہے کہ

”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔“

مشہور ادیب و نقاد نیاز فتح پوری کا فنی تجزیہ ہے کہ۔

”میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے، ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں

پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔“

شہرہ آفاق محقق ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ:

”وہ بلاشبہ جید عالم متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان

خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیعہ سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول کا یہ

۱۔ ۳۱۔ ایضاً۔ ۱۲۳ ص ۱۲۳ تحقیقات مطبوعہ الزاہد۔

۲۔ ۱۲۳ ص ۱۲۳ ہفت روزہ شباب لاہور۔ ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء ۱۲۳ ص ۲۹ تقریب اشاعت ارغمان نعت کراچی ۵، ۱۹، ۶

۳۔ ۲۸ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی نومبر ۵، ۱۹۔ ۱۲۳ ص ۲۵ پیغامات یوم رضا۔



ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی کہتے ہیں۔

• مولانا احمد رضا بریلوی کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فنکاروں و کمالات سے بڑھ کر ہے وہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی تصنیفات و تالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حب رسول ہے۔ ترجمہ قرآن کریم ہو یا تشریح احادیث یا فقہ کی باریک بینی ہو یا شریعت و طہریت کی بحث یا نعتیہ شاعری، ہر جگہ عشق رسول کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

پروفیسر کراچین وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی کوثر لکھتے ہیں۔

• میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں گا کہ انہوں نے علم و عمل میں عشق رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین ایک جسد بے روح ہے۔

سابق مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

• ان (مولانا احمد رضا بریلوی) کا دل چوں کہ عشق نبوی میں کباب تھا اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات کے نہیں پیدا ہو سکتا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

• حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ذکر و فکر، قول و عمل سب پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق غالب تھا۔

• عاشق رسولؐ ہونے کی عظیم سعادت اور رتبہ ایسا ہے جس کے لئے محض توفیق ایزدی درکار ہے، اور فکر و صبح و ذوقِ سلیم رکھنے والا ہر صاحب فضل و کمال اس بات کا معترف ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا قلب یقیناً توفیق ایزدی اور انعام ربانی کا حامل تھا۔ کیوں کہ اس کے بغیر عشق کی کس اور جندی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کتنی سچی اور حقیقت پسند روایات کہی ہیں کہ کسی شاعر بلند نظر نے یہ

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہونے میں

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

لے ص ۴۴ معارف رضا جلد چہارم مطبوعہ کراچی۔ لے ص ۸۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور۔

لے ص ۷۷۔ ایضاً

لے ص ۷۷۔ ایضاً

marfat.com

Marfat.com

# نعتیہ شاعری میں

## عظمتِ فکر و فن اور عشقِ رسول کی انفرادیت

نعت گوئی ایک نہایت مقدس اور پاکیزہ صنفِ شاعری ہے جس میں وارداتِ قلب کو اس کی صحیح کیفیات کے ساتھ شعر کے قالب میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں عام اصنافِ سخن کی طرح آزادی نہیں ہوتی بلکہ شرعی حدود کی پابندی شرط اولین اور ادب و احتیاط کا دامن تھامے رہنا از حد ضروری ہوتا ہے۔

حضرت رضا فاضل بریلوی اپنا مسلک شعری اس طرح بیان فرماتے ہیں۔  
 پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو      ہاں! شرع کا البتہ ہے جنبہ مجھ کو  
 مولیٰ کی ثنا میں حکم مولیٰ کے خلاف      نو زینہ میں رسیئر نہ بھایا مجھ کو  
 ایک علمی مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔  
 ”سوادِ دو کے کلام کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا۔ مولانا کاتنی (مراد آبادی) اور حسن میاں  
 مرحوم (بریلوی) کا کلام ————— اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔  
 البتہ مولانا کاتنی کے یہاں لفظ رعنا کا اطلاق جا بجا ہے۔ اور یہ شرعاً محض ناروا و بیجا ہے  
 مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔  
 حسن میاں مرحوم کے یہاں بفضلِ تعالیٰ یہ بھی نہیں۔ ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیئے۔

لے پاس و لحاظ۔ لے بادام کا حلہ لے ہسن۔  
 لے مولانا حسن رضا خاں بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) حضرت فاضل بریلوی کے چھوٹے بھائی اور دماغ دہلوی کے  
 مشہور شاگرد تھے۔ ہندوستان کے مشاہیر نعت گو شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شاعری پر مولانا حسرت  
 موہانی (م ۱۹۵۷ء) نے اردوئے معلیٰ علی گڑھ شمارہ جون ۱۹۱۲ء میں ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔ اختر۔

تھے۔ ان کی طبیعت میں اس کا رنگ ایسا رکھا کہ ہمیشہ کلام اسی معیار اعتدال پر صادر ہوتا۔ جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔ ایک غزل میں یہ شعر خیال میں آیا۔

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے۔ یہ شعر طیب ہے جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ط اے محبوب! تم فرما دو کہ اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اے سب سے پہلے میں پوجتا۔

ہاں! بشرط و جزا میں علاقہ چاہئے۔ وہ آیہ کریمہ کی طرح یہاں بھی بروجہ حسن حاصل ہے۔

بلاشبہ جتنے فضائل و کمالات خزانہ قدرت میں ہیں سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے وَبِئْسَ نَفِثَتُهُ عَيْنُكَ۔ اللہ اپنی تمام نعمتیں تم پر پوری کرے گا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں۔ ط

ہر نعمت کے داشت خدا شہر او تمام

..... غرض! ہندی نعت گو یوں میں ان دُؤ کا کلام ایسا ہے۔ باقی اکثر دیکھا گیا ہے

کہ قدم ڈمگا جاتا ہے۔

اور حقیقت نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو شقیں ہوتی ہے۔

البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں ایک طرف راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں۔ اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ مخصوصاً

حضرت رضوانے اپنی شاعری میں ہر قدم پر احکام شریعت کو ملحوظ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کلام سے نہایت محفوظ نظر آتے ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ بیجا ہے ہے "لنفة لثہ" محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

ایک دوسری راہی میں نقش قدم حسان (رضی اللہ عنہ) کی پیروی اس طرح فرماتے ہیں۔

تو شہ میں غم و اشک کا سماں بس ہے      افغان دل زار حدی خواں بس ہے  
 رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو      نقش قدم حضرت حساں بس ہے  
 اور سگ حسان عرب ہونے کی تمنا کا ذکر بھی کس وارفستگی کے ساتھ فرماتے ہیں۔  
 کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں      کہ رضائے عجمی ہو سگ حسان عرب  
 پاسِ شرع ہی کا یہ فیض ہے کہ آپ کے اشعار پر کوئی شرعی گرفت نہیں ہوتی اور شعری عیوب و  
 نقائص سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ پورا دیوان ملاحظہ کریجئے۔ ایک ایک شعر کا مطالعہ کر جائیے۔ انشاء اللہ یہ  
 عاشقِ رسول مدحِ حبیبِ کبریا میں احکامِ شریعت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے غلو و اغراق اور بیجا سے محفوظ و  
 مامون نظر آئے گا۔ خود فرماتے ہیں۔

جو کہے شعرو پاسِ شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے  
 لا اُسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رختا کیوں  
 شاعری تو محض کیفیاتِ دل کی ترجمان ہے ورنہ اصل مقصود تو ذکرِ حبیب ہے۔ سرخیلِ نعت  
 گویاں ہو کر بھی کہیں عجز و انکسار کے ساتھ اعترافِ نقص بھی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔  
 کس منہ سے کہوں رشکِ عنادِ دل ہوں میں      شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں  
 حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو      ہاں! یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں  
 لیکن میرا خیال یہ ہے کہ صنعت کے آنے کا تو یہ حال تھا کہ اگر صرف شاعری ہی کی طرف آپ نے  
 توجہ فرمائی ہوتی تو بلا مبالغہ رشکِ تمیر و غالب اور غنیر ذوق و ظفر ہوتے مگر توفیقِ ایزدی شامل حال رہی  
 اور آپ نے ایک پچھے اور پاکباز مومن کی طرح اپنے دامنِ شرع و تقویٰ پر کھوکھلی شاعری کا داغ نہ لگنے دیا۔  
 مرزا غالب نے اپنے محبوب کی بیوفائی کا شکوہ اس انداز سے کیا کہ کوچہ حبیب ہی میں آمد و رفت  
 ترک کر دینے کی نصیحت کر ڈالی۔

ہاں! وہ نہیں وفا پرست۔ جاؤ وہ یہودِ ہبی

جس کو ہودین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟

عزیزِ اد کے بانگین سے کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن اسی زمین میں حضرت رفا کا بھی ایک شعر اصحابِ  
 ذوق کی خدمت میں نذر ہے حضرت رفا نے یہاں کو تے سے اس طرح بدلا کہ کوئی عاشق زار سننے تو اس کی

گلی میں ایسا بستر جمائے کہ مرتے دم تک اٹھنے کا نام نہ لے۔ نعت اور غزل دونوں کا حسن سمٹ آیا ہے۔  
فرماتے ہیں یہ

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکر یہ سب کی کھائے کیوں      دل کو جو عقل سے خدائیری گلی سے جلے کیوں  
ایک اور شعر ہے یہ

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے      جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں  
غالب کا عشق شاید حقیقی نہ تھا۔ کیوں کہ اگر واقعی اس کا دل بادۂ محبت سے سرشار ہوتا تو اسے  
ہرگز یہ شکوہ نہ ہوتا کہ عشق ہی نے اسے نکما بنا ڈالا۔ ورنہ آدمی تو وہ کام کا تھا۔ اسی لئے کہنے والوں نے کہا ہے  
کہ وہ محض جھوٹی اور نمائشی محبت کا قائل تھا۔ اور اس کی طلب بھی صادق نہ تھی۔ تاہم بقول خویش وہ اپنے  
خیال محسب کی یاد میں گم ہے اور اتنا کہ

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی      کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
عشق صادق اور کمال سخنوری کی داد دیجئے کہ حضرت رضا وارفستگ شوق میں ایسے بے خبر ہوئے  
کہ خبر کو بھی خبر نہ ہونے دیا۔ فرماتے ہیں۔

ایسا گمادے ان کی رضا میں حنا ہمیں      ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر نہ ہو  
دلغ دہوی نے ہوش و خرد سے اتفاق کیا تو ایسا کہ عشق و جنوں کی ستم لہنوں سے پہناہ مانگتے  
ہی نہی۔

عشق و جنوں سے مجھ کو لاگ، ہوش و خرد سے اتفاق  
پر یہ کہوں تو کیا کہوں، میں نے ستم اٹھائے کیوں  
یعنی ایک عاشق صادق تو فزونی عشق کی دعا کر کے اپنے زخمی دل کے درد کی دعا نہیں بلکہ ناز و درد  
اٹھانا چاہتا ہے۔ حضرت رضا کے شب تاب جگر کا یہ حوصلہ ہے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز و فزوں کرے خدا  
جس کو ہو درد کا مزہ ناز و دعا اٹھائے کیوں

آمیر میتانی اردو کے مشہور نعت گو شاعر ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

اے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو      دل میں ہزار درد اسٹھے آنکھ تر نہ ہو

marfat.com

Marfat.com

لیکن آنکھ بھی کیوں تر ہو حضرت رضا کا عشق تو جگر کو بھی خسر نہیں ہونے دیتا۔

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خسر نہ ہو  
مولانا محمد علی جوہر قبر کی پہلی رات میں شمع ایمان کو روشن رکھنے کی دعا کرتے ہیں۔  
شمع ایساں کو خدا روشن رکھے قبر میں جو تہر کی پہلی رات ہے  
اور حضرت رضا ہیں کہ وہاں بھی عشق رسول کا ایمان افروز چراغ خود لے کر پہنچ رہے ہیں۔

لحد میں عشق ربخ شہ کا داغ لے کے چلے  
اندھیری رات سنی تھی چہ داغ لے کے چلے  
تو یہ ذکر ہے اس کا جس کے عشق جہاں تاب کا چراغ مہد سے لحد تک روشن رہا اور عہد  
کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں اسے۔

نٹائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے متنا  
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، روی تھی کیا کیسے قافیہ تھے (رضا)  
انہوں نے تو اسی سے جذبہ عشق و محبت کے اظہار کا کام لیا ہے۔ اور عشق ہی تو حاصل زندگی ہے  
یہ نہ ہو تو حیات کا لمحہ لمحہ بے کیف۔ حتیٰ کہ طاعت و عبادت بھی سوز و گداز سے خالی اور محروم طلوت ہی رہتی ہے۔  
پکا کہا ہے کسی نے۔

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد میں نخوت کے سوا  
شغل بے کار ہیں سب ان کی محبت کے سوا



عشق رسول آپ کی زندگی کا حاصل ہے جس کا اعتراف اپنے پرانے سب نے کیا سرشاری و وارفتگی  
کا یہ عالم تھا کہ آپ کا دل عشق الہی اور محبت رسول کے شعلہ سوزاں میں تپ کر کندن اور فیضان الہی کا مخزن  
ہو گیا تھا فرماتے ہیں۔

”محمد اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لا الہ الا اللہ اور  
دوسرے پر محمد رسول اللہ نقش ہو گا“

عشق صادق ہی کا کرشمہ ہے کہ نازک سے نازک موڑ پر اس نے آپ کی دستگیری کی اور حدود شرع

میں ادب کی سچی راہ دکھائی۔ کتنی ہشیاری کے ساتھ جذبہ عشق کا اظہار کیا ہے۔ اور احتیاط کا عالم یہ ہے کہ۔

پیش نظر وہ نوبہار سجدہ کو دل ہے بیقرار  
روکنے سر کو روکنے ہاں یہی امتحان ہے

اے شوقِ دل یہ سجدہ گرا نہ و روا نہیں  
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خسر نہ ہو

اسی لئے انہوں نے نعتِ رمایا کہ نعتیہ شاعری بہت مشکل کام ہے۔ اوپر بڑھے اور حد سے تجاوز کیا  
تو شانِ الوہیت میں تنقیص کا خطرہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایمانِ رخصت ہو جائے گا اور نیچے کا رخ  
کیا تو تنقیصِ رسالت کا خطرہ سر پہ دو دھاری تلوار بن کر لٹکنے لگتا ہے۔ جیسے خواجہ الطاف حسین حالی نے کہا۔

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی  
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور اپنی بھی

کسی مجہول شاعر کا ایک شعر ہے۔

ہمارے سرورِ عالم کا رتبہ کوئی کیا جانتے  
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانتے

اپنی کہنا اہانت و سوء ادب ہے۔ اور معاذ اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا جانتا بھی کھلا ہوا کفر ہے۔

حضرت رضا کا کلام الحمد للہ اس طرح کی افراط و تفریط سے پاک ہے جس طرح ان کی نثر عالمانہ  
و محققانہ ہوا کرتی ہے نظم بھی چینی تلی ہوتی ہے۔ ان کی فقہی حیثیت چوں کہ تمام علوم و فنون پر بھاری  
ہے اس لئے ان کا شعری مجموعہ "حدائقِ بخشش" بھی ہر طرح سے مستند اور قابلِ اعتماد ہے۔ اور لطف یہ  
ہے کہ اس میں شاعرانہ خوبیاں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان اشعار کو پڑھئے اور دیکھئے کہ قرآن و حدیث  
اور اخبار و آثار کے انوار و تجلیات سے کس طرح ان کی شاعری کا گوشہ گوشہ روشن و منور ہے۔

وَلَسَوْتَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى  
حق نمودت چہ پاسدار یہا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ كَا هِيَ سَايَةُ نَجْمٍ  
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

غَنَمَ مَا أَوْحَىٰ كَيْفَ جَوَّحَكَ دَفَىٰ كَيْفَ بَاغِي  
بیل سدرہ تک ان کی بوسے بھی محرم نہیں

لَيْلَةُ الْقَدْرِ مِمَّا مَطَّلَعَ الْفَجْرِ حَقَّ  
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

مَعْنَى قَدَرًا مَقْصِدًا مَّا طَفَنِي  
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ تِيرِي دہائی دب گیا  
اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

ان اشعار میں مسترآنی تلیات کا استعمال کس خوبی سے کیا گیا ہے کہ غنمہ دل چٹک جائے۔

پارنگاہِ علم کا اندازہ کیجئے۔ اور ساتھ ہی اس پر نظر رکھئے کہ کس خوبی اور روانی سے اس کے مضامین

باندھے گئے ہیں جن سے محبت رسول کے جذبہ بیکراں کے سوتے ابلتے ہیں کہ روح انسانی میراب ہو کر جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ احادیث کریمہ کی تلمیحات میں کیا فراوانی! ذوق و شوق ہے۔ نہ ملتے ہیں۔

لھلھے کیا راز محبوب و محب مستان غفلت پر      شراب قدرائی الحق زینب جام من رانی ہے

مَنْ زَارَ تُرْبَتِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي      ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

یہ پیاری پیاری کیاری ترے خانہ باغ کی      سرد اس کی تاب و تاب آتش سقر کی ہے

تلمیح قرآن و حدیث دونوں کا ایک ہی شعر میں اجتماع بھی کیا زیب دیتا ہے۔

ان پر کتاب اتری بیکر تابک شہنی      تفصیل جس میں ماعبر و ماعبر کی ہے

نہ عرش ایمن نہ اِنّی ذاہب میں مسمانی ہے      نہ لطف اُذُنّ یا اخمد نصیب لَنْ تَرَانِی ہے

وجہ وجود کائنات فخر تکوین و ایجاد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت رضاع نے ایک نعت کہی ہے۔ الفاظ کی نشست و برخاست۔ طرز ادا کی دلکشی اور صوتی حسن کا ایک آبشار ہے جو لہریں لے رہا ہے۔ ایک نغمہ ہے کہ بربط حیات کے تار جھنناٹھتے ہیں۔

زمین و زماں تمہارے لئے، مکیں و مکاں تمہارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے، ابھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم۔ رسول حشم۔ تمام امم۔ عظام کرم

وجود و عدم۔ حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم و نبی۔ مسیح و صفی۔ خلیل و رضی۔ رسول و نبی

عینق و وصی۔ غنی و علی۔ ثنا کی زباں تمہارے لئے

اصالت کل۔ امانت کل۔ سیادت کل۔ امارت کل

حکومت کل۔ ولایت کل۔ خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک۔ تمہاری دمک۔ تمہاری جھلک۔ تمہاری مہک

زمین و فلک۔ سماک و سمک میں سکے نشان تمہارے لئے



وہ کنسز نہاں۔ یہ نور فشاں۔ وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں

یہ ہر تن و جاں۔ یہ باغ جناں۔ یہ سارا سماں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر۔ یہ شام و سحر۔ یہ برگ و ثمر۔ یہ باغ و شجر

یہ تیغ و سپر۔ یہ تاج و کمر۔ یہ حکم رواں تمہارے لئے

جناں میں چین۔ چین میں سمن۔ سمن میں بھین۔ بھین میں دلہن

سزائے محن پہ ایسے منن۔ یہ امن و اماں تمہارے لئے

عطائے ادب۔ جلائے کرب۔ فیوض عجب۔ بغیر طلب

یہ رحمت رب ہے کس کے سبب۔ ہر بت جہاں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے

لوا کے تلے ثنائیں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

لفظ و بیان کے تیغ و خم اور حقیقت و معنی کا ایک ترانہ شوق ہے کہ وجود کا ذرہ ذرہ سحاب  
سرمدی کی سرشاریوں میں ڈوب گیا ہے۔

حضرت رضا کا طائر بند پرواز اگر ایک طفرہ و پروں سے خراج سرفرازی وصول کر رہا ہے تو  
دوسری طرف ان کے قلب سلیم پر فردوس بریں کی بہاریں بھی نشا رہیں اور اس کی نسیم سحر سے پڑھنے والوں  
کی روح بھی وجد کراٹھتی ہے۔

ایک قصیدہ کہا ہے حضرت رضا نے بعنوان "تہنیت شادی اسراۃ" اس کا توار دو شاعری میں کوئی  
جواب نہیں۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نئے زلے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چین کو آبادیاں مبارک

فلک اپنی اپنی لے میں یہ گر عنادل کا بوتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھو میں

ادھر سے انوار بہتے آئے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ پھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی بھی چھٹکی  
وہ رات کیا جگمگ رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی بچن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا

حجر کے صدقے مکر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آتے دلوں کے طائوس رنگ لائے

وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے

یہ جھومامیزاب زکاء جھوم کر آ رہا کان پر ڈھلک کر

پھوپھواری تو موتی جھڑ کر حطیم کی گودی میں بھرے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے

غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نلفے بسا رہے تھے

پرانا پیرداغ ملگیا تھا اتحاد یا سرش چاندنی کا

ہجوم تارینگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہگذر کو پائیں

ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

ہمارا کران کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بیٹ رہا تھا باڑا

کہ چاند سورج چل چل کر جہیں کی خیمہ سات مانگتے تھے

وہی تو اب تک جھلک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے

نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹوڑے تاروں نے بھرتے تھے

پہچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ روغن

جنہوں نے دو لہا کی پانی اترن وہ بھول گلزار نور کے تھے

نخسل حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی پنجہ دم

دور وہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن پٹ کے قدموں کیلئے اُترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلتے کہ سارے رستے

مہکتے گلبن، بہکتے گلشن، ہرے بھرے پہلہا رہے تھے

نماز افتنی میں تھا۔ ہی سرعیاں ہوں معنی اولِ آخر

کہ دست بستہ میں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا

نجوم و افلاک جام و مینا اُچھلتے تھے کھنگالتے تھے

یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کمر کمر تھا

صفائے رہے پھیل پھیل کر سارے قدموں پہ ٹپتے تھے

بڑھایہ لہرا کے بحرِ وحدت کو دھل گیا نامِ یگ کشد ت

فلک کے نیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بیٹے تھے

چلا وہ سرد چماں خرا ماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی دا ماں

پک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این واں سے گزر چکے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے ایک بھبھو کا پھوٹا

خرد کے جنگل میں پھول چکا دہر دہر پیرِ بڑجل رہے تھے

چلو میں جو مرغِ عقل اٹھے تھے عجب بُرے حالوں گئے بڑتے

وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم توڑ آگئے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیں جھٹلائیں

حضورِ نور شید کیا چمکتے چہرہ آغ نہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمتِ خبہرہ لایا کہ چلے حضرت

تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

برہم اے محمد، قریب ہوا احمد، قریب اے سرورِ محمد  
نشاں جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں یہ کیا مزے تھے

بتارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیساری  
کہیں تو وہ جوشِ لہن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکائے گماں سے گزرے گزرنے والے  
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لائے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغِ این ومتی کہاں تھا نشانِ کیفِ دانی کہاں تھا  
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصلِ خطوط واصل  
کمانیں حیات میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

جہاں اٹھنے میں لاکھوں پرے ہر ایک پرے میں لاکھوں جلوے  
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقتِ جنم کے پچھڑے گلے ملے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر  
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو  
محیط کی چال سے تو پوچھو کہ صرے آئے کدھر گئے تھے

ادھر سے تھیں نذرِ شہِ نمازیں ادھر سے انعامِ خسروی میں  
سلام و رحمت کے ہار گندھ کہ گلوئے پُر نور میں پڑے تھے

وہ بوجِ بطحا کا ماہِ پارِ بہشت کی سیر کو سدھارا  
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے وشم گئے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کرداروں منزل میں جلوہ کر کے  
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے ترہ کے آئے تھے

نبی رحمت شفیع امت رضا پہ اللہ ہو عنایت  
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے والے تھے

شنائے سرکار ہے وظیفہ، تسجول سرکار ہے تمنا  
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے



یہ وہی قصیدہ معراجیہ ہے کہ اردو کے ایک مشہور نعت گو شاعر حضرت محسن کا کوردی نے  
ایک بار اپنا قصیدہ سناتے کے لئے حضرت رضا کی بارگاہ میں بریلی حاضری دی۔ ان کا قصیدہ بھی  
معراجیہ ہی تھا جس کا مطلع ہے۔

سمت کاشی سے چلا جانہا متفرا بادل

برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جیل

ظہر کی نماز کے بعد حضرت محسن نے اس کے اشعار سناتے شروع کئے۔ ابھی دو ہی اشعار پڑھ  
سکے تھے کہ حضرت رضا نے فرمایا کہ اب بس کیجئے عصر کی نماز کے بعد بقیہ اشعار سن جائیں گے۔ اسی ظہر و  
عصر کے درمیان آپ نے اپنا یہ قصیدہ معراجیہ کہا اور جب مجلس بیٹھی تو پہلے حضرت رضا نے اپنا قصیدہ  
سنایا۔ اسے سن کر حضرت محسن نے فرمایا: مولانا! اب بس کیجئے اس کے بعد میں اپنا قصیدہ سن سکتا ہوں  
محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھو کچھوی بیان فرماتے ہیں کہ لکھنؤ کے ادیبوں کی ایک  
شانداد محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ میں نے اپنے مخصوص انداز میں پڑھ کر سنایا تو سب جھومنے  
لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطہ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق  
سننا چاہتا ہوں۔ تو سب نے کہا: اس کی زبان تو کوثر و تسنیم کی دہلی ہوئی ہے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ دہلی میں بھی پیش آیا تو سرآمد شعرائے دہلی نے جواب دیا کہ ”ہم سے کچھ

نہ پوچھئے آپ عمر بھر پڑھتے رہتے ہم عمر بھر سننے رہیں گے۔“

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ انقص جہاں نہیں

وہی پھول خار سے دور ہے وہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

یہ نعت بھیرہ پنجاب کے ایک جلسہ میں علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب مدظلہ نے پڑھی تو جلسہ میں

حفیظ جالندھری بھی موجود تھے۔ انہوں نے یہ نعت سن کر نہ پایا کہ مولانا! یہ کس کا کلام ہے؟ یہ تو کسی استادِ الاساتذہ کا کلام معلوم ہوتا ہے۔“

اور جب مولانا موصوف نے انہیں بتایا کہ یہ اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کا کلام ہے تو انہوں نے شاعرانہ کمال کی خوب داد دی۔

## نعتیہ کلام کے چند نمونے



سب سے بالا و والا ہمارا نبی	سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی	اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی	بزمِ آخر کی شمعِ فروزاں ہوا
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی	بچھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی	خلق سے اولیا اولیا سے رسل
وہ بیخِ دلاّرا ہمارا نبی	حسن کہا تا ہے جس کے نمک کی قسم
ان کا اُن کا مہارا ہمارا نبی	جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی	تسرفوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
دینے والا ہے چھا ہمارا نبی	کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہتے
ہر مکاں کا اجانا ہمارا نبی	لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے

غمدوں کو رضا مرزدہ دیجے کہ ہے  
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی



حورِ بڑاھ کر شکن ناز پہ دار سے گیسو	چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوار سے گیسو
سایہ افگن ہوں ترے پیاسے کے پیاسے گیسو	ہم سب کا روں پہ یارب تیشِ محشر میں

۱۸۔ ماہنامہ فیضِ رضا، لاہور، مارچ ۱۹۷۳ء

آخر ج غم امت میں پریشاں ہو کر  
سو کھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے  
کعبہ جاں کو پنچایا ہے غلاف مشکیں  
سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں  
دیکھ ستر آں میں شب قدر ہے نامطلع فجر

تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیو  
جھائے رحمت کی گھٹا بن کے تہہ رے گیو  
اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تہہ رے گیو  
سجدہ شکر کے کرتے ہیں اسٹارے گیو  
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیو

تیل کی بوندیں ٹپسکتی نہیں بالوں سے رخصا  
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیو



ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں  
اک دل ہمارا کہا ہے آزار اس کا کتنا  
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو  
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے  
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا  
میسے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

جس راہ چل گئے ہیں کو چے بسا دئے ہیں  
تم نے نو چلتے پھرتے مڑے چلا دئے ہیں  
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دئے ہیں  
اب تو غنی کے در پر بستر جمادئے ہیں  
رورو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دئے ہیں  
دریا بہا دئے ہیں دُر بے بہا دئے ہیں

ملک سخن کی شای تم کو رخصت مسلم  
جس سمت آ گئے ہو سکتے بھلا دئے ہیں



سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے  
سوئے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے  
آنکھ سے کاجل صاف چرائیں یاں وہ چور بلا کے ہیں  
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نرسند نکالی ہے  
بادل گر جے مجھ سیل تر پے دھک سے کلیجہ ہو جائے  
بن میں گھٹ کی بھانک صورت کیسی کالی کالی ہے

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے

پھر جھنجھلا کر سردے پنکوں چل رہے مولیٰ والی ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا

ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو

دیکھو مجھ بکس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے

درہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے



لَمْ يَأْتِ نَظِيرُكَ فَنِي نَظِيرٍ مِثْلٍ تَوْنٍ شَدِيدٍ اِجَانَا

جگ راج کو تاج تورے سر پہ ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

الْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغَىٰ مِنْ بَكْسٍ وَطُوفَالٍ هَوْنًا رُبَا

منجد حار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیتا پار لگا جانا

يَا شَمْسُ نَظَرْتُ اِلَىٰ لَيْسِيٍّ حَوْلَ بَطِيْبَةٍ رِي عَرَفْتِي بَكْنِي

توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَكَ بَدْرٌ فِي الْوَحْبَةِ الْاَجْمَلِ خَطَالًا مَهْزَلًا اِبْرَاهِيْلَ

تورے چندن چندر پر و کُنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِي عَطَشٍ وَخَالَفَ اَنْتُمْ اَعِ كَسُوْنِيْءَ پَاكٍ اَعِ اِبْرَهِيْمَ

برسن ہارے ہم جھم جھم دو بوند اذہمہ بھی گرا جانا

يَا قَاتِلَتِي زَيْدِيٍّ اَجْلَدُ رَحْمَةً بِرَحْمَتِ تَشْنَنِيْ بَك

مورا جیرا لڑو جے دُرک دُرک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاِهًا لِّسُوْيَمَاتٍ ذَهَبَتْ اَنْ عَهْدَ حَضُورٍ بَارَكْمَتْ

جب یاد آوت موہے کرنے پرت درد ادہ مدینہ کا جانا



اَلْقَلْبُ شَجٌّ وَاَلْهَمُ شَجْوُنْ دَلْ زَارِ چُنَالِ جَلالِ زِرِ چُنوں

پِتْ اپنی پِتْ میں کالے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جاتا

الرَّوْحُ بِذَلِكَ فَرِذْ حَرُتَا یک شعلہ دگر بَرَزْنِ عَشَقَا

مُورَاتْنِ مَنْ دَهْنِ سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جاتا

بس خامہ خام نوائے رضانہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد اجبتا ناطق تھا ناچار اس راہ پر ا جاتا



صبح طیبہ میں ہوئی بنتا ہے ہاڑا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سرا نور سے شملہ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو مکڑا نور کا

کیا بنا نام خدا اسرا کا دولہا نور کا

وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا

صبح کردی کفر کی پچا تھا مزدہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

بھیک لے سداکار سے لاجلہ کا سر نور کا

انجمن والے میں انجم بزم حلقہ نور کا

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

مست بو میں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

نور دن دوتا ترادے ڈال صدقہ نور کا

دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

سر پہ سہرا نور کا بر میں شہبانا نور کا

قدرتی بینوں میں کیا بختا ہے ہرا نور کا

شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

نور کی سداکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

ماہ نو طیبہ میں بنتا ہے مہینہ نور کا

چاند پر تاروں کے جھرمٹے ہے ہالہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھسدا نور کا



”نہیں“، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا  
تارے کھلتے ہیں سفلے کے وہ ہے ذرہ تیرا  
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا  
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا  
یعنی محسب و محب میں نہیں میرا تیرا  
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا  
پچھے سورج وہ دلا را ہے آج لا تیرا  
مجھ سے سولا کھ کو کافی ہے اشارہ تیرا  
تیرے ہی در پہ مرے بکس و تنہا تیرا  
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

واہ کیا خود و کرم ہے شہ بطحا تیرا  
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا  
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا  
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں  
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے جیب  
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف  
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تانے ہوں جانیں میراب  
ایک میں کیا مرے عصا کی حقیقت کتنی  
دور کیا جلیے بدکار پہ کیسی گزرے  
حسرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ

تیری سدا کار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مرا غوث ہے اور لاڈ لا بیٹا تیرا



باغِ خلیل کا گلِ زیب کہوں تجھے  
جان مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے  
درمان دردِ بلبس شیدا کہوں تجھے  
بکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے  
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے  
بے خار گلبنِ حسن آرا کہوں تجھے  
یعنی شفیع روزِ جزا کا کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے  
حسرمالِ نصیب ہوں تجھے امید گ کہوں  
گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں  
صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف  
اللہ سے تیرے جسمِ منور کی تابشیں  
بے داغ لالہ یا مہر بے کلف کہوں  
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا

اس مردہ دل کو مژدہ جیسا ابدا کا دوں  
تیرے تو وصف عیب تنہا ہی سے ہیں بری  
تاب و توان جان مسیحا کہوں تجھے  
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے  
لیکن رخصانے ختم سخن اس پر کر دیا  
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے



حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو  
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت  
آب زمزم تو پیا خوب بجائیں پیاسیں  
زیرِ میسز اب ملے خوب کرم کے چھینٹے  
دھوم دیکھی ہے دیر کعبہ پہ بے تابوں کی  
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ  
ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فسق و فحش  
رقصِ بسل کی بہاریں تو مٹی میں دیکھیں  
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو  
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو  
آؤ جو دستہ کوثر کا بھی دریا دیکھو  
ابرِ رحمت کا یہاں روزِ برسنا دیکھو  
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا ترپنا دیکھو  
قصرِ محمود کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو  
شعلہ طور یہاں انجمن آرا دیکھو  
دل خوں تابہ فشاں کا بھی ترپنا دیکھو

غور سے سن تو رخصانہ کعبہ سے آتی ہے صدا  
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو



# کروروں درود

کعب کے بدرالدجی تم پہ کروروں درود	۱	طیب کے شمس الفحی تم پہ کروروں درود
شافع روز جزا تم پہ کروروں درود	۲	دافع جسد بلا تم پہ کروروں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا	۳	جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لا جواب	۴	نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کائنات	۵	اصل سے ہے نکل بندھا تم پہ کروروں درود
تم ہو حفیظ و منیت کیا ہے وہ دشمن خبیث	۶	تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروروں درود
وہ شب معراج راج وہ صفت محشر کاتاج	۷	کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود
جان و جہان مسیح داد کر دل ہے جرتک	۸	نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروروں درود
اف وہ رہ سنگلاخ آہ یہ پاشا شاخ	۹	اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود
تم سے کھلا بابِ جود تم سے ہے سب کا وجود	۱۰	تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود
خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ	۱۱	آگے جوشہ کی رضا تم پہ کروروں درود
گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو غفور و غفور	۱۲	بخش رو جرم و خطا تم پہ کروروں درود
بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عسکریں	۱۳	ایک تہارے سوا تم پہ کروروں درود
اُس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے اُس	۱۴	بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود
طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا ہے فرش	۱۵	آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود
کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص	۱۶	بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود
تم ہو شفا ئے مرض خلق خدا خود عسدرض	۱۷	خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود
آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط	۱۸	المدد اے رہنما تم پہ کروروں درود

بے ادب و بد لحاظ کرنے کا کچھ حفاظ ظ  
 نوتہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع ع  
 سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ غ  
 گیسو و قد لام الف کہ دو بلا منصرف ف  
 تم نے برنگ فلق جیب جہاں کر کے شق ق  
 نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک د  
 خلق تمہاری جیل خلق تمہارا جیل ل  
 طیبہ کے ماہ تمام جملہ رسل کے امام م  
 برے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چین ن  
 اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں و  
 کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ ہ  
 ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی ی  
 کام غضب کے کئے اس پہ ہے سرکار سے ے  
 عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروڑوں درود  
 آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود  
 طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروڑوں درود  
 لاکے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود  
 نور کا ترکا کیا تم پہ کروڑوں درود  
 تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروڑوں درود  
 خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود  
 نوشتہ ملک خدا تم پہ کروڑوں درود  
 ایسی چنل دو ہوا تم پہ کروڑوں درود  
 کون کرے یہ بھلا تم پہ کروڑوں درود  
 تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود  
 کوئی گئی شہر و را تم پہ کروڑوں درود  
 بندوں کو چشم رضا تم پہ کروڑوں درود  
 کام وہ ے لیجئے تم کو جو راضی کرے  
 تمہیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

ۛ



سہ کوتاہی۔

marfat.com

Marfat.com

# لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
 مہر چرخ نبوت پہ روشن درود  
 شہر یارِ ارم تاج دارِ حرم  
 نقطہ سبز وحدت پہ یکتا درود  
 صاحبِ رجعت شمس و شمسُ التمسر  
 عرشِ تافتہ نش ہے جس کے زیرِ نگیں  
 فتح بابِ نبوت پہ ہے درود  
 جس کے آگے سہرِ سرورِ اہم ہیں  
 جس کے ماتھے شفاعت کا ہرا رہا  
 پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں  
 وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا  
 وہ زباں جس کو سب کن کی کبھی کہیں  
 کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا  
 اللہ اللہ وہ بچنے کی پھین  
 جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک  
 جس کے آگے کھینچی گردنیں جھک گئیں  
 کاش عشر میں جب ان کی آمد ہو اور قطع  
 شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام  
 گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام  
 نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام  
 مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام  
 نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام  
 اس کی قابِ ریاست پہ لاکھوں سلام  
 ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام  
 اس میرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام  
 اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام  
 ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام  
 چشمہٴ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام  
 اس کی نافذِ حکومت پہ لاکھوں سلام  
 اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام  
 اس خدا بھائی صورت پہ لاکھوں سلام  
 اس جہانگیرِ بعثت پہ لاکھوں سلام  
 اس خدادادِ شوکت پہ لاکھوں سلام  
 بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدمی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام



یہ مقدس سلام بندوپاک کی ہزاروں آبادیوں میں روزانہ لاکھوں بار پڑھا جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

# نیابتِ غوث اوری

نائبِ غوث اوری حضرت فاضل بریلوی کو قطبِ ربانی، محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ بابرکات سے بے پناہ عشق اور والہانہ لگاؤ تھا۔ اور آپ کی مجلس میں بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ حضرت غوث اوری کا نام لیا جاتا۔ قلبی وابستگی اور ربط و تعلق خاطر ہی کا فیض تھا کہ بارگاہِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی برکتیں آپ کے سر پر ہمیشہ سایہ فگن رہتیں اور دل کی آنکھوں سے ان کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے رہتے۔ اور انعام و اکرامِ قادریت کا سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ آپ کو بارگاہِ غوث اوری سے نائبِ غوث اوری کا عظیم ترین اعزاز بخش دیا گیا۔

① چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے۔ حضرت والد ماجد نے مکر بچہ کر سواری کیا اور مشرما یا۔ گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے۔

اور مفتی محمد غلام سرور قادری ایم۔ اے صدر المدینہ جامعہ تعلیمات صوفیہ دولت گیت ملتان لکھتے ہیں۔ حضور مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نقشبندی رضی اللہ عنہ کو خواب میں حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ کو سرکار نے فرمایا کہ۔

”ہندوستان میں میرے نائب مولانا احمد رضا بریلوی ہیں۔“

چنانچہ حضرت میاں شبیر محمد صاحب (شرق پوری) اور حضرت محدث علی پوری کو اعلیٰ حضرت سے اس خواب کے بعد اور زیادہ عقیدت ہو گئی۔ آپ بریلی شریف میں حاضر ہوئے اعلیٰ حضرت بریلوی کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا اور خواب بھی بیان کیا۔

لے ۶۶ ملفوظ سوم۔ ۷۷ ص ۱۱۰۔ شاہ احمد رضا مطبوعہ ساہیوال۔

marfat.com

Marfat.com

متعدد بزرگ حضرات نے اسی طرح کا ایک دوسرا نہایت اہم اور مقدس واقعہ اس انداز سے بیان فرمایا ہے۔

(۲) عارف باللہ شیخ وقت حضرت شیر محمد میاں صاحب شرقپوری قدس سرہ العزیز ایک بار عالم خواب میں حضرت غوث الوری سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شرقپوری نے سوال کیا کہ حضرت! اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟ ارشاد فرمایا: بریلی میں احمد رضاؒ

بیدار ہونے کے بعد آپ بریلی شریف تشریف لائے اور نائب غوث الوری امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ بریلی سے واپس ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک پردہ کے پیچھے سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں اور احمد رضا بولتے ہیں۔ یہ دونوں واقعتاً ایسی عظیم الشان اور مشہور روزگار شخصیتوں کے بیان کردہ ہیں جن کی کرامت و بزرگی اور صداقت و دیانت کا ایک عالم گواہ ہے اور ایسے صلحاء و اتقیا کے خواب بھی صحیح اور برحق ہوا کرتے ہیں۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر خود اس بات کی گواہی دی۔ عالم بیداری میں اس روحانی عظمت کی شہادت دی اور اہل سنت و جماعت کے درمیان اس کا اظہار اور اعلان بھی کیا۔

محدث اعظم ہند حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھو رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت فاضل بریلوی کے فیض یافتہ اور تلمیذ رشید بھی تھے۔ انہوں نے اپنا ایک ایسا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے جسے سن کر ہر مسلمان کے دل میں فطری طور پر حضرت غوث الوری کی ذات مقدسہ اور ان کے نام پاک سے بھی یک گونہ گہری عقیدت اور بے پناہ قلبی لگاؤ پیدا ہو جائے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بیان فرمایا۔

(۳) دوسرے دن کار افتاب پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرنی منگائی۔ اپنے پنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرنی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھا کر دست کرم سے شیرنی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پنگ سے اٹھ پڑے۔ سب حاضرین بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے





میں کئی ایک طویل منقبتیں کہیں جن کے مطالعہ کے بعد یہ تاثر ہر قاری کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے کہ آپ کو ان کی ذات سے بے پناہ عشق تھا اور انہوں نے واہانہ انداز میں اپنی کیفیاتِ دل کا ان کی بارگاہ میں اظہار کیا ہے جس سے غوثیت کبریٰ کی شوکت و اقتدار اور عظمت و جلال کا سکہ دل پہ بیٹھ جاتا ہے اور حسن و جمال کی دلبر و دلنواز تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ان منقبتوں کے چند منتخب نمونے حاضر خدمت ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا  
سربھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا  
کیا دے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا  
تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو  
بحرِ برہ، شہرِ دقری، بہل و حزن، دشتِ دجین  
عرضِ احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر  
جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے  
بجھ سے در، دے سے گے، گے سے ہے بھکونیت  
بدی چور ہی مجسم و ناکارہ ہی

اوپنچے اوپنچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا  
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا  
سثیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا  
اے خضر جمع، حسین ہے چشمہ تیرا  
کون سے چمک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا  
آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستا تیرا  
کہ یہاں مرنے پہ بھڑا ہے نظارہ تیرا  
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا  
اے وہ کیسا ہی مہی، ہے تو کریم تیرا

ہیں! رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو

سیتہ جید ہر دہر ہے مولا تیرا

حضرت رضا کا جوشِ طبیعت ہے کہ تھکنے کا نام نہیں لیتا اور تاجدارِ جیلان کی منقبت میں اسی زمین میں دوسری نظم رُفیعِ عرض کرتے ہیں۔

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے پیا سا تیرا  
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا  
کعبہ کرتا ہے طوافِ دہِ والا تیرا  
معرفت پھول ہی! کس کا کھلایا تیرا  
لائی ہے فصلِ سمن گوندھ کے سہرا تیرا

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا  
سورج انگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے  
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف  
شجرِ سرو ہی! کس کے اگلانے؟ تیرے  
تو ہے نوشاہِ براتی ہے یہ سارا گلزار

گیت کلیوں کی چٹک غزلیں ہزاروں کی چٹک  
 صفت ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری  
 کس گھلتاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز  
 نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوۂ ناز  
 راج کس شہر میں کتے نہیں تیرے خدام  
 مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر  
 اور محسُوب ہیں ہاں پر بھی یکساں تو نہیں  
 باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانہ تیرا  
 شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا  
 کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا  
 نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا  
 باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا  
 کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا  
 یوں تو محسُوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

ان کے مقام بلند و بالا کو کوئی کیا بیان کر سکتا ہے کہ ان کی عظمتوں کے جلوے ہر طرف بکھرے  
 پڑے ہیں اور دیدہ بینا ان کا کماحقہ مشاہدہ کرنے سے قاصر ہے لیکن خامہ رضا کا کمال ہے کہ وہ کس  
 خوبی سے وصف مجمل بیان کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبد القادر  
 مفتی شرع بھی ہے قاضی ملت بھی ہے  
 منبع فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے  
 قطب ابدال بھی ہے محور ارشاد بھی ہے  
 سلک عرفاں کی ضیاء ہے یہی درختار  
 سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر  
 علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر  
 مہر عرفاں کا منور بھی ہے عبد القادر  
 مرکز دائرۂ سر بھی ہے عبد القادر  
 مخزاسباہ و نظائر بھی ہے عبد القادر

رشتک بیل ہے رختالانہ صد داغ بھی ہے

آپ کا واصل و ذاکر بھی ہے عبد القادر

زندگی کی آخری سانس تک حضرت فاضل بریلوی بس یہی دعا کرتے رہے کہ

قادری کر قادری رکھ ستاریوں میں اٹھا

قدی عبد القادر قدرت نما کے واسطے

ۛ ۛ ۛ

# عظمتِ کردار

حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت کردار و عمل کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھی۔ اخلاقی خوبیاں بھی ان کے اندر بے شمار پائی جاتی تھیں جن کا احاطہ بڑا دشوار گزار امر ہے۔ اور ان کے اجمالی ذکر کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔

وے دفتر دیگر انشاء کنم

عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ :

”جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پہلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد محدث سورتی قدس سترہ العزیز کے عرس سراپا قدم سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور (فاضل بریلوی) نے اس وقت اسٹیشن پر آ کر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آرام کرسی وینٹگ روم سے لا کر بچھادی۔

ارشاد فرمایا۔ یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ جتنی دیر وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیے سے پشت مبارک

نہ لگائی۔

تواضع کے ساتھ زندگی بسر کی اور باوجود کثرتِ علم و فضل کے کبر و نخوت کو کبھی پاس نہ آنے دیا۔

بلکہ مغرور اور متکبر شخص سے آپ نہایت درجہ نفستہ فرماتے جیسا کہ سید صاحب موصوف کا بیان ہے کہ :

”ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت

بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے

کہ ان کے محلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھپکتے ہوئے

۱۔ ص ۴۱ ج ۱۱ اعلیٰ حضرت اول  
۲۔ آپ کے تواضع اور بلند اخلاقی کے بارے میں مولوی ابوالوفاء امرتسری لکھتے ہیں : میں مولوی صاحب کے در دولت پر حاضر ہوا۔  
مولوی صاحب ایک متواضع خلیق معلوم ہوئے۔ (اہل حدیث امرتسرا ۲، رمضان ۱۳۲۳ھ)

بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑے تیوروں سے اس کی طشت دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ نہ فرمایا نہیں۔

کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھ ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخشس حجام حضور کا خط بنانے کے لئے آئے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں۔ حضور نے نہ فرمایا کہ۔

”بھائی کریم بخشس! کیوں کھڑے ہو۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمادیا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر تو ان صاحب کے عقد کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے۔ اور فوراً اٹھ کر چلے گئے پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب ایک عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا۔

اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا۔ میں بھی ایسے مغرور و متکبر شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔“

ناگواری انبیاء کے باوجود دروازہ پر آئے ہوئے مہمان کو اپنی چارپائی پر بٹھانا حسن اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ یہ نہی دو مسلمانوں کے درمیان تفریقِ ادنیٰ و اعلیٰ مٹا کر درجہ مساوات دینا بھی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْكَمُّ کی ایک قابلِ تقلید عملی تفسیر ہے۔ تواضع و انکساری کے ساتھ دینی غیرت و حمیت اور حفاظت ناموس شرع کا یہ جذبہ بھی کتنا قابلِ صدر شک ہے کہ حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں مارہروی کا بیان ہے کہ:

”ایک بار میں نے عرس حضرت صاحب البرکات شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز سے قبل مولانا کو طلب کر لیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرماتے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور متمول زندگی کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئی۔ اور روضہ شریف کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی۔ سازندوں نے ساز لگائے تھے کہ۔

مولانا کی نظر پڑ گئی۔ اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر شریف لا کر ان سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے

آئے؟ یہ درگاہِ معلیٰ ناپح گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کی حیثیتِ دینی کا اندازہ ہوتا ہے۔  
 ”نبیرۃ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسۃ الحدیث بیلہ بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بیلہ بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بیلہ بھیت کے مشہور بزرگ شاہ حاجی محمد شیرمیاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمالِ غیرت علیٰ احکام الشریعہ بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔“

دین کا یہ پاس دلچاسا آپ کی ایک ممتاز ترین خصوصیت ہے۔ اور حق کی خاطر دل کا یہ اضطراب کہ چہرے کا رنگ متغیر ہو جائے اور ایسی پُر جلال آواز گو بنے کہ دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگے۔ آپ کی جرأت و جسارت اور عظمتِ کردار کی روشنی دلیل ہے کہ زبان و دل اور قول و عمل کی یکسانیت کے ایسے مناظر مشکل ہی سے نظر آتے ہیں۔

اسی سلسلے میں یہ واقعہ پڑھتے چلیں۔

”ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ایک کوری ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کیسے تکلیف فرمائی؟ انہوں نے کہا حضور کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا کوئی کام ہے۔ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور! محض مزاج پُرسی کے لئے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ عنایت و نوازش۔ اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا۔ کچھ نہ بولیں گے؟ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوا دی۔“

اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا۔ اچھا تشریف رکھئے۔ اور اپنے بھلے بھلے علی احمد خاں

ص ۸۵ اجیات اعلیٰ حضرت اول

ص ۸۰ ایضاً۔ چونکہ حضرت شاہ صاحب بھی بے نفس تھے اس لئے فاضل بریلوی شرم کو بریلی تشریف لے جانے لگے تو وہ سٹیشن تک آئے اور اظہارِ افسوس کیا اور دندہ یک کہ آئندہ نہیں پردہ بٹھا کر ان سے بیعت کیا کر دیا گا۔ اختر

marfat.com

Marfat.com

صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر (کہ یہ کام انہیں سے متعلق تھا) ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرما دیا: "اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جائیے۔ میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے۔" انہوں نے بہت کچھ معذرت کی مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بچا سے اپنی شیرنی واپس لیتے گئے۔

غیرت دین کے ساتھ ہی غیرت علم سے متعلق بھی آپ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک صاحب سے آپ نے مٹی کا ایک پیسہ تل منگایا۔ قیمت پوچھنے پر عرض کیا۔

"ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر کچھ کم کر کے اتنی دیدیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، نہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں۔ عالم ہیں۔ آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ میں علم نہیں بیچتا ہوں۔

اور وہی عام بکری کے دام خاں صاحب کو دئے۔

خود داری اور بھرا دور و رسا سے اجتناب کا یہ حال تھا کہ:

ایک بار نواب رام پور نمینی مال جا رہے تھے۔ اسپیشل جب بریلی پہنچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب۔ اپنے نام سے ڈیرٹھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدارالمہام کی معرفت بطور نذرانہ پیش سے حضور کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدارالمہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکت پر کھڑے کھڑے مدارالمہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو سلام عرض کیجئے اور یہ کہنے لگا کہ یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنی چاہئے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ یہ ڈیرٹھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں واپس لے جائیے فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں اور نہ میں وایان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔

بچوں کہ ان کی زبان حمد خدا و مدحت رسول (عز وجل صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذائقہ کچھ چکی تھی اور اس لذت آشنائی نے انہیں دو عالم کی چمپندوں سے بیگانہ کر دیا تھا۔ اس لئے کبھی کسی امیر و رئیس اور دنیاوی صاحب جاہ و حشمت و اہل دولت و ثروت کی تعریف سے آپ کی زبان ملوث نہ ہوتی۔ ایک

۱۵۴ ۱۵۳ ۱۵۲ ۱۵۱ ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

بارکسی نے نواب ناپیارہ خلع بہرائچ کی قصیدہ خوانی کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ایک نعت مقدس لکھی جس کے مقطع میں برجستہ ارشاد فرمایا۔

کروں مدح اہل دُولِ رضا، پڑے اس بلا میں ہری بلا

میں گد اہوں اپنے کریم کا مرادین "پارہ ناں" نہیں

جب کہ اس وقت بڑے بڑے اصحاب علم بھی مال و دولت، اقتدار و اختیار اور عزت و شہرت کی خاطر ارباب جاہ کے آستانوں کا چکر لگاتے تھے۔ حکام وقت تک رسائی اور ان کے دربار میں پذیرائی اپنی معراج سمجھی جاتی تھی۔ "سر" اور "شمس العلماء" کا خطاب پانے کے ارمان دل میں پھل رہے تھے۔ غیسروں کی خوشنودی کے لئے ضمیر کے خلاف تفسیریں کی جاتیں۔ مضامین و مقالات لکھے جاتے۔ حتیٰ کہ وہ "غیرہ جوہ اپنوں" کے بھیس میں ہوتے ان کی رضا جوئی کا چلن بھی عام تھا جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے شبلی نعمانی کے ایک مضمون کے بارے میں لکھا ہے۔

"یہی زمانہ ہے۔ جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاہا۔ جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین میں چھپا۔ مگر چونکہ یہ آورد تھا آمد نہ تھا اس لئے وہ ناتمام ہی رہا۔

۱۹۲۰ء میں جب میں رکن خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا پیر و فیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے۔ میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا ہے۔

۲۸۱ حیات شبلی — اور سید سلیمان ندوی عہد الما بعد دریا بادی عہد اباری ندوی جیسے روشن خیال مفکرین و محققین کے پیر و مرشد مولانا اشرف علی تھانوی کا لقب دیکھنا ہو تو ان کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں۔

"غیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا۔ درپے تذلیل و توہینِ زبانی و جسمانی کے ہو گئے اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی۔ اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض، اجبات کی حفاظت ہو تو اثر ثنائی سے امید تسامع ہے۔

(بقیہ صفحہ پر)



یہ الگ بات ہے کہ ترکوں کی خلافت مذہبی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں۔ مگر اتنا تو مسلم ہے کہ شبلی نعمانی نے اپنی رائے کے خلاف سرسید کے مشورہ سے ان کے حکم کی بجا آوری کے لئے لکھا۔ اور یہ مضمون آمد نہ تھا بلکہ آورد تھا۔ اور مولانا نے خود نہیں لکھا بلکہ ان کے مزاج اور ضمیر کے خلاف قلم پکڑ کر ان سے یہ مضمون لکھوایا گیا۔

لیکن کردار کی عظمت ملاحظہ کرنی ہو تو فاضل بریلوی کی حیات مقدسہ کا مطالعہ کیا جائے۔ کبھی بھی وہ کسی سے ناجائز اور خلاف ضمیر خوشنودی کے خواہاں نہ ہوئے اور کسی کو بھلا ایسی جرات کہاں ہو سکتی تھی کہ وہ کوئی بات یا ایسا مسئلہ لکھنے کو کہہ سکے جس میں خدا و رسول کی ناراضی کا خطرہ مول لینا پڑے۔ اسی لئے تو زندگی ان کی پاکیزہ و مثالی اور کردار ان کا بے داغ ہے۔

بلا خوف و مہ لائم انہوں نے اپنا ہر قدم اٹھایا۔ مخالفین کی بیہیم لیغاب بھی آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بغزش نہ لاسکی۔ عداوتوں اور دشنام طرازیوں کے طوفان میں بھی آپ ہنستے مسکراتے نظر آتے۔ اور جبین استقلال پر کوئی شکن نہ پڑتی۔ گایاں لکھ کر دی جاتیں مگر آپ دعائیں دیتے کہ یہ معلم احلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے اور آپ سچے متبع سنت تھے۔

بہر حال وہاں بدون شرکت قیام کرنا قریب بحال دیکھا۔ اور۔ منظور تھا وہاں رہنا۔ کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے تنخواہ ملتی ہے الخ۔ (مذکرۃ الرشید حصہ اول مکتبہ عاشقہ قیصر گنج روڈ میرٹھ) خود اپنے بارے میں جناب عبد الماجد دریا بادی لکھتے ہیں۔

۱۰ اسی سلسلہ کی آخری فروری یا شروع مارچ کا ذکر ہے کہ خواجہ صاحب اجیری کا سالانہ عرس پڑا۔ ابوسید زندگی کے جس دور سے گزر رہا تھا اس میں درگاہوں، مآستانوں پر حاضری اور عرسوں میں شرکت لازمی تھی۔ اجیر جیسے بے بالکل اجنبی تھا۔ خوش قسمتی سے ساتھ مولانا عبد الباقی فرنگی محل کا ہو گیا۔ مولانا باوجود عالم جید ہونے کے صاحبِ سماع تھے۔ ان کے قافلہ کے ساتھ اپنی بھی چھوٹی سی پارٹی کو لے کر اجیر حاضر ہو گیا۔ ان ہی کے ساتھ ٹھہرا اور سفر میں حضرت کا آرام اور لطف ان ہی کے لطف و کرم سے اٹھایا۔ اپنے قوال دیا بادی سے لایا تھا۔ ایک روز شام کو درگاہ میں گاندی جی آئے اور اصل مزار پر حاضری دینے کے بعد صحن میں قوال سننے کے لئے بیٹھ گئے۔ (مذکرۃ محمد علی کی دائری معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء)

مسعود علی ندوی کا خط عبد الماجد دریا بادی کے نام ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء۔ قوال نے بے وطنی کا سخت افسوس ہوا۔ دہلی میں کان کنش کی گئی لیکن کوئی نہ مل سکا جس نے نظامی نے انتظام کیا تھا لیکن عین وقت پر وہ سخت بیمار ہو گیا۔ (۱۲۳ ذی قعد) اعتقاد و عمل کا یہ کھنڈا ہوا تضاد کسی دوسری جماعت میں مشکل ہی سے ملے گا۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

”اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا۔ اور عرض کیا کسی وہابی نے اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جوئے نئے حلقہ ارادت میں کئے تھے، اس خط کو اٹھایا اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا تھا۔ واقعی یافتہ تھی۔ وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے حضرت کو روک کر کہا۔

اس وقت جو خط میں نے پڑھا جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا۔ کسی بدتمیز نے نہایت ہی کیسہ زن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لئے ذریعہ عبرت و نصیحت ہو ورنہ دہرہ دہرہ کو بھی ایسی جرات ہوگی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے۔ اور منہ پایا ان کو پڑھئے۔

ہم لوگ متیر تھے کہ کس قسم کے خطوط تھے۔ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خطوط آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ زمانے سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے منہ پایا۔

”پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام و اکرام، جاگیر و عطایات سے مالا مال کر دیجئے۔ پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی سن کر کیجئے گا۔“

انہوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی۔ اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کی پشتہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔

منہ پایا۔ جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہونچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہونچا سکتے۔

کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كُنْتُ رَحِيْنٌ بِهٖ

۱۔ ۶۹ ر ۷۰ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

# ایشیاء کا عظیم محقق

یوں تو ایشیاء کی سرزمین پر ایک سے ایک بالغ نظر علماء، بالکمال افاضل، ثروت نگاہ مفکرین، اور دیدہ ور محققین پیدا ہوئے۔ جن کے گرانقدر کارناموں کے لافانی نقوش تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ علم و فضل کے متعدد شعبوں میں ان کی صداقت و مہارت ہر ایک کو مسلم ہے۔ اور بڑے بڑے ارباب دانش ان کی بارگاہ رفعت و عظمت کے آگے جبین نیاز جھکانے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ یسکن ایسی متعدد الجہات شخصیتیں جو بیک وقت پچاسوں علوم و فنون کی شناساورداد شناس ہوں ادھر کئی صدیوں کے اندر مشکل ہی سے نظر آئیں گی اور ایسی عمیقی ہستیوں کی صف میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات بابرکات اپنی چند در چند صفات و خصوصیات کی بدولت ایک نمایاں اور منفرد مقام کی حامل ہے۔ آپ خدا عز و شرمائیں۔ اور نگاہ حقیقت سے دیکھیں کہ جس کے بچپن کا یہ عالم ہو کہ،

”ایک بار امام اہل سنت مسلم الثبوت کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا خسریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا۔ جو رئیس الاتقیاء (مولانا نقی علی) صاحب نے مسلم الثبوت پر کیا تھا۔ اور اس کا جواب دیا تھا۔

امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا۔ اور من کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔

جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کی نگاہ امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر بیٹنے سے لگایا اور فرمایا: ”احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو۔“

پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی اساتذ مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب (بریلوی) سے فرمایا کہ

marfat.com

Marfat.com

آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔  
وہ حواشی بھی کتے بلند پایہ اور کتے معرکہ الآراء تھے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا لطف الدین  
بہاری خلیفہ حضرت فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

”مسلم الثبوت کا قلمی نسخہ معریٰ جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں محشی کیا تھا۔ اس  
پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد صاحب قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۲۴ھ میں جب میں اپنے استاذ  
محترم جناب مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب  
علی گڑھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا۔ میرے مطالعہ میں رہتا تھا۔

حالاں کہ اس زمانہ میں مسلم الثبوت محشی مطبع مجتبیٰ دہلی کے علاوہ شرح مسلم الثبوت علامہ  
یحییٰ العلوم مسمیٰ بہ فوائح الرحموت و شرح مسلم علامہ عبدالحق خیرآبادی و شرح مسلم مولانا بشیر حسن مسمیٰ  
بہ کشف البہیم بھی تھی۔

بلکہ ان سب سے مزید۔ مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عقیدہ اور حواشی  
برودی وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے یہ سب کتابیں میرے مطالعہ  
میں تھیں۔

”لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی۔“

اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانہ میں مصری بخاری محشی بحاشیہ سندھی کے علاوہ  
جناب مولانا احمد علی صاحب بہار پوری کے تحشیہ والی بخاری شریف بلکہ شروع بخاری میں عینی۔  
فتح اباری، ارشاد اساری سب کتابیں تھیں۔

لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا اور اپنے پڑھنے  
کے زمانہ میں معریٰ سے محشی کیا تھا۔ اس کے مضامین افادات و نکات کے لطائف کا رنگ ہی اور تھا اور پھر  
لطف یہ کہ جو کچھ تحسیر فرمایا تھا۔ سب ذہن رسا کی جودت و ہمت تھی۔

عام محشین کی طرح نہیں کہ عنایہ بنایہ، نہایہ، اکفایہ، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ شرح وقایہ کا حاشیہ  
لکھ ڈالا۔ اگرچہ یہ خدمت بھی قابل ستائش، اور طلبہ و مدرسین کی بہت شکر گزاری کا باعث ہے۔ مگر ان

۱۳۴۰ھ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

دونوں میں زمین و آسمان کا منہ رقی ہے۔

مجھے شیر بیشہ اہل سنت، ناصر دین و ملت، سیف اللہ المسلمول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد نہیں بھولتا بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت کی محشی کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ منہ راقا۔

میاں! ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال وہی ہے۔ — بیٹھا بنیا کیا کرے، اس کو ٹھی کا دھان اوس کو ٹھی میں۔ اوس کو ٹھی کا دھان اس کو ٹھی میں۔

عہد طفولیت میں ایسے اہم ستون پر شہ روح و حواس کی مشہور روزگار علماء و فضلاء کے مقابل میں جگہ پائے بلکہ ان پر بھی بہت بے جائے یہ اس فدا داد ذہانت اور قوت حافظہ کا کمال تھا جس کی بے شمار مثالیں آپ کی تاریخ زندگی سے وابستہ ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیر حقیر غفرلہ رہہ القدر کی نظروں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک صاحب کا عریفہ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا۔ اوس کے ہاتھ کر سنانے کا مجھ گنہگار گدائے کوئے رضوی کو حکم ہوا۔ اون صاحب نے القاب میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حافظ بھی لکھ دیا تھا۔ اوس کو سن کر چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے۔ اور منہ راقا لگے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشران لوگوں میں نہ ہو جن کے حق میں قرآن عظیم فرماتا ہے۔ یُحِبُّوْنَ اَنْ یَّعْمَدُوْا بِحَانِمٍ یُّفَعِّلُوْا۔ یعنی جب اون لوگوں کی تعریف میں ایسی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو اون کے اندر نہیں تو وہ لوگ اپنی ایسی تعریف کو پسند کرتے ہیں۔

یہ واقعہ ۲۹ شعبان ۱۳۳۶ھ کو ہوا تھا۔ دوسرے ہی دن سے قرآن پاک حفظ کرنا شروع فرمادیا۔ ہر روز ایک پارہ حفظ کر کے تراویح میں سننا دیتے یہاں تک کہ رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ کو مغرب سے پہلے حفظ شدہ قرآن شریف پورا کر لیا۔ اور صرف ایک مہینے کی مدت میں حافظ ہو گئے اور رمضان مبارک کی انیسویں شب کو تراویح میں قرآن عظیم تلاوت کر کے ختم کر دیا۔

طہ ۱۳۶، ص ۱۳۸ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

marfat.com

Marfat.com

بڑی خوبی تو یہ تھی کہ ہر روز ایک پارہ زبانی حفظ کر لینے کے باوجود مختلف فتاویٰ مبارکہ لکھنے، مسائل شریعت و احکام خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی تعلیم فرماتے۔ اور وقت پر مسند نشین ہدایت و ارشاد ہو کر اللہ عز و جل اور اوس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے فرامین مقدمہ سنانے وغیرہ روزانہ کے مشاغل دینیہ میں کسی طرح کا کوئی منہرق نہیں پڑا۔

علوم مروجہ و رسیہ جن کو سند یافتہ علماء حاصل کرتے ہیں اون کا تو پوچھنا ہی کیا۔ وہ علوم غریبہ و فنون عجیبہ جن کو علمائے زمانہ نے کانوں سے سنا بھی نہیں اون علوم و فنون نادرہ میں جب کبھی حضور اعلیٰ حضرت قدس رضی اللہ عنہ کا مبارک تسلیم اٹھ گیا ہے تو تحقیقات رفیعہ و تحقیقات بدیعہ کے دریائے زخار موجیں مارنے لگے۔

آپ کی قوتِ حافظہ سے متعلق ایک حیرت انگیز واقعہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رقم طراز ہیں۔

”اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ ذیلی بہت تشریف لے گئے۔ اور حضرت استاذی مولانا دھی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثناء گفتگو میں العقود الدریۃ فی تنبیح الفتاویٰ العابدیۃ کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجودیکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتبوں کا کافی ذخیرہ تھا۔ اور ہر سال معقول رقم کی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک العقود الدریۃ منگولنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔

حضرت محدث صاحب نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر حاضر کر دی۔ مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمائیں، بھیج دیجئے گا۔ اس لئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں میرے پاس ہی گنتی کی چند کتابیں ہیں جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اچھا! اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی۔ اسی وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے العقود الدریۃ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی ملاحظہ فرمایا۔

سے مندرجہ ترجمان اہم سنت ۱۰۱۰ آواز وطن پریس کراچور حضرت سید یوسف علی ٹٹوی بھی اس واقعہ کے راوی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں مسیحیات اعلیٰ حضرت اول۔

دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب دست کے جانے لگے تو العقود الدریۃ کو بجائے سامان میں رکھنے کے لے کر یا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصدے جانے کا تھا واپس کیوں فرما رہے ہیں لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا۔ وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لئے زمانہ مکان سے تشریف لائے رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ (پھر) میں اس کتاب کو لئے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے لے کر یا کہ میرے اس کہنے کا کہ جب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیجئے گا۔ طال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا؟

فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی۔ اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی جہالت کی ضرورت ہوگی فتاویٰ میں لکھ دوں گا۔ اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔

فری میراث کا ایک مسئلہ جسے حضرت مولانا سراج احمد مفتی خانپور نے دیوبند، ہمارے پورا، دہلی وغیرہ کے علماء کے پاس حل کے لئے بھیجا مگر کہیں سے تسلی بخش جواب نہ ملا۔ لیکن امام احمد رضا کے پاس وہی سوال جب انہوں نے بھیجا تو ایک ہفتہ میں اس کا جواب آ گیا جس کے بارے میں ان کا تاثر یہ ہے کہ۔ اس جواب کے دیکھنے کے بعد میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جملے ہونے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔

اپنے ایک خط محررہ ۲۸ اپریل ۱۹۶۹ء بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری میں لکھتے ہیں۔

”اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کی علم حدیث میں وسعت دیکھنی ہو تو رسائل، فتاویٰ الالبہامین۔

و۔ حاجز البعربین الوافی عن جمع المصلونین“ نذیر حسین دہلوی امام اہل حدیث کے رد میں ملاحظہ

سے ۳۰ جہات اعلیٰ حضرت اول۔

کری جس سے مولوی نذیر حسین طفیل مکتب نظر آتا ہے۔

اسی طرح وسعت علمی علوم معقولات فلسفہ ریاضی وغیرہ میں رسالہ "فوز مبین" حرکت زمین کے رد میں دیکھو کہ نظام بطیموسی فیماخوری کی ایسی تطبیق دی کہ نیوٹن جو فلسفہ حال کا امام مانا جاتا ہے۔ شاگرد نظر آتا ہے۔ مولانا احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس (بدھ ۶ اکتوبر ۱۹۷۱ء) میں فرمایا: میں اعلیٰ حضرت کے ایک رسالہ "عطایا القدير فی حکم التصویر" سے بہت متاثر اور مستفید ہوا۔ یہ رسالہ مجھے صدرالافاضل (علامہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ) مرحوم نے عطا کیا۔ چوں کہ میری طالب علمی دیوبندی مکتب فکر کے اساتذہ سے متاثر تھی۔ اس لئے میرے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی تھی کہ علمی تحقیق صرف علمائے دیوبند کی تالیفات میں ملتی ہے۔

جب میں نے مذکورہ رسالے کا مطالعہ کیا تو اس کے لکھنے والے کے تبحر علمی اور دقت نظر کے کمال کا گرویدہ ہو گیا۔ سچ ہے کہ اس ایک رسالہ نے میری ذہنی اور اعتقادی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

• تدقیقاتِ فقہیہ و تحقیقاتِ حدیثیہ اس بلند پائے کی تھیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میرے وہابی  
اوستادوں کے سامنے جب فقہ یا حدیث کا کوئی نام نہ ملتا تو حضور پر نور اعلیٰ حضرت  
قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سائل مہارکہ کی طرف رجوع کر کے اونہیں میں دیکھ دیکھ کر اپنی مشکلات  
آسان کراتے۔

ایک مرتبہ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق تو یہ شخص بد عینوں کا سردار ہے۔ اور دیوبندی عالموں کو کافر کہتا ہے۔ اور اپنے مریدوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ پھر آپ لوگ ایسے شخص کی کتاب میں کس لئے دیکھتے ہیں؟

جواب دیا کہ اس شخص میں صرف اتنا ہی عیب ہے کہ ہمارے اکابر کو کافر کہتا ہے ورنہ فقہ و حدیث وغیرہ تمام علوم دینیہ میں ہندوستان بھر کے اندر اس کے برابر اور اس کے جوتا کا کوئی شخص نہیں۔ ہم لوگ اگرچہ اس شخص کے مخالف ہیں پھر بھی اس شخص کے علمی دلائل و تحقیقات کے محتاج ہیں۔ ملخصاً یہ

۱۴۰۰ حیات سائیک دائرۃ المصنفین اردو بازار ناہور۔

۲۸ ترجمان اہل سنت مطبوعہ کانپور۔



آپ کے ففصل و کمال کی شہرت اس حد تک خود آپ کے عہد ہی میں پہنچ چکی تھی کہ حضرت مولانا محمد شاہ خاں صاحب بہان مسرمانے ہیں کہ :

”ایک دن تین طالب علم نئے آئے اور اگلی حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں۔ اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے ؟ وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے وہاں سے گنگوہ گئے اس کے بعد یہاں آئے۔ میں نے کہا یوں تو طلبہ کو شمسہ خیرا کا مرض ہوتا ہے یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہوتی ہے۔ اسی لئے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں بلکہ دو چار جگہ ضرور دیکھا کرتے ہیں۔

مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے نیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو۔ اور اس وجہ سے یہاں کے مشتاق ہو کر تشریف لائے۔

بولے : یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اختلاف مذہب، اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔ مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ ”قلم کا بادشاہ ہے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر کسی کی مجال نہیں کہ اس کے خلاف کچھ سکے۔“

یہی دیوبند میں سنا اور یہی گنگوہ میں بھی۔ تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہئے جن کے مخالفین بھی علم و فضل کی گواہی دیتے ہیں۔ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْلَاءُ رِیاضی دانی سے متعلق مشہور واقعہ ہے کہ ماہر ریاضیات ڈاکٹر مرصیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بارگاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی میں حاضر ہوئے اور اپنے لائیکل مسائل کے قسلی بخش جوابات پاکردم بخود ہو گئے اور کہنے لگے۔

مولانا یہ توفیق دے دے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے حضور۔ نے ارشاد فرمایا میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چنبینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

لے ستم حیات اعلیٰ حضرت اول۔

کی سہکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں۔ مکان کی چہار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں اللہ

ڈاکٹر مرصیاء الدین کے اس استفادہ کے معنی شاید مندرجہ ذیل ثقہ اور مستند حضرات ہیں۔  
 محدث اعظم سید محمد اشرفی کچھوچھوی۔ سید سلیمان اشرف صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔  
 شاہ مہدی حسن میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف۔ مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری۔ مولانا محمد حسین میرٹھی۔ سید ابوب علی رضوی۔ سید قناعت علی رضوی۔ حاجی کفایت اللہ علیہم الرحمۃ والرضوان۔  
 ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری پرنسپل شمس الہدی پٹنہ لکھتے ہیں۔

”مجھے یہ واقعات سن کر بہت تعجب ہوا اور میں مشکوک رہا۔ اتفاق سے ۱۹۲۹ء میں میں شملہ گیا۔ اس زمانہ میں وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اور اسپیشل ہوٹل میں مقیم تھے۔ وہاں گیا اور ان سے ملا۔ اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں۔  
 سنہ ۱۹۱۷ء میں صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیا پایا؟

سنہ ۱۹۱۷ء۔ بہت ہی خلیق۔ منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے۔ باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں۔ ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور لانا نکل تھا۔ ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔  
 جب میں نے خود صاحب موصوف کی زبانی اس کو سنا تو یقین کامل ہوا۔

اس ملاقات کی تحسیر یک کیوں اور کیسے ڈاکٹر صاحب کے دل میں پیدا ہوئی اس کے متعلق مولانا ظفر الدین بہاری اپنا خیال ظاہر فرماتے ہیں۔

”میرے علم میں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۹۲۹ء سے قبل ایک مرتبہ ڈاکٹر مرصیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبہ سکندری رام پور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی داں صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبہ سکندری اعلیٰ حضرت کے

یہاں آتا تھا اور مدیران اخبار مذکور کو جو خلوص عقیدت اعلیٰ حضرت اور ان کے وابستگان کے ساتھ ہے مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔

خیر بہر کیف! اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لئے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ المَوْحِبَات فی الْمَرْبَعَاتِ نقل کر رہا تھا اس لئے کچھ دلچسپی تھی۔

جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دیدہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی سے تھے۔ اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اور علی گڑھ میں اپنے اجاب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا<sup>۱</sup>۔ حضرت فاضل بریلوی کے برادر زادہ حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی (م ۱۳۲۸ھ) اس واقعے سے متعلق لکھتے ہیں۔

”برسبیل تذکرہ انہوں (ڈاکٹر سر ضیاء الدین) نے اپنے دوست مولوی حشمت اللہ صاحب رضوی بریلوی مرحوم ڈپٹی مجسٹریٹ سے اپنے سفر یورپ کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور غرض بتائی کہ بعض مسائل ریاضی میں مجھے علماء یورپ سے تبادلاً خیال کرنا ہے۔ مولوی حشمت اللہ مرحوم نے انہیں یقین دلایا کہ اس کام کے لئے اب آپ کو اس طویل سفر کی اصلاً ضرورت نہیں۔ آپ کو مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے ملنا اور تبادلاً خیال کرنا چاہئے۔“

یہی بات ان سے مولانا سید سلیمان اشرف صاحب ناظم دینیات علی گڑھ یونیورسٹی نے بھی۔ تو انہوں نے عنان سفر بجائے یورپ کے بریلی کی طرف پھیر دیا۔ اور ڈاکٹر (سر ضیاء الدین) صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ کے پیر زادے سید مہدی حسن میاں صاحب قبلہ مارہروی کو لے کر بریلی آئے۔ اور مولوی حشمت اللہ صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ اس کوٹھی کے پیچھے ہی کوٹھی سے متعلق مکان میں اعلیٰ حضرت کا قیام تھا۔

مولوی حسرت اللہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی آمد کی اطلاع دی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے طلب فرمایا۔  
 رسمی تعارف کے بعد موصوف نے اپنی گفتگو کے لئے کوئی وقت چاہا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے حسب  
 عادت فرمایا کہ آپ کو جو سرمانا ہے، بے تکلف فرمائیے۔ بالآخر انہیں اسی وقت فن ریاضی کے وہ شکوک  
 پیش کرنے پر ڈے جن کی تحقیق کے لئے ان کا سفر یورپ کا ارادہ تھا۔

اعلیٰ حضرت نے ان کے سوالات یکے بعد دیگرے بلا تامل حل فرمادئے۔ ڈاکٹر صاحب ہکا بکا رہ گئے۔  
 کچھ سکون کے بعد ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ اس فن میں آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے؟  
 اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ چار رسالے میں نے لکھے ہیں۔  
 ڈاکٹر صاحب نے دریافت فرمایا کہ کس زبان میں؟  
 ارشاد فرمایا۔ عربی اور فارسی میں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں ان دونوں زبانوں سے ناابلہ ہوں۔ حضور اگر اجازت دیں تو میں ان  
 رسالوں کا اپنے لئے اردو میں ترجمہ کراؤں۔

اعلیٰ حضرت نے بڑی خندہ پیشانی سے اجازت مرحمت فرمادی۔  
 وہ علی گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں ناظم دینیات مولانا سید سلیمان اشرف صاحب سے  
 انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک مستعد عالم جو ریاضی میں دخل رکھتے ہوں چند رسائل کا ترجمہ  
 کرنے کے لئے معقول تنخواہ پر بریلی بھیج دیجئے۔

چنانچہ حضرت ناظم دینیات نے مولوی شرافت اللہ خاں صاحب کو اس کام پر مامور کر کے بریلی  
 بھیجا۔ وہ بریلی آئے۔ چاروں رسالوں کا ترجمہ کیا۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت کو سنایا۔ پھر یہیں سے مینیفہ کر کے  
 علی گڑھ لے گئے اور ڈاکٹر صاحب کو لے جا کر دیدیا۔ اب یہ تراجم یونیورسٹی کی لائبریری میں ہوں گے  
 یا ڈاکٹر صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں ہوں گے۔

اس کے بعد ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے کئی جگہ اس کا اعتراف بھی کیا کہ ”مولانا احمد رضا خاں  
 بریلوی ریاضی میں اپنا جواب نہیں رکھتے“۔

سہارنپور میں ڈاکٹر صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی۔ اس میں سپانسامہ پڑھا گیا جس میں  
 یہ کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی میں یگانہ روزگار ہیں۔

انہوں نے جوابی تفسیر یہیں کہا کہ ان الفاظ کے مستحق مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔  
وہ واقعی اپنا جواب نہیں دیتے۔

ایسا ہی انہوں نے قنوج میں ایک موقع پر کہا۔

یہ دونوں واقعے مجھ سے حامد علی خاں صاحب سابق مال باوریلو سے ذکر کئے۔ وہ دونوں موقعوں پر خود موجود تھے۔

حضرت فاضل بریلوی کے ایک ممتاز خلیفہ حضرت مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری اپنے یہ چشم دید حالات لکھتے ہیں۔

”ایک دن میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک شکر م (چار بیہیوں والی ایک بند گاڑی) پھاٹک کے سامنے رکی۔ ایک مولوی صاحب اور ایک صاحب کوٹ پتلون پہنے ننگے سراتر کر ہماری طرف آئے۔ ان کے ساتھ جو مولوی صاحب تھے وہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب تھے۔

پھاٹک کے اندر آئے اور مجھ سے مولانا سید سلیمان اشرف نے دریافت فرمایا۔ حضرت کہاں ہیں؟ میں نے کہا تشریف رکھئے، خبر بھیجتا ہوں۔ دونوں بیٹھ گئے۔ اور ایک کارڈ نکال کر دونوں کے نام لکھ کر مجھے دیا۔ میں نے کارڈ اندر پہنچا دیا۔

اندر سے لڑکا آیا کہ حضرت اندر بلا رہے ہیں۔ جب دونوں اندر جانے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوا۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ڈاکٹر ضیاء الدین سے کہا۔ حضرت کے پاس چل رہے ہو اور ننگے سر؟

ان دنوں میں ترکی ٹوپی لگاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میری ٹوپی میرے سر سے اٹھا کر اپنے سر پہ رکھ لی۔ میں نے اپنے سر پر رد مال پیٹ لیا اور اندر حضرت کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت کچھ تفسیر فرما رہے تھے۔ فرمایا! تشریف لائیے۔ سلام و مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔

حضرت نے خیریت پرسی فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور ایک سادہ کاغذ پر ریاضی کی ایک شکل انگریزی حروف میں بنائی اور پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس مشکل کے حل کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے آپ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے

صفحہ ۷۲، ۷۳۔ سیرت اعلیٰ حضرت مطبوعہ بریلی مولانا حسنین رضا۔

marfat.com

Marfat.com

میں نے آپ کو تکلیف دی۔ اور حضرت کو کاغذ دیا۔ حضرت نے کاغذ دیکھ کر فرمایا۔ انگریزی حروف میں کیا سمجھوں؟

ڈاکٹر صاحب نے دوسرے سادہ کاغذ پر وہ اشکال ابجد حروف میں پیش کیا۔ اور منسل کا اشارہ کرتے ہوئے حضرت سے کچھ عرض کیا۔ حضرت نے بھی جواب میں کچھ فرمایا۔

چند منٹ کی گفتگو ہی کے بعد ڈاکٹر صاحب حیاتِ سرزدہ ہو کر حضرت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ادھر حضرت پیش کردہ اشکال پر غور فرما کر ایک سادہ کاغذ پر خود کچھ شکلیں بناتے، کاٹتے، سدھاتے رہے۔ اور ادھر ڈاکٹر صاحب کی نظر حضرت کے تسلیم پر جمی رہی۔

پانچ منٹ کے بعد ایک صاف کاغذ پر اشکال کو حل فرما کر ڈاکٹر صاحب کو دے دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوسرے کاغذ پر اعلیٰ حضرت کی حل کردہ اشکال کو اپنے طور پر انگریزی نشانات لگا کر نقل کیا۔ اور خوب غور کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کو بوسہ دے کر عرض کیا۔

”حضور نے یہ مسئلہ کتنی آسانی سے پانچ منٹ میں حل فرما دیا جسے میں ہفتوں غور کے بعد بھی حل نہ کر سکا۔ اور اس کے حل کے لئے جرمنی یا انگلینڈ جانے والا تھا کہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری صحیح رہنمائی فرمائی۔ میں مولانا کا بہت ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں اور علماء کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔“

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر بیٹھے پھر اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ کاغذات پیٹ کر پتلون کی جیب میں رکھا۔ میں بھی ساتھ چلا۔ صحن پار کرنے کے بعد میری ٹوپی واپس کرتے ہوئے بولے۔

”میاں! بڑے خوش نصیب ہو۔ خوب خدمت کرو۔ اور جتنا بھی فیض حاصل کر سکو، کر لو۔“

باہر آ کر پھاٹک میں کمری پر بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا۔

”یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے

کہ عقل جیسے ان ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توحیدیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت و مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی۔ حضرت نے چند منٹ میں اسے حل کر کے رکھ دیا۔“

صحیح مسنون میں یہ ہستی ”نوبل پرائز“ کی مستحق ہے، مگر گوشہ نشین، ریاض اور نام و نمود سے پاک

بہشت کی طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔

مولانا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے بڑی زحمت سے بچایا۔

میں نے کہا۔ ذالک فضل اللہ یوقیہ من یشاء — ڈاکٹر رضیاء الدین اور مولانا سید

سلیمان اشرف مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔

اس واقعہ کی تحقیق و تصدیق کے سلسلے میں علامہ شبیر احمد خاں غوری (علی گڑھ) لکھتے ہیں۔

”چونکہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے بریلی کا یہ علمی سفر مارہرہ شریف کے سجادہ نشین کے تعارفی خط کے

ذریعہ کیا تھا اس لئے مجھے تلاش ہوئی کہ شاید درگاہ شریف (مارہرہ شریف) میں کوئی تحریری شہادت

مل جائے۔ مجھے ابھی درگاہ شریف کی زیارت کے لئے جانے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اس خانقاہ کے ایک

محترم فرد جناب عزیز الحسن صاحب نے مجھے اس سلسلے کی ایک اہم شہادت فراہم کی۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

یہ ”اعلم“ کراچی میں شائع شدہ ایک مضمون ہے جو نہ تو فاضل بریلوی پر ہے۔ اور نہ ڈاکٹر

سر ضیاء الدین ہی پر ہے۔۔۔ بلکہ ایک تیسرے بزرگ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف پر ہے مضمون نگار

کو ان سے عیندت تھی۔ ان کے ذکر میں ضمایہ واقعہ بھی آ گیا ہے۔ خود مضمون نگار کی ثقاہت شک و

شک سے بالاتر ہے۔ اولڈ ٹوائے ہونے کے علاوہ اپنے پیشہ کے اعتبار سے بھی قولاً و عملاً قابل اعتماد ہیں۔

سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ان کے ایماء و مشورہ سے

ڈاکٹر سر ضیاء الدین ریاضی کے ایک اہم مسئلہ کا حل دریافت کرنے اعلیٰ حضرت کے پاس سید سلیمان اشرف

صاحب کی معیت میں گئے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت نے بہا حسن و جوہ وہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔ حالاں کہ ڈاکٹر صاحب

مرحوم اہل کے حل کے لئے یورپ جانا چاہتے تھے۔

محقق نصیر الدین طوسی کی مشہور تصنیف ”زنج لطفانی“ پر حضرت فاضل بریلوی کی جو تعلیقات ہیں

انہیں دیکھ کر علامہ شبیر احمد غوری یہ بول اٹھے۔

”اور فاضل بریلوی کی ریاضیاتی معجزیت نے اپنے اظہار کے لئے اس عظیم ہستی شاہکار کو منتخب کیا۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی — پسلی پھر دک اٹھی نگر انتخاب کی

اس انتخاب کی اہمیت اس وقت اور واضح ہو جاتی ہے جب ہم فاضل بریلوی کی ریاضی و ہیئت میں قلمی سرگرمیوں کو اس ماحول میں پرکھیں جب کہ ان کے بیشتر معاصرین یا تو ریاضی و ہیئت کے معضلات کو متردک التعلیم و تدریس کے علم و حرکت کی ترقی کو آگے بڑھانے کے بجائے پیچھے کو ڈھکیل رہے تھے۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ صاحبانِ مطابع کی سرمائش سے حواشی لکھ رہے تھے۔

”میں اس (تعلیمات علی الزیج الایلیخانی) کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے عقیدت مندان انکی جامعیت اور فضل و کمال کی جو بھی تعریف کرتے ہیں۔ وہ عقیدت مندان مبالغہ آرائی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ نفس الامری ہے۔“

حضرت مولانا حسین رضا خاں بریلوی المتوفی ۱۳۱۵ھ مدیر ماہنامہ الرضا بریلی تحریر فرماتے ہیں: ”دارالافتاء میں ملک العلماء جناب مولانا ظفر الدین صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) ارشد تلامذہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بانکی پور (پٹنہ) کے انگریزی اخبار ”اکسپریس“ ۸۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے دو سرورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ و استصواب حاضر کیا جس میں امریکہ کے منجم و فیئر البرٹ کی ہولناک پیشگوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب و جناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”اردسمبر کو عطار د، مرتج، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون۔ یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زیادہ ہے۔ قرآن میں ہوں گے۔ آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے قوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہو گا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک براہ کوکب یورنیس ہو گا سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخی بیات میں کسی نہ جانا گیا۔ یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب سے بڑے بھاری کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیشش سیاروں سے نہ دیکھا گیا تھا ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس، اردسمبر کو ظاہر ہو گا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک نظر نہ ہوا۔ اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہو گا۔ داغ شمس کہہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان۔ بجلیاں۔ مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے۔ زمین

۱۳۱۵ھ معارف رضا جلد ہفتم مطبوعہ کراچی۔ ۱۳۱۵ھ ایضاً۔



اس ہولناک پیش گوئی سے سارے ہندوستان میں ایک اضطراب اور ہیجان پیدا ہو گیا۔ لیکن جب امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا جواب نہایت مدلل اور محققانہ شان سے دیا اور ماہنامہ الرضا بریلی شمارہ صفر و ربیع الاول ۱۳۳۸ھ میں آپ کا فاضلانہ مقالہ شائع ہوا تو لوگوں کو سکون میسر آیا اور ہر حلقے سے اس کی زبردست پذیرائی ہوئی۔ اہم پرزور دلائل کے ذریعہ پروفیسر البرٹ کے توہمات کا آپ نے رد فرمایا۔ شیز عیسائی راہب علامہ قطب الدین شیرازی، ابن ماجہ اندلسی۔ ہرشل یکم، ہرشل دوم، سمٹ کوسکی، راجر لائیک کے مشاہدات و تجربات، ماضی و حال کے تجربات نیز اپنے نتائج کی روشنی میں آپ نے نہایت قوت کے ساتھ اس پیش گوئی کا رد فرمایا۔ اور الحمد للہ پیشگوئی ماطل ہوئی اور امام احمد رضا نے جو کچھ کہا وہی حق اور صحیح ثابت ہوا۔ جو آپ کے اخیر میں آپ نے تحریر فرمایا:

۱۵۔ داغ پیدا کرنے کے لئے اقتران کی کیا حاجت ہے۔ سیارے آفتاب کے نزدیک ہمیشہ رہتے اور ہمارے زعم میں اسے ہمیشہ جذب کرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ آفتاب کا گیس مدام اثر ہے اور آتش فشانی سے کوئی وقت خالی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اور وقت ان کا اثر جرم شمس پر متفرق ہوتا ہے جس سے آفتاب متاثر نہیں ہوتا۔ بخلاف قران کے دو یا زائد مل کر موضع واحد پر اثر ڈالتے ہیں اس سے آگ بھڑکتی ہے۔ ایسا ہے تو جب وہ ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے کے فاصلے میں منتشر ہیں اب بھی ان کا اثر آفتاب کے متفرق مواضع پر تنہا ہے نہ مجموعی ایک جگہ پر۔ پھر آفتاب کیوں متاثر ہوگا۔ یہ فاصلہ کہ تھوڑا بچے مرکز شمس سے فلک نیچون تک ہر سیارے کے مرکز پر گزرتے ہوئے خطی کھینچ جائیں تو معلوم ہو کہ سو کروڑ میل سے زائد کا فاصلہ ہے۔ شمس سے نیچون کا بعد زمین کے تیس گھنٹے سے زیادہ ہے۔ اگر نیس ہی رکھیں تو دو ارب اٹھ ہتر کروڑ ستر لاکھ میل ہوا۔ اور اس کے مدار کا قطر پانچ ارب ستاون کروڑ چالیس لاکھ میل اور اس کا محیط ستر ارب اکیاون کروڑ بارہ لاکھ میل سے زائد اور اس کے ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے ایک ارب اٹھائیس کروڑ ۲۳ لاکھ ۴۶ ہزار میل سے زیادہ، ایسے شدید بعید فاصلہ میں پھیلا ہوا انتشار کیا مجموعی قوت کا کام دے گا۔ یہ بھی اس حالت میں ہے کہ ان کے اختلاف عرض کا لحاظ نہ کیا۔ اور اگر ضرر رسانی شمس کے لئے سب کو سب سے قریب تر فلک عطارد پر لا ڈالیں تو بعد عطارد، بعد ارض، و

۱۔ معین بین پرورد شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ) مطبوعہ مجلس رضا لاہور۔

۶۳۸:۱۔ تو شمس سے بعد عطارد ۳۵۹۵۲۳۰۰ میل ہوا تقریباً تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل اور قطر مدار ۱۹۰۲۶۰ سات کروڑ انیس لاکھ میل سے زائد اور محیط ۲۲ کروڑ ۵۸ لاکھ ۹۵ ہزار میل اور ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۵ ہزار ۱۷۳ میل یہ فاصلہ کیا کم ہے۔ بلکہ بالفرض سب دوریاں اٹھا کر سام سیاروں کو خود سطح آفتاب پر لا رکھیں جب بھی یہ فاصلہ دو لاکھ میل ہو گا یعنی ۱۹۹۵۱۳۱۳ اگر قرص شمس کا دائرہ ستائیس لاکھ بائیس ہزار تین سو اکتھ میل ہے۔

۱۶۔ اگر آفتاب کا جسم ایسا ہی کمزور سام ناک ہے کہ اس قدر شدید متفرق زد سرایت کر کے اس موضع واحد پر ہو جاتی ہے تو پچاس ساٹھ یا سترائی یا سو درجے کے فاصلہ پر پھیلے ہوئے ستارے اکثر اوقات گردش شمس رہتے ہیں ان کی مجموعی زد ہمیشہ کیوں نہیں عمل کرتی۔ اگر اتنا فاصلہ مانع ہے تو سیاروں کا مقابلہ کیوں عمل کرتا ہے جب کہ ان میں غایت درجے کا فصل ۱۸۰ درجے ہے خصوصاً سائنسہ منی مقابلہ جیسا یہاں یورنئس کو ہے کہ تحقیقی کسی سے نہیں جس پر خط واحد کا مہمل غدر ہو سکے۔

۱۷۔ بالفرض یہ سب کچھ بھی پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بحیلیوں، ریشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجوں کے لئے بے سرو پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ پچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوتے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی خرافات ہیں۔

پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا دیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا غیا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہوا؟ بیان منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر، اردبہر لئے لئے، اپدی اکتفا کریں۔

الکلمۃ المہمۃ جسے ہندوستان کے مشہور فاضل داہل قلم علامہ شبیر احمد خاں غوری علی گڑھ نے عہد حاضر کا تہافت الفلاسفہ لکھا ہے۔ اس میں فلسفہ کے وہ مسائل جو صدیوں سے مسلم اور ناقابل تردید سمجھے جا رہے تھے۔ آپ نے اپنی خداداد عبقریت سے ان کے پرچھے اڑا دئے۔ مولف شمس باز غلام محمود پنپوری کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

”متفلسف جو پنپوری نے اپنی ظلمت نازغہ مسکئی ظلمت شمس باز غلام کی فصل حیز میں کہا۔ وُجُودُ الْجِسْمِ

ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ایضاً۔

مضمون ماہنامہ معارف اعظم گڑھ سندھ دی ۱۹۹۱ء۔

بِدُونِ مَنَاجِلٍ وَإِنْ كَانَ غَيْرُ مُصْبِحٍ لِّكُنْ نَبِيَّةً أُنْفَعِلَ إِلَى جَمِيعِ الْأَحْيَاءِ  
 عَلَى السَّوَاءِ فَلَا يُتَكَبَّرُ تَفْسِيرُ الْعَزِيزِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَكُنْ بِطَبِيعَةِ الْجُمْ خُصْرِيَّةً مَعْنَى  
 دیکھو کیا صاف کہا کہ خالق کو قدرت نہیں کہ جسم کو کسی خاص چیز میں پیدا کر کے جب تک  
 طبیعت ہی کو اس چیز سے کوئی خصوصیت نہ ہو۔ کَذَٰلِكَ يَلْبِغُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارًا  
 امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی عدیم النظیر تحقیقات و تدقیقات کا بنظرِ غا  
 مطالعہ کیا جائے تو بلاشبہ ہر انصاف پسند انسان آپ کی عبقریت کا قائل ہو جائے گا اور کھلے دل  
 آپ کو ایشیاء کا عظیم محقق و قرار دے گا۔ اور شرق سے غرب نیز ماضی سے حال تک کے اربابِ علم و دان  
 اور جامع صفات علماء و افاضل کی بزمِ حکمت و دانائی میں حضرت فاضل بریلوی ایک ممتاز اور نمایا  
 ترین مقام کے حامل نظر آئیں گے جن کی ذات ایسی متنوع اور متعدد الجہات ہے کہ ہر فن کے طالب  
 کو اس کی تسکینِ قلب کا سامان میسر آجاتا ہے۔ اور فکر و نظر نیز قلب و روح سب اس آبِ حیوان سے  
 سیراب اور شاد کام واپس پلٹتے ہیں۔

# سفرِ آخرت کے ایمان اور جزو مناظر

ہر شخص کی زندگی کا آخری دو عموماً علالت اور ضعف و ناتوانی کا ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے پابندِ صوم و صلوٰۃ حضرات بھی سُستی و کاہلی کا شکار ہو کر نوافل کی ادائیگی کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں یا کم از کم پابندی اوقات میں ضرور فرق آجاتا ہے۔ مگر مقربینِ بارگاہِ خداوندی ایسے عالم میں بھی اتباعِ شرع و تقویٰ کا اتنا ہی خیال رکھتے ہیں جتنا اپنی صحت و تندرستی اور طاقت کے زمانے میں التزام کیا کرتے تھے۔

عاشقِ رسول حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا یہ حال تھا کہ نماز پنجگانہ اپنی پوری پابندی اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرماتے اس سے ذرہ برابر تساہل نہ برتتے۔ ذوق و شوقِ حضوری رب کا وہی عالم ہمیشہ ہوتا جس کا مشابہہ حاضرین و معتقدین اس سے پہلے کیا کرتے تھے۔ قلب خشیتِ الہی سے کانپ کانپ اٹھتا تھا۔ اور فرماتے اگر مجھ گنہگار کو غفور رحیم بخش دے تو یہ اس کا فضل ہے اور نہ بخشنے تو عادل و مقسط اور قادر و قیوم کا عدل ہے۔ بس اس کی رحمت و غفران کا ہستارا ہے۔

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کا رمضان شریف میں وجوں میں پڑا۔ ضعف و نقاہت کے سبب روزہ رکھنا مشکل اور استطاعت سے باہر تھا۔ اس عالم میں شرعی رخصت بھی تھی۔ مگر اتباعِ شریعت کا یہ حال تھا کہ آپ نے اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے عریضت ہی پر عمل فرمایا اور خود ہی صورت نکالی کہ کوہِ بھوالی ضلعِ ننئی ٹال میں چوں کہ اس وقت بھی سردی ہے اور وہاں جا کر روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے بوجہ استطاعت میرے اوپر روزہ فرض ہے۔ اور وہاں جا کر آپ نے روزے رکھ کر رمضان شریف کے ایام گزارے۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو آپ نے خدا اپنے قلم سے اپنی تاریخِ وصال اس آیت کریمہ سے نکالی۔

و بَطَّيْتُ عَلَيْهِمْ مَانِيَةً مِنْ فَتْنَةٍ وَاكْثَرُ

۱۴ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ کو وطن مالون بریلی حاضر ہوئے۔ اجاب واعزہ اور خلفاء و تلامذہ کی آمد و رفت شروع ہوئی اور عبادت بیعت کیلئے ہر طرف سے علماء و مشائخ کرام اور مسلمانوں کے قافلے اترنے لگے۔ اپنی مجلس میں اکثر اوقات آپ مواعظ و نصائح فرماتے۔ پوری مجلس پر تضرع و خشیت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ روتے روتے کتنوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت فرماتے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہمہ وقت حسن خاتمہ کی دعا کرتے۔

عارفوں اور بزرگوں کی نظر بھی کیا ہوتی ہے حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری لکھتے ہیں۔  
 میرے والد ماجد (حضرت مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری) فرماتے تھے کہ امام احمد رضا بریلوی اور شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں صاحب (کچھو چھو) کو بوقت ملاقات ایک دوسرے کی خدمت بوسی فرماتے دیکھا۔ حضرت اشرفی میاں صاحب نے میرے والد ماجد کو اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو تین ماہ قبل بتا دیا تھا کہ اب وقت وصال قریب ہے جو کچھ لینا ہے حاصل کرو۔ چنانچہ میرے والد ماجد وصال سے کئی ماہ قبل بریلی تشریف لے گئے اور وقت وصال تک وہیں رہے یہ

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب جوان اوقات میں حضرت فاضل بریلوی کی خدمت گزاری میں لگے رہتے تھے انہوں نے اس وقت کی بہت ساری تفصیلات کو "وصایا" میں جمع کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز فاضل بریلوی قدس سرہ نے لوگوں کو بلا کر دین و ایمان کی حفاظت اور اتباع شریعت کی ترغیب و تشویق دلائی اور بد مذہبوں سے اجتناب کی سخت تاکید فرمائی۔ اسی مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے۔ ان سے تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے یہ کہتے ہیں۔ یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن رہو۔ وہ نور یہ ہے۔

اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم، اور ان کے دوستوں کی خدمت و تکریم اور ان کے دشمنوں سے اجتناب و عداوت جس سے اللہ و رسول کی ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا چاہے کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو اس سے فوراً جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معلم

کیونکہ ہوا اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ (مفتیس)

جب وقت وصال تسریب آیا تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں جتنی تصاویر (کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ) ہیں سب باہر کر دو۔ اپنے فرزند اکبر حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں سے کہا وضو کر کے مسترآن حکیم لاؤ۔ ابھی وہ حاضر نہ ہو سکے کہ خلف اصغر (مفتی مصطفیٰ رضا خاں) سے فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ سورۃ یس شریف اور سورۃ رعد شریف کی تلاوت کر دو۔ حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔

اپنے متعلقین کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

① شروع نزع کے تسریب کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔ جنب یا حائض نہ آنے پائے۔ کتا مکان میں نہ آئے۔

② سورۃ یس، سورۃ رعد باواز بلند پڑھی جائیں۔ کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر باواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے۔ کوئی رونے والا کچھ مکان میں نہ آئے۔

③ بعد قبض فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہہ کر۔ نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دئے جائیں۔ پھر اصلاً کوئی نہ روئے۔ وقت نزع میسر اور اپنے لئے دعائے خیر مانگتے رہو۔ کوئی کلمہ بُرا زبان سے نہ نکلے، کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

④ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

⑤ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔ جنازہ کے آگے اگر پڑھیں تو

تم پہ کروں درود اور ذریعہ قادریہ

⑥ خبہ سردار! کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے نہ ہی قبر پر۔

⑦ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں۔ پیچھے زم مٹی کا پشتارہ لگادیں۔

⑧ جب تک قبر تیار ہو۔ سُبْحَنَ اللہِ وَ الْعُزْدَةُ لَهُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللہُ وَ اللہُ اَکْبَرُ۔

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ عُيُودَهُ هَذَا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ بِعَبَاہِ نَبِيِّكَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

پڑھتے رہیں۔ اتنا ج قبر پر نہ لے جائیں۔ یہیں تقسیم کر دیں وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی۔

⑨ بعد تیاری قبر سر ہانے اَلَمْ تَمْنَحُوْنَ۔ پائنتیں اَمَنْ الرَّسُوْلُ تا آخر سورۃ پڑھیں اور

سات بار باواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں۔ پھر سب واپس آئیں۔ اور معلق میرے مواجہ میں کھڑے ہو کر

تین ہار تعلقیں کریں پیچھے ہٹ ہٹ کر۔ پھر اعزاز، اجتناب چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہ میں درود شریف

ایسی آواز میں پڑھتے رہیں کہ میں سنوں۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں۔ اور اگر تکلیف

گوارہ ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پیرے کے ساتھ دو غریب یا دوست مواجہ میں قرآن مجید درود شریف

ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نے مکان سے دل لگ جائے۔

⑩ کفن پر کوئی دو شالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو۔ کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

⑪ ساتھ کے کھانے سے انہیاد کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقرا کو دیں۔ اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری

کے ساتھ نہ کہ جھوک کر غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

۱۲ بج کر ۲۱ منٹ بروز جمعہ المبارک ۲۵ صفر ۱۴۲۰ھ وصال سے دو گھنٹہ، ۱۱ منٹ پیشتر

شیخ الاسلام والمسلمین، امام الہدیٰ عبدالمصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمۃ

نے یہ وصایا قلم بند کرائے اور آخر میں اپنا دستخط فرماتے ہوئے لکھا۔

”بیت خود بحالت صحت و حواس۔ واللہ شہید۔ ولہ العمد و صلی اللہ تعالیٰ و

بارک و ستم علی شیع المذنبین و آلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ

و حزبہ الی ابد الابدین۔ آمین و الحمد للہ رب العالمین۔

سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے وہ آپ نے معمول سے زائد پڑھیں۔ جمعہ

کا مقدس دن تھا و بج کر ۳۸ منٹ پر مؤذن نے اذان دی اس نے حی علی الفلاح کی آواز

دی۔ ادھر آپ نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اچانک چہرہ پر ایک لمحہ نور چمکا

اور روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی رَاجِمُوْنَ

اور قتیل تیغ ابرو سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغ عالم کی محدود فتنہ سے نکل کر

سے سے ایضاً۔

لے جاتا ہے وصایا شریف مطبوعہ دہلی۔

marfat.com

Marfat.com

حَظِیرۃُ القَدَس کو اپنا آسٹھیا بنایا۔ جس کی دائمی بہاروں نے محلِ کرا سے خوش آمدید کہا۔  
 رتبہ شہیدِ عشق کا گرجاں جائے قربان جانے والوں کے قربان جائے  
 عید گاہ کے وسیع میدان میں قرب و جوار اور دور دراز کے ہزاروں مسلمانوں نے نماز جنازہ  
 پڑھی۔ حب و محبت سے

کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود  
 طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود  
 اور اس کے بقیہ اشعار نعت خواں راستے بھر پڑھتے رہے۔ خلقِ خدا کا ہجوم اور علماء کرام کا  
 اثر ہام اس قدر تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ خلفاء و تلامذہ اور اصحابِ بیعت و ارادت نے اس آفتابِ  
 شریعت و طریقت اور ماہِ تاب علم و فضل کو جب اپنے سوگوار دل اور لرزتی ہوئی زبان سے اوداع  
 کہا تو زمین کا سینہ اس عارفِ باشرع عاشقِ رسول کے انوار و تجلیات سے چمک اٹھا اور آسمانِ رشک آمیز  
 نگاہوں سے دیکھنے لگا کیسے کیسے انمول خزانے زیرِ زمین دفن ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ عاشقانِ رسول یونہی  
 نوازے جلتے ہیں۔

آج پھوٹے نہ سائیں گے کفن میں آتی  
 کہ شبِ گور ہے اس گل سے ملاقات کی رات

آئندہ سطور میں انتقال کے بعد کے دوائیے واقعات پیش کئے جا رہے ہیں جن کا علم بہت کم  
 لوگوں کو ہے۔ ان دونوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ غیروں کی نظر میں آپ کی کیا حیثیت تھی اور  
 قدرِ نعمت بعد زوالِ نعمت کا انہیں کتنا احساس تھا۔ حضرت مولانا مولوی صیب رضا خاں لکھتے ہیں۔  
 (۱) اس کے راوی سید مدنی میاں صاحب مرحوم ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ وصال میں مراد آباد میں  
 ہیڈ کانسٹبل تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کا تاریخ صاحب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب کے نام مراد آباد  
 پہنچا تو آپ نے فوراً طلبہ کے ایک گروہ کو مامور کیا کہ وہ شہر میں اعلان کر دے: اعلیٰ حضرت قدس سرہ  
 نے آج نماز جمعہ کے بعد وصال فرمایا۔ کمل دفن ہوں گے جو صاحب شریک ہونا چاہیں وہ بریلی چلیں۔

طلبہ کا یہ گروہ جب اعلان کرتا ہوا شاہی مسجد مراد آباد کے قریب پہنچا تو نماز مغرب ہو چکی تھی۔  
 سید صاحب کا ارشاد ہے کہ میں تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور قریب ہی ایک صاحب جو عقیدہ سخت دہائی اور



مدرسہ میں صدر مدرس تھے، اپنے معتقدین میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اعلان کی آواز سن کر انہوں نے ایک طالب علم سے کہا کہ دیکھو بازار میں کیا اعلان ہو رہا ہے۔ طالب علم گیا اور واپس آکر اس نے خوشی کے لب و لہجہ میں کہا: خاں صاحب بریلوی ختم ہو گئے۔

اس پر وہ دہلی مولوی برافروختہ ہو گئے انہوں نے کہا: یہ مسلمانوں کے خوش ہونے کی بات ہے یا خون کے آنسو رونے کی بات ہے۔ مولانا احمد رضا سے مخالفت ہماری اپنی جگہ ہے مگر ہمیں ان کی ذات پر بڑا ناز تھا غیر مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ

”دنیا بھر کے علوم اگر ایک ذات میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ دیکھ لو! ہم میں ایک ایسی شخصیت مولوی احمد رضا خاں کی موجود ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی ہے۔ ہائے افسوس! کہ آج ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ فخر بھی ختم ہو گیا!“

(۲) مولوی اشرف علی تھانوی کو بریلی سے ان کے کسی مرید نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے وصال پر مسرت کا تار دیا۔ تار کا مضمون خود راوی صاحب نے پڑھ کر سنایا تو انہوں نے اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حاضرین میں سے ایک نے مولوی اشرف علی صاحب سے کہا کہ انہوں نے آپ کی تکفیر کی اور آپ ان کی موت پر اللہ انہو پڑھتے ہیں؟

مولوی اشرف علی نے جواب دیا کہ وہ عشق رسول مقبول میں ڈوبے ہوئے تھے اور بڑے عالم تھے۔ انہوں نے جو کچھ میری نسبت لکھا وہ اپنی جگہ صحیح تھا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ ہوتے۔ اور میری عبارت کا جو مطلب انہوں نے سمجھا اور اس کی بنا پر میری تکفیر کی۔ اگر ان کے قلم سے یہ الفاظ سرزد ہوتے تو میں بھی اس مطلب کی بنا پر جو انہوں نے سمجھا ان کی تکفیر ہی کرتا۔

خورشید علی خاں ایس۔ ڈی۔ او۔ وہاں موجود تھے اور انہیں نے تار پڑھا تھا۔ اور انہیں نے میرے عزیز ترین برادر جلیل القدر فاضل مولوی سردار علی خاں مرحوم سے یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ جب وہ بریلی میں ایس۔ ڈی۔ او ہو کر آئے تھے مرحوم سے ان کے گہرے تعلقات ہو گئے تھے۔

مجھے تو مخالفین کی ایک عظیم ترین شخصیت کی ایک بات متعدد بیانات سے یاد ہے کہ

”مولوی احمد رضا خاں کے قلم اور مولوی ہدایت رسول خاں صاحب (لکھنوی) کی زبان کا ہمارے

ایک ایسا واقعہ بھی نذر قارئین ہے جس سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی قدر و قیمت کا ایک حد تک صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اور عاشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام عشق پر قلب و نگاہ دونوں کو رشک آتا ہے۔

نواب وحید احمد خاں وکیل سکھر پاکستان رقم طراز ہیں۔

”جب میں الز آباد ہائیکورٹ میں وکالت کرتا تھا تو علی گڑھ کے ایک متمول بیرسٹر بھی میرے بنگلہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ وہ علی گڑھ سے الز آباد وکالت کرنے آئے تھے۔ ان کا نام خواجہ عبد المجید تھا بڑے پکے کانگریسی تھے اور عقائد میں مذہب۔

ایک روز اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے وہ عالم تو زیر دست تھے مگر توہم پرست اور کانگریس کے خلاف۔ توہم پرست تو یوں کہ میں نے مہدی میاں رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ برکاتہ مارہرہ شریف کے قدم چومتے ان کو دیکھا۔ بھلا اتنا بڑا عالم اور ایک دنیا دار آدمی کے قدم چومے۔ یہ توہم پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور چوں کہ وہ کانگریس کے خلاف تھے اس لئے میں ان کو برا بھلا کہتا ہوں۔

واقعہ انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ حکیم اجمل خاں مرحوم (دہلوی) کے پاس ایک شامی بزرگ آئے۔ بیرسٹر (خواجہ عبد المجید) صاحب بھی چوں کہ پکے کانگریسی تھے اس لئے حکیم اجمل خاں مرحوم کے ساتھ بہت بہتے تھے۔ شامی بزرگ کی اکثر کرامتیں مشاہدہ میں آتی رہتی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز حکیم صاحب کسی دولت مند کا علاج کرنے باہر کسی شہر کو جا رہے تھے۔ شامی صاحب نے دریافت کیا کہ کہاں کی تیاری ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ فلاں شخص کا علاج کرنے فلاں شہر جا رہا ہوں۔ شامی صاحب نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حکیم صاحب نے بخوشی منظور کر لیا۔ بیرسٹر صاحب بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہنچ کر حکیم صاحب نے مریض کی نبض دیکھی اور نسخہ تجویز کر دیا۔ شامی صاحب کے دریافت کرنے پر حکیم صاحب نے کہا کہ اس کو کوئی خاص مرض نہیں ہے۔ دو چار دن میں انشاء اللہ نقالی درست ہو جائے گا۔

شامی صاحب نے مسکرا کر کہا کہ حکیم صاحب آپ اس مریض کا علاج نہ کریں۔ کیوں کہ یہ پرسوں مر جائے گا اور آپ کی بدنامی ہوگی حکیم صاحب متحیر ہو کر کہنے لگے کہ شامی صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں مریض تو بالکل اچھا ہے۔ شامی صاحب نے فرمایا: آپ کو اختیار ہے مگر اس کی زندگی کا چراغ پرسوں گل ہو جائے گا۔

بیرسٹر صاحب بھی اس گفتگو میں شریک تھے۔ اور حکیم صاحب کو انہوں نے مشورہ دیا کہ پرسوں تک یہاں ہی قیام کیا جائے۔ چنانچہ تیسرے روز (۲۵) مر گیا۔ سب کو تعجب ہو گیا۔ شامی صاحب تو پہلے ہی دن وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔

بیرسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس دن سے میں شامی صاحب کی بزرگی کا قائل ہو گیا۔ شامی صاحب ہم سے دور دور رہنے لگے اور بہت ہی کم ملاقات کرتے۔

ایک دن کانگریس کے مخالفین کا ذکر پھرا۔ بیرسٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ فوراً شامی صاحب نے روک دیا اور کہا کہ خیر۔ دار اس شخص کو برا نہ کہنا۔ تم اس کا مرتبہ کیا جانو؟ (یہ واقعہ ۱۹۲۲ء کا ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کو تین سال ہو چکے تھے) بیرسٹر صاحب نے اصرار کیا کہ مفصل ارشاد فرمایا جائے۔ شامی صاحب پہلے تو انکار کرتے رہے اور صرف یہی کہتے رہے کہ ”دیکھو اس شخص کو کبھی برامت کہنا“

جب بیرسٹر صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمانے لگے۔

”بھائی! ان آنکھوں نے وہ واقعہ دیکھ لیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اور اگر بیان کروں گا تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے“

بیرسٹر صاحب نے کہا آپ کی روحانیت کا سکہ ہمارے دل پر بیٹھ گیا ہے۔ ہم کبھی آپ کو دروغ گو خیال نہیں کر سکتے اور جو کچھ منہ مائیں گے بدل و جان منظور کر لیں گے۔

شامی صاحب نے فرمایا اگر تم روحانیت کے قائل ہو تو بوسنو!

”میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار مقدس میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کو حاضر پایا۔ مولوی احمد رضا خاں بھی حاضر تھے۔

حضور اکرم و انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ”احمد رضا وعظ کھو“

شامی صاحب نے فرمایا بتاؤ اس شخص کے مرتبہ کا کوئی تھکانہ ہے اب بھی اس کو برا کہو گے؟

بارگاہ مصطفیٰ علیہ النجۃ والشاد میں یہ مقبولیت یقیناً ایک ایسا انعامِ عشق ہے جسے رب

کائنات کا فضل و احسان ہی کہا جاسکتا ہے۔

وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

# ”وصایا شریف“

## پراعتراضات کے جوابات

محمدؐ و اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماتے وقت مسلمانان اہل سنت کے لئے بہت سی روح پرور اجاں نواز اور ایمان افروز وصیتیں فرمائی تھیں جنہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے برادر زادہ مولانا حسنین رضا خاں ابن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہما نے قلم بند فرما کر شائع کیا تھا۔ اور نصف صدی پیشتر سے لے کر آج تک کروڑوں اسلامیان ہند و پاک اس مجسموعۂ ہدایت کو اپنے لئے ایک انمول دستور العمل سمجھتے رہے ہیں کیوں کہ اس کے سارے مشتملات کتاب و سنت و اقوال علمائے امت کے عین مطابق اور ان کے شارح و ترجمان ہیں۔

لیکن بعض عاقبت نااندیش علمائے دیوبند جو بارگاہِ خدا و رسول میں اپنی اور اپنے بزرگوں کی توہین آمیز عبارتوں کے جوابات سے عاجزی کی خجالت دور کرنے کے لئے علماء اہل سنت کی کتابوں میں غلطیاں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور کچھ نہیں ملتا تو زبردستی غلطی بنا کر عوام میں اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اس کتابچے کے ساتھ بھی ان کی وہی مذموم حرکت ہوئی اور دو تین جگہ اعتراضات جڑ دئے جن کا اس مضمون میں ایسا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے کہ اگر شرم و حیا اور دیانت کا ذرا سا بھی حصہ دل میں ہو تو پھر سر نہ اٹھائیں۔ اور یہ کوئی پہلا جواب نہیں۔ قہرِ خداوندی، برقی خداوندی اور العذاب الشدید وغیرہ میں بار بار جواب دیا گیا۔ اور ادھر شہادۃ میں تائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ نے اپنی لاجواب کتاب تحقیقات میں نہایت تفصیل کے ساتھ علمائے دیوبند کے دسیوں باطل اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اور حق کو آفتاب نصف النہار کی طرح واضح اور روشن و منور کر دیا ہے۔

اب آپ علی الترتیب وصلاً پر اعتراض اور اس کا تحقیقی والزامی جواب ملاحظہ فرماتے چلیں۔  
 (۱) وصایا شریف میں ہے ————— رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے  
 رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر  
 مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ الشر توفیق دے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے میرا دین و مذہب کہہ کر یہ ظاہر  
 کیا کہ انہوں نے کوئی نیا دین قائم کیا ہے۔ اور اتباع شریعت کے لئے تو یہ وصیت کی کہ ”جہاں تک ہو سکے“  
 اتباع شریعت نہ چھوڑو اور اپنے دین و مذہب کو اتنا بڑھا دیا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کو  
 ہر فرض سے اہم فرض بتایا۔

**جواب :-** یہ اعتراض محض جہالت یا عناد کی پیداوار ہے۔ اصطلاحاً علی احکام کو شریعت  
 کہا جاتا ہے اور اعتقادات کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عوام و خواص بھی جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ  
 بقدر طاقت ہیں۔ قرآن فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اَلَّا وُسْعَهَا مَكْرُوهَاتٍ دِیْنِیْہِہٖ  
 ایمان ہر وقت ضروری ہے۔ اس میں حتی الامکان کی شرط نہیں۔ اَلَّا مِنْ اَكْبَرٰہٗ۔ وَقَلْبُہٗ مُلْمِنٌ  
 بِالْاِیْمَانِ۔ اس جواب سے ظاہر ہو گیا کہ اتباع شریعت کے ساتھ حتی الامکان کی قید نص قرآنی  
 کے مطابق ہے اور دین و ایمان پر قائم رہنے کی مذکورہ تاکید اور اس کا ہر فرض سے اہم فرض ہونا بھی  
 قرآن و حدیث کی ہدایت کے بالکل مطابق ہے۔

رہا یہ دوسو سو کہ میرا دین و مذہب سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی الگ دین قائم کیا تو یہ صرف  
 عناد اور ضد و نفسانیت کا نتیجہ ہے ————— ظاہر ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ مسلمان تھے اگر  
 کوئی مسلمان میرا دین و مذہب بولے تو ہر شخص سمجھ لے گا کہ وہ اسلام ہی کو اپنا دین و مذہب کہہ رہا ہے۔  
 مسلمانوں کے محاورات اور علمائے اسلام کی کتابوں میں اس کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اور کبھی کسی کو  
 یہ خدشہ نہیں گزرتا کہ جس مسلمان نے اسلام کہنے کے بجائے میرا دین و مذہب کہا اس نے کوئی الگ  
 دین قائم کر رکھا ہے۔ اس قسم کا دوسو سو صرف دیوبندی ذہن کی خصوصیت ہے اور وہ بھی علمائے حق  
 کے ارشادات میں۔ ورنہ آگے آپ مدظلہ سہ ماہیں گئے کہ خود علمائے دیوبند نے کیسی کیسی عداوتیں  
 مکران کے ماننے والوں کو وہ سب کی سب بے غبار نظر آتی ہیں۔



حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ یہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

(ص، اجلہ دوم مکتبہ عاشقہ قیصر گنج روڈ، میرٹھ)

غور کریں یہ نہ فرمایا کہ ”رشید احمد کی زبان سے جو نکلتا ہے حق ہوتا ہے“۔ اتنا بھی نہیں کہ ”حق وہ ہے جو میری زبان سے نکلے“۔ یوں فرمایا کہ ”حق وہی ہے“ جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ گویا کوئی آیت قرآنی ہو یا حدیث نبوی یا صحابہ و ائمہ اور ساری دنیا کے معتمد علماء کے ارشادات، یا خود علماء دیوبند کے اقوال، جو بھی آنجناب کی زبان سے نہیں نکلتا وہ حق نہیں۔

مزید ملاحظہ ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے تو اپنے فسرزندوں کو اتباع شریعت کا حکم دیا تھا مگر آنجناب تو خود اپنی اتباع کی دعوت دے رہے ہیں اور اتنے ہی پر بس نہیں فرماتے کہ ہدایت و نجات موقوف ہے۔ میری اتباع پر۔“

② دیوبندی شیخ اہلبند محمود الحسن صاحب ان ہی گنگوہی صاحب کی شان میں عرض کرتے ہیں۔

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جاگہ ہو اگر  
وہ میرزا ب ہدایت تھے، کہیں کیا نص قرآنی

③ دیوبندی حکیم الامت و جامع المجددین کے بایں میں مولانا عاشق الہی میرٹھی کس یقین و اذعان کے ساتھ لکھتے ہیں:

وَاللّٰهُ الْعَظِیْمُ مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔  
(تذکرۃ الرشید اول ص ۱۱۳ مکتبہ عاشقہ میرٹھ)

④ مولانا خلیل احمد انیسٹروی کی ”تحریر“ کے بارے میں یہ رائے گرامی، بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

... مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ ان کے فیضانِ مسلمانوں

اور طالبانِ ہدایت پر سدا قائم رہیں۔ واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے۔

اور ان سب کو مذہب قرار دیا جائے اور یہی عقیدہ ہے ہمارا اور ہمارے مشائخ کا۔

اور میں ہوں بندۂ ارذل محمد بن افضل یعنی مہول عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ ص ۵۔

ماضی، شرفین ترجمۃ المہند مطبع قاضی دیوبند

marfat.com

Marfat.com



(۵) ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ کی ایک مجلس شیخ زکریا سہارنپور کے ملفوظات میں مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے لکھا ہے (اس مجلس میں مولانا منظور نعمانی اور مولانا ابوالحسن ندوی بھی شریک تھے)

ارشاد فرمایا: مولوی منفعت علی صاحب جو میسر ابا جان (محمد یحییٰ کاندھلوی)

کے شاگرد تھے، بعد میں حضرت تھانوی صاحب سے ان کا تعلق ہو گیا تھا انہوں نے مجھے ایک

خط لکھا کہ تیری لیگ و کانگریس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ

میں سیاسی آدمی نہیں ہوں البتہ اپنے دونوں بزرگوں حضرت تھانوی ————— و

حضرت مدنی کو آفتاب و ماہتاب سمجھتا ہوں۔ ان دونوں میں جس کا اتباع کرو مفید ہوگا۔

ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا، اس کو

مضبوطی سے تمام لوہ ————— اب رشید و قاسم پیدا ہونے سے رہے ہیں ان کے

اتباع میں لگ جاؤ ————— ص ۱۲۶۔ صحیحۃً باادبیار مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ۔

بار اول ۱۳۹۲ھ، ۱۹۰۲ء مجلس معارف۔ سرکیس سورت۔ گجرات۔

خط کشیدہ الفاظ کو بار بار پڑھئے۔ یہاں تو صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ حضرت گنگوہی و حضرت

نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تمام لوہ ————— اپنی آنکھوں کا شہسیر نظر نہیں آتا

دوسرے کی آنکھوں میں تنکا تلاش کرتے پھرتے ہیں

تم بھلا بیچ نکالو گے مری قسمت کے

اپنی زلفوں کے قول تم سے نکالے نہ گئے

(۲)

و نسیا کے اندر امام احمد رضا قدس سرہ کے مختصر حالات میں ہے: ————— زہد و تقویٰ

یہ عام تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو مدد

کر صیہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اہم ہیں ۛ

س عبارت میں تحریف کر کے دہانی کاتب نے "لطف آگیا" کی جگہ "شوق کم ہو گیا" بنا دیا۔

س تحریف پر آگاہی کے بعد مرتب و صایا کی طرف سے عفا کی وجوہ کے باوجود ابھی تک ہنگامہ مچا رہا ہے۔

قبر خداوندی مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ء ص ۶ پر ہے :

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب (مرتب و صایا) سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس نغمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک دہائی تھا اس کی دہا بیت ہم ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح شائع ہو گیا۔ اصل عبارت یہ تھی . . . . . (وہی جوابتہاء درج کی گئی)

اس عبارت کو اس دہائی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا۔ مگر چوں کہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا (عد و شود بی غیر کہ خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے ۳۲ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھیں۔ طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔ یہ ہے علماء اہل سنت کا اخلاص اور خوف خدا کہ ذرا سی غفلت سے بھی توبہ شائع کر رہے ہیں۔ مخالفین تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے خدا و رسول کی بارگاہوں میں کی ہوئی اپنی اپا متوں سے توبہ شائع کی چاہئے تھی مگر انہوں نے اسے غار مجھ کر نار کو تر جیح دی۔ — اور اہل سنت کے خلاف ان کی صفائی بروج کے بعد بھی داویلا پچاتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔

کتابت میں غلطی یا دیدہ دانستہ تحریف کوئی نادر چیز نہیں۔ صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین حب مراد آبادی قدس سرہ کی تفسیر خزان العرفان کو کثر الا بیان کے ساتھ تاج کبھی لاہور نے شائع کیا تو اس میں جو بیس جگہ دہائی کاتب نے تحریف کی — بہار شریعت از صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ مطبوعہ اشاعت الاسلام دہلی میں تو کتابت کی بے شمار غلطیاں نظر آئیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب کی ایضاح الادلہ مطبوعہ رحیمہ دیوبند کے صفحہ ۳۹

ہے۔ "فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ و الی الرسول و اولوالامر منکم۔"

آیت تو یہ ہے۔ "فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ و الی الرسول ان کنتم تؤمنون

بائشہ و الیوم الآخر، مگر شیخ الہند کی مذکورہ آیت قرآن حکیم کے تیس پاروں میں کہیں نہ ملے گی اور لطف یہ ہے کہ آخری ٹکڑا نام دانستہ نہیں ہے بلکہ اُسی "الی اولوالامر منکم" سے انہوں نے اپنے مطلب کا اثبات کیا ہے۔

دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی کتاب "الشہاب الثاقب" کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کے صفحہ ۹۷ پر ہے۔

"رجال زمانہ حضرت شمس العلماء العالمین و بدر الفضلاء الکاملین (تمام) مولانا الحافظ المولوی اشرف علی حقانی صاحب پرہمت لکائی"

فَاعْتَصِرُوا يَا أُولَى الْأَبْصَارِ

(۳)

وصایا شریف میں فاتحہ کے سلسلے میں ہے: ————— اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ ————— دودھ کا برون خانہ ساز اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا شامی کباب۔ پرائٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ ارد کی پھریری۔ دال مع ادروک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برون ————— اگر روزانہ ایک چپس نہ ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

ہر شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ بعد وصال ان اشیاء پر فاتحہ دلانے کا مقصد صرف فقراء کی غمگساری و ہمدردی ہے کہ زندگی میں تو خود ان کی خبر گیری و دستگیری فرماتے رہے بعد انتقال کے یہ انتظام فرماتے کیوں کہ مذکورہ وصیت سے پہلے والی وصیت میں صراحتاً آپ فرما چکے ہیں کہ:

(۱۱) فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر دار کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَ رَحْمَتَ الْمَسْکِیْنِ۔ اے اللہ میں نیکیاں کرنے پر آمنا ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

"چنانچہ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ ————— کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لئے آئے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں۔ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے پھر تو ان صاحب کے عقد کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مار رہا ہے۔ اور فوراً اٹھ کر چلے گئے پھر کبھی نہ آئے۔ ————— خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا میں بھی ایسے مشکبر مغرور سے ملنا نہیں چاہتا۔

(ص ۴۰۰۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ کراچی)

اس طرح کے بہت سے قیمتی واقعات آپ کی تاریخ حیات سے وابستہ ہیں۔ بعد وفات لذیذ و مرغوب چیزوں پر فاتحہ دے کر فقراء و مساکین کو کھلانے کی یہ وصیت مبارکہ بھی آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی ایک عمدہ مثال ہے کہ اس طرح یہ مفلس و محتاج مسلمان بھی انواع و اقسام کے خوش ذائقہ کھانوں سے شکم سیر ہو کر دعلئے سعادت و غایت دیتے ہوئے جائیں گے۔

یہ پہلو بھی قابل لحاظ ہے کہ آپ کے شہسزادوں کی پرورش محبت فقراء و مساکین کے ماحول میں ہوئی تھی مگر اس کے باوجود ہدایت مندی کے فائدے اچھی چیزوں پر دے کر انہیں ضرورت مندوں اور

مستحقین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ عام لوگوں کی طرح ایسا نہ ہو کہ خود تو اچھے سے اچھا کھائیں اور دوسروں کے لئے معمولی چیزیں پیش کریں۔ یہ شان مسلم اور مومنانہ اخلاق کے قطعاً خلاف ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ بطیب خاطر ممکن ہو تو ایسا کیا جائے اگر عسرت و تنگ دستی یا کوئی رکاوٹ درپیش ہو تو اس پر ہرگز جبر و اکراہ نہیں بلکہ جو میسر آجائے اسی پر فاتحہ دے دیں۔ تاکہ اس کا ثواب پہنچتا رہے۔

اس وصیت کے کسی ایک جملے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ مجھے اپنے اس عالم نزع میں ان کھانوں کی خواہش ہے۔ تم ابھی انہیں ہیا کر دو۔ یا بعد وفات میری قبر میں رکھ دینا۔ یا اے عقیدتمند! تم یہ چیزیں بید مرگ میسر اہل و عیال کے لئے فراہم کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

اپنے اعزاء و اقرباء کے لئے پورے وصایا میں کہیں کوئی ایسی خواہش نہیں ملتی بلکہ دم واپس بھی آپ کو اسلام و ایمان اور مسلمانوں کی بقاء و حرمت، اپنی نجات و مغفرت اور فاتحہ بالخیر ہی کا خیال ہے اور اسی محور پر آپ کی ساری وصیتیں گردش کر رہی ہیں۔ اس کے باوجود علماء دیوبند کی چھ میگوئیاں صدر جمہورت انگینہ اور تعجب خیز ہیں۔ انہیں تو خود اپنے گھر کی خبر لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اندرون خانہ کیا کیا گھٹلائے جا رہے ہیں۔

منہائی کھانے کے لئے ان کے شیخ الاسلام و شیخ الحدیث و صدر جمعیۃ العلماء ہند کا یہ مضحکہ خیز نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حسین احمد مدنی اجمی فرماتے۔ حاجی (بدیع الدین) صاحب آپ منہائی کیوں نہیں لائے؟ تو میں عرض کرتا کہ حضور میسر پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے پھر کیا عتاب جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی منہائی منگائی جاتی اور حصے تقسیم ہوتی۔ اور کبھی کبھی تو حضرت میری شیردانی مذاق سے ہچکین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب منہائی کے واسطے پیسے دو گئے۔ جب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔ حضرت کو بھلا کس بات کی کمی تھی آپ کے پاس ہزاروں من منہائیاں تھیں۔

(ص ۹۵ کالم ۱ شیخ الاسلام نمبر الجمعیت دہلی)

marfat.com

Marfat.com

وقت مرگ مشائخ دیوبند کی یہ پھل ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی۔ حضرت (حسین احمد مدنی) نے بھی آخر وقت میں سرد سے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔

اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور مولانا شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہ کئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا۔ انہوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا چوں کہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب، مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہیں ہوا۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے؟ مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کی انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا جی ہاں! تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے۔

اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا۔ (ص ۱۱۳، کلام ۲، ۲، شیخ الاسلام نمبر الجمعۃ دہلی)

دیوبندی قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی کی عادت حلوا خوری ملاحظہ ہو:

ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوایے۔ فرمایا کیا ہوگا دانت بنو اگر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی۔ اب تو دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے۔ نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے۔

(ص ۲۳، افاضات الیومیہ جلد دوم)

تھانوی صاحب مرتے وقت اپنی اہلیہ صاحبہ کے لئے مریدوں اور عیادت مندوں کو وصیت کرتے گئے کہ: میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو۔ وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر

لے خربوزے کے قبل کا ایک مینٹا پھل۔

اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے ان کو تکلیف نہ ہوگی۔ (تنبیہات وصیت ص ۲)

مہمانوں کے ساتھ تھانوی صاحب کی بدحشمتی دیکھتے چلیں جس میں ان کی زندگی کا معمول ابھی طرح جھلکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

میرے یہاں اگر کوئی مہمان آتا ہے تو میں سادہ اور معمولی کھانا مہمان کے ساتھ کھاتا ہوں۔ اگر مہمان نہیں ہوتا تو معمول کے علاوہ کچھ ایسی غذا بھی کھاتا ہوں جس سے قوت حاصل ہو۔ مثلاً دودھ یا حلوا وغیرہ۔ (ص ۷۱۔ افاضات الیومیہ جلد ۷)

بلکہ نذرانے بھیجے کا بھی کاروبار کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

بعض چیز تو خیر ایسی ہوتی ہے کہ آتے ہی کام میں آجاتی ہے۔ لیکن بعض چیز ایسی آتی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے کہ آخر اس کو کیا کروں۔ یا کسی کو دیدی۔ یا اگر بخل کا غلبہ ہو تو سوچا کہ اجی مفت کسی کو کیوں دوں؟ لاؤنیچو جی۔ چنانچہ بیچ کر دام کھڑے کر لئے۔

(ص ۵۔ اشرف المعولات تھانوی)

کوئی غریب دعوت دے دیتا تو اس کی جان پر بن آتی تھی۔ استقام شکر پروری کی اس سے بدترین مثال شاید کہیں اور نہ ملے۔ تھانوی صاحب خود ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک شخص نے میری اور ان کی دعوت کی..... اس پہلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں۔ جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں۔ اب کیا کھاویں.... کہیں سے روٹی لاؤ۔ کہا روٹی تو نہیں پکائی۔ میں نے کہا ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ۔ بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی۔

کہا روٹی کہاں سے لاؤں۔ میں نے کہا گھر میں نہیں تو محلہ میں تو ہے۔ مانگ کر لاؤ۔ گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا۔ خوب پیٹ کر روٹی کھائی۔

میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خفین تھے۔ کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی۔ میں نے کہا ہماری جو شکم شکنی ہوگی۔ ص ۳۰۰۔ افاضات الیومیہ جلد ۷۔

تھانوی صاحب کی اس بے رحمی کی وجہ یہ تھی کہ بقول ان کے دوسروں کا کھاتے کھاتے مفت خوری کی لت پڑ گئی تھی چنانچہ ان کی زندگی کا سارا نقشہ یہ ہے۔ منسرماتے ہیں۔

میری ساری عمر مفت خوری میں کٹی ہے۔ پہلے تو باپ کی کمائی کھائی بس پتے میں بہت تھوڑے دنوں تنخواہ سے گزارا ہوا۔ پھر اس کے بعد سے پھر وہی سلسلہ مفت خوری کا جاری ہے۔ یعنی مدت سے نذرانوں پر گزر رہے نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نہ کماتا۔

(ص ۲۹۶۔ افاضات ایومیہ جلد اول۔ از تھانوی صاحب)



علامہ دیوبند کو ان کے گھرتک پہنچانے کے بعد آپ پلٹ کر دیکھیں کہ کس مخلص ویسے یا شخصیت کے بارے میں انہوں نے ریشہ دوانیاں اور ہرزہ سرائیاں کی ہیں۔ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قادری کی جلوت کا حال تو ان کی ایک ہزار تصانیف کے صفحات پر آفتاب و ماہتاب کی طرح جلیہ گستر اور ضوئیاں ہے۔ جلوت کی دنیا میں بھی عشق و اخلاص کی وہی روشنی اور جگمگاہٹ ہے۔ امام اہل سنت کے سامنے ایک خصوصی نشست میں گائے کا گوشت کھاتے اور اس کے مضر ہونے کا ذکر آیا۔ اس پر فرمایا۔

وہ قطعاً حلال ہے اور نہایت غریب پر در گوشت ہے اور بعض امراض میں گوشت بُز سے نافع تر ہے۔ بہتر سے گوشت کے ثوفین اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں۔ اور اس کی مشہد بانی کا ذکر تو خاص قرآن عظیم میں ارشاد ہے۔۔۔ ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گوشت تناول فرماتا ثابت نہیں اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔ ایک صاحب نے میری دعوت کی۔ باصرار سے گئے۔ ان دنوں سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے۔ ان کی بھی دعوت تھی میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کا کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ اور یہ ہی کھاتا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں اور یہاں کوئی اور چیز موجود نہیں۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا یہ میری عادت نہیں۔۔۔ وہی پوریاں کباب کھائے۔ اسی دن سوڑھوں میں درم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قرابت بنیہ



بھی میسر نہ تھی۔۔۔۔۔ سنتیں بھی کسی کی اقتدا کر کے ادا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قرأت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔۔۔۔۔ بخار بہت شدید تھا۔ اور کان کے پیچھے گلٹیں۔۔۔۔۔ میسر نہ ہوئے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے ان دنوں بریلی میں مرض طاعون شدت تھا۔۔۔۔۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا: یہ وہی ہے۔ یہ وہی ہے۔ یعنی طاعون۔۔۔۔۔ میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بار بار وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِنْ اَبْثَلَدِیْہِ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ  
مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا میرے دل نے درگاہ الہی میں عرض کی۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَی الْحَبِیْبِ وَکَذَبِ الْحَبِیْبِ۔ خداوند اپنے حبیب کا قول سچا کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا۔ (کسی نے کان میں ایک علاج بتایا جس کے عمل سے مرض فوراً جاتا رہا) میں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا "وہ طاعون، بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا۔

(ملفوظات ج ۱ ص ۱۹ تا ۲۲)

یہاں تو دعوت میں فرمائش کرنے کی بجا طور پر ضرورت تھی مگر ازراہ خلق سکوت اختیار کیا۔ ممکن تھا کہ اس واقعے سے پہلے گائے کا گوشت کھانے کے نتیجے میں مرض مذکور کا بخر ہو تا تو بچنے کی کوئی صورت نکالنے مگر صرف اندیشہ ضرر کی بنیاد پر میزبان سے سرمائش کرنا پسند نہ کیا۔۔۔۔۔ اور تھانوی صاحب نے تو صرف شکم شکنی پر "دل شکنی، کو ترجیح دی۔۔۔۔۔ وہ بھی کس بھونڈے طریقے پر۔

کیا ایسے لوگ امام اہل سنت کے دھایا پر حرف گیری کا حق رکھتے ہیں؟



خطوط و مکاتیب میں انسان اپنے مستربھی اور خاص دوستوں سے وہی کہتا ہے اور وہی لکھتا ہے جو اس کے دل پر گزرتی ہے۔ امام اہل سنت کی زندگی کے دو تین خطوط پڑھتے چلے اور دیکھتے کہ

اطاعتِ خدا و رسول اور اتباعِ شریعت و پیروی سنت کے جذبات سے ان کا سارا وجود کس طرح سرشار ہے۔

① اپنے ایک مخلص دوست، عیدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

”ڈھائی سال سے اگرچہ امراضِ درد کمر و شانہ و سر و غیرہ امراض کا لازم ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ قیام و قعود، رکوع و سجود بذریعہ عصا ہے۔۔۔۔۔ مگر الحمد للہ کہ دینِ حق پر استقامت عطا فرمائی ہے، کثرتِ انداز و زانزدوں ہے۔ اور حفظِ الہی، تفضیلِ نامتناہی شاملِ حال۔ والحمد للہ رب العالمین۔

بائیں ضعیفِ بدن و قوتِ محن و کثرتِ فتن، بحمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں۔۔۔۔۔ کھانے اور سونے کی فہرست نہیں ملتی۔۔۔۔۔ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری معین و مددگار عنقا ہے۔ اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے؟

مولانا برہان الحق کا رسالہ ”در بارۃ تفسیلِ قبریدت سے آیا ہوا ہے ماشاء اللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔۔۔۔۔ اور فقیر کا مختار، در بارۃ مزارات طیبہ بہ لحاظِ ادب منع عوام ہے۔

غزل جس کی ردیف ”پھولوں کی“ ہے اکبر میرٹھی نے یہاں آکر اپنے تخلص سے پڑھی اور شائع کی۔ مولانا برہان الحق صاحب کو اب اس سے دستبرداری چاہئے اس کے ایک مطلع میں یہاں اصلاح بھی دی گئی۔۔۔۔۔ ”جب باغ جہاں کے مالی“۔۔۔۔۔ ”مالی“ کی جگہ ”مالک“ بنایا گیا کہ مولیٰ جل و علا کو ”مالی“ کہنا خلافِ ادب ہے۔ مالی صرف ناظر و خادمِ باغ ہی ہوتا ہے۔ الف۔ فقیر احمد رضا قادری۔ ۳، ربیع الآخر شریف ۱۳۳۲ھ، ملخصاً ص ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ اکرام اہم احمد رضا مؤلف مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مرتبہ پروفیسر مسعود احمد دہلوی۔ مرکزی مجلسِ رضا لاہور ۱۳۲۱ھ، ۱۹۸۱ء۔

② ان ہی کے نام لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔ دعائے جناب و اجاب سے غافل نہیں  
اگرچہ منہ دے کے قابل نہیں۔ اپنے عفو و عاقبت کے لئے طالب دعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے  
صلحا ہوں۔۔۔۔۔ اجل نزدیک اور عمل رکیک۔۔۔۔۔ حبنا اللہ ونعم الوکیل۔

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے۔ آنکھ دکھنے کو آئی۔ اور اس پر احوال مختلفہ وارد  
ہوئے۔ ضعف قائم ہو گیا۔ سیاہ ہالے نظر آتے ہیں۔ آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں  
اول تو مہینوں کچھ کچھ پڑھ ہی نہ سکا۔ اب یہ کہ چند منٹ نگاہ نیچی کئے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی  
ہے۔ کمزوری بڑھ جاتی ہے۔۔۔۔۔ پانچ مہینے سے مسائل و رسائل سب زبانی بتا کر  
لکھے جاتے ہیں۔ الخ۔ والسلام۔ فقیر احمد رضا قادری غفرہ۔۔۔۔۔ شب بستم  
ربیع الآخر شریف ۱۳۹۰ھ (ص ۱۳۴۔ ایضاً)

(۳) کوہ بھولی سے واپسی پر انتقال سے سترہ دن پیشتر تحریر فرمایا۔

۱۴ محرم کو پہاڑ سے واپس آیا۔ رری والے میرے اجاب تھے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں  
جزائے خیر دے۔ لاری میں میرے لئے پلنگ بچھا کر لائے۔ اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے  
آتا ہوا۔ یہاں جب تک آیا ہوں اتنی قوت باقی نہ تھی کہ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی  
کری پر بٹھا کر مسجد میں لے گئے۔ عصر بھی مسجد میں ادا کیا۔ پھر بخارا گیا۔ اور اب مسجد تک  
جانے کی طاقت نہ رہی۔ پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے۔ اس نے بالکل گرا دیا۔  
نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے۔ اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین بدہمت  
سے ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ اب تک منہ ص و وتر اور صبح کی سنت ہذریعہ عصا کھڑے ہی  
ہو کر پڑھتا ہوں۔ مگر جو دشواری ہوتی ہے دل جاننا ہے۔

آنکھوں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے۔ مکان سے مسجد تک کری پر جانے میں  
وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنت بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہے اور اس مکان سے عشاء تک  
بدن چور چور رہتا ہے۔ الخ۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرہ۔۔۔۔۔ ۸ صفر ۱۳۹۰ھ (ص ۱۱۵۔ ایضاً)

اب ایسے دو حضرات کے تاثرات و مشاہدات ملاحظہ فرمائیں جنہیں حضرت امام احمد رضا سے نہ ارادت و تلمذ حاصل ہے نہ ہی عمومی اصطلاح میں انہیں بریلوی کہا جاسکتا ہے۔

① جناب سید جعفر شاہ پھلوار دی لکھتے ہیں:

۔ کئی وجوہ سے مجھے حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایک یہ کہ انہیں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سخت اختلاف تھا۔ ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ لکھنؤ کے بھرے اجلاس ندوہ میں ہمارے مرشد و والد مولانا شاہ سلیمان پھلوار دی کی زبان سے میں نے حضرت فاضل بریلوی کی تبلیغی مساعی کی تعریف بھی سنی ہے۔ اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی سرگرمیوں کو سراہتے سنا ہے۔ اس وقت میں فارغ التحصیل ہو چکا تھا۔ اور ازدواجی زندگی سے بھی منسلک ہو چکا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت فاضل بریلوی تحریک ترک موالات کے جتنے خلاف تھے میں اتنا ہی حامی تھا۔ اسی حمایت کی وجہ سے میں نے انگریزی تعلیم چھوڑ کر عربی تعلیم شروع کی تھی۔ میں دسویں میں تھا اور میرے بڑے بھائی مولانا شاہ غلام حسین صاحب سلیمانی بی۔ اے میں تھے۔ دونوں نے انگریزی تعلیم گاہوں سے اسٹرائک کی اور دونوں ندوۃ العلماء میں داخل ہو گئے۔ (مخصوصاً ص ۱۲۲۔ جہان رعنا۔ مرتبہ مرید احمد چشتی۔ مرکزی مجلس رضالامہور، ۱۳۰۱ھ)

یہ دونوں بھائی ایک بار عرس اجمیر شریف سے واپسی میں بریلی رکے۔ یہاں سے لکھنؤ پہنچنے کے ارادے سے ریلوے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے۔ گئی ابھی راستے ہی میں تھی کہ ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی اس کے بعد کا واقعہ خود ان ہی کی زبانی سنئے۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ اب بریلی میں کسی جگہ جمعہ نہیں مل سکتا۔ صرف ایک جگہ مل سکتا ہے۔ جہاں خاصی تاخیر سے جمعہ ہوتا ہے۔ ہم لوگ اطمینان سے وضو کر کے روانہ ہوئے اور ایک مسجد میں پہنچ کر دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ مسجد بڑی جلدی پڑ ہو گئی۔ ذرا دیر کے بعد دیکھا کہ ساری مسجد کے لوگ کھڑے ہو گئے اور فضا درود کی آواز سے گونج گئی۔ دیکھا کہ ایک کرسی پر ایک بزرگ جلوہ اندوز ہیں اور چند آدمی کرسی کو اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔

اگلی صف میں ایک ضعیف اور بیمار آدمی آکر بیٹھ گیا۔ اذان ہوئی خطبہ ہوا۔ اور نماز کے لئے وہ بیمار کھڑا ہوا تو اپنے ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ اپنا عصا پکڑے ہوئے تھا۔ سجدہ ہوتا تو عصا زمین پر

رکھ دیتا۔ اور قیام کے وقت پھر عصا سنبھال لیتا۔ نماز ہوتی۔ سنتیں ہوئیں۔ تو دیکھا کہ ایک بڑا گاؤ تکیہ اسی مسجد میں لا کر رکھ دیا گیا۔ جس سے ٹیک لگا کر وہ بیمار نیم دراز ہو گیا۔ میاں قد۔ سر پہ ہلکا بادامی عمامہ (غالباً شرکاء) جسم پر عبا۔ داڑھی لمبی گھنی اور سفید۔ رنگ گندمی۔ جسم دوہرا مگر اس وقت دبلا۔ آواز عیب دار لیکن اس وقت رقت انگیز۔۔۔۔۔ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور بیعت کے بعد اس ضعیف مریض نے اپنی نحیف مگر درد و اثر بھری آواز میں چند دعا کی کلمات کچھ اس طرح کہے :

”میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہنچا دو۔ اور میں نے کسی کا کوئی قصور کیا ہو تو میں بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کے لئے معاف کر دیا مجھ سے کوئی بد نہ لے لو“ وغیرہ وغیرہ۔

اس وقت حاضرین چاروں طرف سے اس ضعیف کو گھیرے ہوئے تھے اور سب کے سب متاثر ہو رہے تھے۔ کوئی سسکیاں بھر رہا تھا اور کوئی خاموش رو رہا تھا۔ میں ذرا سخت دل واقع ہوا ہوں اس لئے میں نے کوئی اثر نہ قبول کیا۔ لیکن میرے بھائی۔۔۔ جو بڑے رقیق القلب تھے۔ ان و داعی کلمات سے خاصے متاثر ہوئے جس کا اظہار انہوں نے واپسی میں کیا۔۔۔۔۔ یہی پیر ضعیف تھے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ص ۱۲۴۔ ایضاً)

② جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی (مقیم پاکستان) آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”کثرتِ عبادت و ریاضت اور تحقیقِ علمی میں بے پناہ مصروفیت اور کسی قسم کی سیر و تفریح یا ورزش جسمانی سے عدم توجہی کے باعث نامعلوم وہ کب سے ضعیف نظر آتے تھے۔ دوت خانہ کے قریب ہی اپنی مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت کے لئے تشریف لاتے تو ان کی آہستہ خرامی دیدنی ہوتی۔۔۔۔۔ سلیم شاہی جو تانا۔ ایک برکا پانجامہ گھٹنوں سے نیچا کرتا۔ اس پر انگرکھا یا شیردانی۔ اور پھر اس پر عبا پہنتے۔ سر پہ اوسط سائز کا عمامہ، جس میں سے پیچھے گردن پر چھوٹی چھوٹی حنائی زلفیں نظر آتی تھیں۔ بڑی بڑی پرکشش آنکھیں۔ گندمی رنگ، گھنی شرعی داڑھی تھی۔ لیکن کمال یہ کہ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔ کبھی کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے۔

خوب گاہ میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ فرش کی دری، اس کے قالین اور دوسرے فرنیچر پر معروف کتابیں نظر آتی تھیں۔ حد یہ ہے کہ پلنگ کے تینوں جانب کتابوں کی دھاڑیں لگی رہتی تھیں۔ پائنٹی کی طرف البتہ

جگہ خالی رکھی جاتی۔ لکھتے تو قلم بہت تیز چلتا تھا اس کی روانی دیکھنے کے قابل ہوتی۔ (ص ۱۱۲۔ ایضاً)

اعلیٰ حضرت کے وصال کے وقت میری عمر سولہ سال تھی لیکن قدرت کا مجھ پر احسان تھا کہ میرا شعور معلوم کب سے بیدار ہو چکا تھا۔۔۔ ہوش سنبھالتے ہی میں نے پہلی بھیت کے حضرت شاہ محمد شیرمیاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب (بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اسما گرامی اپنے گھر اور گرد و پیش کے ہر کس و ناکس سے عزت و احترام کے ساتھ سنے۔ اول الذکر بزرگ تو بہت پہلے انتقال کر چکے تھے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا وصال میرے سامنے ہوا اور میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔

حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلہ سوداگران سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلے پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عید گاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ لے جانی گئی۔ اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی۔ لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا جس میں ہر طبقے کے لوگ، بڑے بڑے روضا اور شہر کو تو اں عبد الجلیل صاحب بھی شامل تھے۔ اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا۔ اور گھر گھر صفت ماتم بھی ہوتی تھی۔ (ص ۱۱۲ - ۱۱۳۔ ایضاً)



حق تو یہ ہے کہ امام اہل سنت نے زندگی بھر دینِ متین کی خدمت اور اس پر عمل کر کے اپنی سیرت کو آئینہ شریعت بنادیا تھا۔ انہوں نے صرف خدا و رسول کی رضا جوئی میں اپنی حیاتِ عزیز کا ایک ایک لمحہ گزارا۔ اور عشقِ رسول سے سرشار ہو کر عالم اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا پرچم بلند کیا جس کے انعام میں انہیں ایسی طمانیت قلب و روح میسر آئی اور اس طرح مسکراتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے کہ

نشانِ مردِ مومن با تو گویم

جو مرگ آید تبتم برباد ست

رب کریم ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے نوانے اور ان کے مخالفین کو بھی حق دیکھنے، سمجھنے اور ماننے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ آمین

یا ارحم الراحمین بجاہ نبیک سید المرسلین علیہ و علی آلہ وصحبہ و علماء امتہ افضل الصلوٰۃ و اکرم التسلیم۔



marfat.com

Marfat.com

امام احمد رضا



زَوَیْدَعَاتُ وَمُنْكَرَاتُ

حصہ دوم

جمع و ترتیب

یہ سائل اختر مصباحی

مطالعہ کتاب کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ اس حصے میں سوالات عام طور پر ملخص کر دئے گئے ہیں اور جوابات میں بھی اختصار و اجمال کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ البتہ تصانیف رضویہ کے اقتباس و تلخیص کو مقتبس یا ملخص لکھ کر متاخر ذکر دیا گیا ہے۔ جن حضرات کو مزید تحقیق و تفصیل درکار ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

اس حصے میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ بھی نہیں لکھا گیا ہے تاکہ قاری اور رضوی افادات کے درمیان کوئی تیسری چیز نہ ہو اور وہ خود براہ راست اخذ نتائج کر سکے۔ اسی طرح افادیت کے پیش نظر امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کے خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی کی مشہور فقہی کتاب بہار شریعت سے بھی کچھ عام فہم مسائل کہیں کہیں حاشیہ پر بلا تبصرہ نقل کر دئے گئے ہیں۔ واللہ الہادی الی سواء السبیل۔

بِسْمِ اخترمصباحی



# شریعت و طریقت

”زید کہتا ہے حدیث شریف العلماء و رُشْدُ الانبیاء میں علماء شریعت و طریقت دونوں داخل ہیں۔ اور جو جامع شریعت و طریقت ہیں وہ وراثت کے رتبہ اعظم و ابجل و درجہ اتم و اکمل پر فائز ہیں۔ اور عمر و کابیان ہے۔“

① شریعت نام ہے چند فرائض و واجبات و سنن و استحباب و چند مسائل حلال و حرام کا جیسے صورت وضو و نماز وغیرہ۔

② اور طریقت نام ہے وصول الی اللہ تعالیٰ کا۔

③ اس میں حقیقت نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے۔

④ یہ بھرنا پیدا کنار و دریا کے زخار ہے اور وہ بمقابلہ اس دریا کے ایک قطرہ ہے۔

⑤ وراثت انبیاء کا یہی وصول الی اللہ تعالیٰ مقصود و منشا اور یہی شان رسالت و نبوت کا مقصد و مقصد خاص اسی کے لئے وہ مبعوث ہوئے۔

⑥ بھائیو! علمائے صوری و تشریحی کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

⑦ نہ وہ علمائے ربانی وغیرہ کہے جاسکتے ہیں۔

⑧ ان کے دام تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا۔ معاذ اللہ یہ شیطان ہیں۔

⑨ منزل اصلی طریقت کے سدرہ ہوئے ہیں۔

⑩ یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بہت سے علمائے حقانی و اویسے ربانی نے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو تصریح سے لکھا ہے۔

التمس یہ کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور اس مسئلہ کی کیا تیغ ہے۔ اگر عمر و غلطی پر ہے تو اس پر کوئی شرعی تعزیر بھی ہے یا نہیں۔ وہ کہتا ہے میری غلطی جب ثابت ہو جائے گی کہ میرے قول کا

ابطال اولیاء کے اقوال ہدایت مآل سے کیا جائے ورنہ نہیں۔ بینو بالتفصیل التام لوجروایوم النیام

الجواب :- (بعد الحمد والصلوة)

زید کا قول حق و صحیح اور عمرو کا زعم باطل قبیح والحاد صریح ہے اس کے کلام شیطنت نظام میر دس فقرے ہیں ہم اس کے متعلق مجمل بحث کریں کہ انشاء اللہ الکریم مسلمانوں کو مفید و نافع اور شیطانہ کو قلع و قمع ہو۔ وبالله التوفیق۔

① عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب، و حلال و حرام کا نام ہے۔ محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک نکتہ کا نام طہریقت و معرفت ہے و لہذا یا جماع قطعی جملہ ادیان کرام متاہ حقائق کو شریعت مظہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں و ورنہ مردود و مخذول۔

تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے شریعت ہی مناط و مدار ہے شریعت ہی محک و معیار ہے۔ شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محسن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت بلکہ ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا۔ اس پر ثبات و استقامت کو دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلا۔ ان کی شریعت پر ثبات قدم رکھ۔۔۔ قرآن عظیم میں فرمایا۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بدین و گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ذٰلِكُمْ وَشَكُّكُمْ بِهٖ تَفَتُّوْنَ۔

شرع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے۔ اور اسے محبوب تم فرمادے کہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ۔ ہمیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے اللہ ہمیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پر ہمیشہ گاری کرو۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے

اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا۔ اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔

(۲) عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون و جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق۔ طریقہ۔ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہونچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہونچائے گی بلکہ شیطان تک، جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں۔ کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔

لا جرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناممکن ہے جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس ماننا ہے مگر حاشا طریقت حق راہ ابلیس نہیں قطعاً راہ خدا ہے۔ تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

(۳) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہوں۔ جوگیوں۔ سنا سیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار مجسم و عذاب الیم تک پہونچاتے ہیں۔

(۴) شریعت کو قطرہ۔ طریقت کو دریا کہنا، اس مجنون پکے پاگل کا کام ہے۔ جس نے دریا کا پاٹ کسی سے من لیا۔ اور نہ جانا کہ یہ وسعت اس میں کہاں سے آئی؟ اس کے خزانے سے اس کے منبع سے! خزانے میں وسعت نہ ہوتی تو اس میں کس گھر سے آئی۔

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے۔ انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں۔ نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے۔ منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے گی۔ فی الحال جتن پانی اچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سیچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں۔ منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا۔ بوند تو بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں۔ میں نے غلطی کی بکاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا پانی معدوم ہوا۔ باغ سوکھے۔ کھیت مرجھائے۔ آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں برگز نہیں۔ بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا بحر المسجور ہو کر

شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سو جھٹے  
تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ بد انجام دیکھ  
کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو نَارُ اللّٰهِ الْمُؤَفَّدَةُ الَّتِي تَطْبَعُ عَلَى الْاَفْسَادَةِ ہے۔ اللہ کی بھرہ کا پانی  
ہوئی آگ کہ دونوں پر چڑھتی ہے۔ ندر سے دل جل گئے۔ ایمان خاک سیاہ ہوا۔ اور ظاہر میں وہی پانی نظر  
آ رہا ہے۔ دیکھنے میں دریا، دریا میں آگ کا دہرا۔

آہ! آہ! آہ! کہ اس پردے نے آنکھوں کو ہلاک کیا۔ پھر دریا و منبع کی مثال سے ایک اور فرق  
عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں۔ مگر حاشا یہاں منبع  
سے تعلق بھی نہ توڑے کہ پانی باقی نہ رہے۔ اور آگ نہ ہو جائے۔ جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جا پانچ  
پر تال کی حاجت ہے۔ وہ یوں کہ یہ پاکیزہ و شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس  
دَارِ الْاِیْتِسَاسِ کی وادیوں میں بہ رہی ہے۔ یہاں اس کے ساتھ ایک ناپاک سخت کھاری دریا  
بھی بہتا ہے۔ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَ هَذَا مِلْحٌ اُجَّاجٌ۔ ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت  
نمک کھاری۔ وہ دریائے شور کیا ہے۔ شیطان ملعون کے دوسرے۔ دھوکے۔ تو دریائے شیریں سے  
نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی لہر پر اس کی رنگت۔ مزے۔ بو کو اصل منبع کے لون۔ طعم و مزہ سے  
ملاتے رہیں کہ یہ لہر اسی منبع سے آئی ہوئی ہے یا شیطان پشاپ کی بدبودار کھاری دھار دھوکا دے  
رہی ہے۔ سخت دقت یہ ہے کہ اس پاک مبارک منبع کی کمال لطافت سے اس کا مزہ جند زبان سے اتر  
جاتا ہے۔ رنگت بو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی ذائقہ۔ شامہ۔ باصرہ کا معنوی حس فاسد ہو جاتا ہے  
کہ آدمی منبع سے جدا ہوا اور پھر اسے گلاب اور پشاپ میں تمیز نہیں رہتی۔ ابلیس کا کھاری بدبودار  
بدرنگ موت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریائے طریقت کا شیریں خوشبو خوش۔ رنگ  
پانی پی۔ باہوں۔ لہذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی متعالی ہے۔ واللہ المثل الاعلیٰ۔

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں۔  
اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں۔ زیادت چاہئے افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے۔  
یہ روشنی بڑھ کر جتن اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتا ہے  
جس سے حقائق، شبہات، انکشاف ہوتا اور نور حقیقی تجلٰی فرماتا ہے۔ یہ مرتبہ علم میں معسرت اور

مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔  
جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے۔

ابلیس لعین خیر خواہ بن کر کتا اور اس سے کہتا ہے اَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَقَدْ أَشْرَقَ الْأُمُتُ بِأَنْبِیَاءِ  
چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہو گئی۔ اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہو گیا۔  
ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ بجھ جائے گا۔ آفتاب روشن ہے۔ احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت  
ہے۔ ابلے کو روز روشن شمع کا فوری نہد۔ ہدایت الہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لا حول پڑھتا اور اس  
ملعون کو دفع کرتا ہے کہ اَوْعِدَ الْاِثْرُ ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے۔ اسی فانوس کا  
تو نے پہلے سے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا اس وقت وہ دغا باز ظاہر و خاسر پھرتا ہے اور بندہ  
نُورٌ عَلٰی نُوْرٍ یَّهْدِیْ الشَّمْسُ نُوْرًا مِّنْ نَّوْرِہِ کی حمایت میں نور حقیقی تک پہنچتا ہے۔ اور اگر دم  
میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا۔ اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی۔ ادھر فانوس بجھایا اور معاندانہ  
گھپکھپاتے ہاتھ نہیں سمجھائی دیتا۔ جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا۔ ظَلَمْتَ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ  
لِّتُخْرِجَہُ مِنْہُ لَمَّ یُکْسِیْنَہِمْ لَمًّا ثُمَّ یَجْعَلُ الشَّمْسُ نُوْرًا فَمَالَهُ مِنْ نُّوْرٍ۔ ایک پر ایک  
اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوچے اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طہریت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس  
کے فریب میں آکر اس الہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش یہی ہوتا کہ اس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی  
آنکھوں میں چھلایا۔ جس نے دن دھاڑے چوہٹ کر دیا۔ ان کو اس کی خبر ہوتی تو شاید تو یہ کرتے۔ فانوس  
کا ملک نہ امت والوں پر مہر رکھتا ہے۔ پھر انہیں روشنی دیتا۔ مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون  
نے جہاں فانوس ختم کرائی اس کے ساتھ ہی معاً اپنی سازشی جتنی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ یہ اسے  
نور سمجھ رہے ہیں۔ اور وہ حقیقتاً نار ہے۔

یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیسا ہے ایک چراغ ہے۔ ہمارا نور آفتاب کو بجا رہا ہو  
وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے۔

اور خبر نہیں کہ وہ حقیقتاً نور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی۔ آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جاتے۔  
ہاں بھلا شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک

ہے۔ اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ۔ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔  
ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الْمُتَعَبَّدُ بِغَيْرِ فَقْدٍ كَالْعِمَارِ  
فِي السَّاحَةِ بِغَيْرِ فَقْدٍ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا جگہ کی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے  
اور نفع کچھ نہیں ملے۔

⑤ عمر و کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے انبیاء صرف اسی کے لئے مبعوث  
ہوئے۔ صراط شریعت مطہرہ کو معاذ اللہ معطل و مہمل و لغو و باطل کر دینا ہے اور یہ صریح کفر و ارتداد و  
زندقہ و الحاد و موجب لعنت و ابعاد ہے۔

⑥ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر پھر اسی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے  
بھٹوڑا تو اس کا حامل اس کا خادم اس کا حامی اس کا عالم کیوں کر ان کا وارث نہ ہوگا۔

ہم پوچھتے ہیں۔ اگر بالفرض شریعت صرف فرض۔ واجب۔ سنت۔ مستحب۔ حلال۔ حرام ہی کے  
علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے۔ اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا  
ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم ان کا۔  
ترکہ ان کا پھر اس کا پانے والا ان کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنی۔

اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور ان کا ہے مگر دوسرا حصہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا۔ لہذا وارث نہ  
ٹھہرا۔ تو اسے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضروری ہے کہ مورث کا کل مال پائے۔ یوں تو عالم میں کوئی  
عالم، کوئی ولی، کوئی صدیق ان کا وارث نہ ٹھہرے گا۔ اور ارشاد اقدس العلماء ورثۃ الانبیاء  
معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا۔ کہ ان کا علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بفرض غلط شریعت و  
طریقت دو جدا راہیں مانیں اور قطرہ و دریا کی نسبت جانیں جس طرح یہ جاہل بکتا ہے جب بھی علمائے  
شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہوگا۔ کیا ترکہ مورث سے ٹھوڑا حصہ پانے والا وارث  
نہیں ہوتا جسے ملا ان کے علم میں سے ٹھوڑا ہی ملا ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیل۔

⑦ جب قرآن عظیم نے سب و ارشاد کتاب (ثم) اور شفاء الکتاب الذین اضطفینا من

ص ۱۰۰۰ مقال عربی باعوان شرع و علماء مطبوعہ مکتب خانہ سید امین بیٹ  
ص ۱۰۰۰ مقال عربی باعوان شرع و علماء مطبوعہ مکتب خانہ سید امین بیٹ  
ص ۱۰۰۰ مقال عربی باعوان شرع و علماء مطبوعہ مکتب خانہ سید امین بیٹ

عہدِ ناپ (ع) کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ۔  
 (پ ۱۰۷) ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور فرماتا ہے۔  
 إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ بِحُكْمِهَا الْيَتِيمُونَ الَّذِينَ آسَلُوا لِلَّذِينَ هَلَدُوا وَالزَّبَّانِيُّونَ  
 وَالْأَحْيَارُ بِمَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ۔ یہ شک ہم نے اتاری تورات اس  
 میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرماں بردار نبی اور ربانی اور دانش مند لوگ یہودیوں پر حکم  
 کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگبان ٹھہرائے گئے۔ اور اس سے خبیثہ دار تھے۔

ان آیات میں اللہ عزوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائی ہیں کتاب بڑھنا۔ پڑھنا۔ اس کے احکام سے باخبر ہونا اس کی نگہداشت رکھنا۔ اس کے ساتھ حکم کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔

⑧ جب کہ اللہ عزوجل علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اپنا وارث اپنا خلیفہ اور انبیاء کا جانشین بناتے ہیں تو انہیں شیطان نہ کہے گا مگر ابلیس یا اس کی ذریت کا کوئی منافق خبیث <sup>ع</sup> نہ ہو۔

⑨ بیانات بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سد راہ نہیں۔ بلکہ وہی اس کے فتح باب اور وہی اس کے نگہبان راہ ہیں۔ ہاں! وہ طریقت جسے بندگان شیطان طریقت نام رکھیں اور اسے شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا کریں۔ علماء اس کے لئے ضرور سد راہ ہیں۔ علماء کیا، خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو مسدود و مردود و ملعون و مطرود فرمایا۔ اوپر گزرا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ۔ ورنہ حدیث میں اسے چسکی کھینچنے والا کہہ فرمایا تو اگر علماء نے ہمیں گدہا بننے سے روکا۔ کیا گناہ کیا۔

۱۰) عمرو کا اپنی خرافات شیطانہ۔ توہین شریعت۔ و سب و شتم علمائے شریعت و علمائے حقانی و اولیائے ربانی کی طرف نسبت کرنا اس کا محض کذب مبین و افتراء ہے۔ اے

• شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں۔

اس کا مدعی اگر یہ سمجھے کہ تو نرا جاہل ہے۔ اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بددین۔

شریعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں۔ اور طریقت حضور کے افعال، اور حقیقت حضور کے احوال، اور معرفت حضور کے علوم بے مثال ﷺ

شریعت و طریقت دو راہیں متبائن نہیں۔ بلکہ بے اتباع شریعت خدا تک وصول محال۔ نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضت و مجاہدہ بجالائے اس رتبہ تک پہنچے گا کہ تکالیف شرع اس سے ساقط ہو جائیں اور اسے اس پر بے لگام و شتر بے زمام کر کے چھوڑ دیا جائے۔

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوئی کو تابع شرع کرے نہ وہ کہ ہوئی کی خاطر شرع سے دست بردار ہو۔ شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی۔ شریعت آئینہ اور طریقت نظر۔ آنکھ پھوٹ کر نظر نہ ہونا غیر متصور۔

بعد از وصول اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ حق ہوتے نہیں بلکہ جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور سخت ہوتی جاتی ہیں۔ حسنات الایوار سینات المقرین ﷺ

## شریعت پر افتراء

» زید اپنی نماز پنجگانہ۔ و تلاوت و اوراد و وظائف وغیرہ کی زبان سے قرأت نہیں، کرتا بلکہ دل و حیاں کے ساتھ ادا کرتا ہے اور دیں یہ دیتا ہے کہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا۔ اور یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیاء کرام کے ہیں۔ ظاہر بین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی نماز صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے یا نہیں۔ زید کی امامت درست ہے یا نہیں۔ الخ (ملخصاً)

۱۰ ص ۶۰ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ مکتبہ رضا۔ بیسپور۔ پبلشمنٹ

۱۱ (اعتقاد الاحباب ص ۲۰ مطبوعہ ادارہ اشاعت رضا، بریلی شریف)

marfat.com

Marfat.com



الجواب: زید نے شریعت پر اقرار کیا۔ صوفیہ کرام پر اقرار کیا۔ اپنی نمازیں سب برباد کیں۔ اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی۔ نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی۔ اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے۔ اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں۔ ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ قرآن کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ضرور نازل ہوا مگر پڑھے کے لئے قال اللہ تعالیٰ: وَتُزَانَا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ اِسْ قُرْآنَ كُوْهُوَ اَتَقْوٰرًا کر کے اتارا کہ تم لوگوں پر بھہر بھہر کر پڑھو۔ نمازیں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قَاقْرُؤْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ نمازیں میں ستر آن پڑھو جتنا آسان ہو۔ اس کا نام پاک ہی ستر آن ہے۔ قرآن قرأت ہے اور قرأت پڑھنا۔ اور پڑھنا ہوگا مگر زبان سے۔ دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے۔ حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔

نمازیں قرأت کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف، جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غِيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ قُوْلِهٖ مَا تَوَلٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءُ مَصِيْرًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

”زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین و تاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عرس ہوا کرے۔ لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا۔ اس پر بلاشبہ جنت مقام۔ دوزخ حرام ہے یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟“  
الجواب:- یہ کہنا جزاؤں اور یادہ گوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں۔ تو یہ تقوُّل علی اللہ ہوا۔ اور وہ ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اَهْلَعَ الْغِيْبِ اِمَّا اتَّخَذَ مِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ قال اللہ تعالیٰ: اَنْتَقُوْلُوْنَ عَنِ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## پیغمبری کا ظن و تخمین

الجواب :- مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تاب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمن صاحب کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض برہمنیہ ظن و تخمین دین ساوی گمان کرنے کی ضرورت کو کشش فرمائی ہے بلکہ معارف و مکاشفات و علوم عقلی و نقلی میں ان کا بدظن مانا ہے اور ان کے اعتقاد متنازع کو کفر سے جدا بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور بزرخ کے مثل مانا ہے اور بحکم بکل امتہ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال و تکمیل رکھنا لکھا ہے مگر گرام یا کرشن کسی کا نام نہیں، با اینہم فرمایا ہے :

در شان آنها سکوت اولیٰ است نہ مارا جرم بکفر و ہلاک اتباع آنها لازم است و نہ یقین بجات آنها بر ما واجب و مادہ حسن ظن مستحق است ۔

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکارا اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی منکام میں فرماتے ہیں :

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری رادر ماہ ربیع الاول بھت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ارزده جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر وہ استدعا قبول کردند حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر وہ استدعا، ما قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کش کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چه عجب ۔

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں ادبام و تخمین کو دخل نہیں اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً

۱۔ تا ۲۔ مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ حضرت شاہ فضل الرحمن گنی مراد آبادی ۔  
حضرت مرزا مظہر جان جاناں دیوبند ۔ اختصار معیاری ۔

لكن اُمّة رسول اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لامنی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کا ہے کے لئے ٹٹولنا اور کا ہے کے لئے شاید اُمنا باللہ ورسولہ۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں و قد و تائبین ذلک کثیرا۔

فترآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس و جود پر سوار تو اتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض اشیاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اولام تراشیدہ ہیں تو اتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تو اتر سے ان کا فسق و فجور و ہول و لعب ثابت پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تو اتر ہنود مقبول اور حوال کے لئے مردود مانا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ قلنا معاذ اللہ انبیاء و رسل مانا جائے۔ واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## تحقیق صوم و صلوٰۃ

① اگر کوئی مسلمان قبل شروع رمضان المبارک یہ لفظ استعمال کرے کہ ہندو ہوتے تو بہتر تھا۔ یہ نہیں روزے تو نہ رکھنے پڑتے۔

② دوسرا شخص بفساحت بیان کرے کہ اللہ پاک کے یہ تیس روزے نہیں، پوری قید ہے۔ بھوک پیاس لے کر آتے ہیں۔ بڑا ظلم ہے۔ رمضان بڑے ظالم ہیں۔ لیکن جو ظلم کرتا ہے تھوڑے دن رہتا ہے۔ (ایسا کہنے والے کا کیا حکم ہے؟)

الجواب:- یہ دونوں شخص یقیناً کافر مرتد ہیں۔ اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

یہ کافر اگر توبہ نہ کریں۔ از سر نو اسلام نہ لائیں۔ تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام۔ سلام کلام حرام۔ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے جانا حرام۔ مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام۔ انہیں غسل دینا حرام۔ ان پر نماز پڑھنا حرام۔ ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا حرام۔ جنازے کے ساتھ جانا حرام۔ مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام۔ الخ۔

۱۔ احکام شریعت حصہ دوم ۲۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۳۹۔

زید بلا عذر شرمی علی الاعلان روزہ رمضان المبارک ترک کرے۔ اور اگر کسی نے نماز پڑھنے کے لئے کہا کہ اٹھو نماز پڑھو۔ تو جواب دیا کہ کون اٹھک بیٹھک کرے۔ اچی! جتنے نمازی حاجی حافظ ہیں سب بے ایمان ہیں۔

یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھوکا مرے۔ جس گھر میں کھانا نہ ہو وہ روزہ رکھے۔ ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا۔ ہمتیں روزہ رکھ کر بہشت میں چلے جانا۔ اور ماہ رمضان المبارک میں سر راہ دروازہ پر بیٹھ کر آب نوشی و حقہ نوشی خود کرتا اور کراتا ہے۔ اگر کوئی منع کرتا ہے کہ روزہ داروں کے سامنے مت کھاؤ پو تو جواب دیتا ہے کہ خدا سے چوری نہیں تو بندے سے کون چوری ہے۔

سو یہ سب باتیں زید کی کیسی ہیں۔ زید ان باتوں سے مسلمان ہے یا نہیں؟ الخ۔  
الجواب :- صورت مستفسرہ میں زید پر حکم کفر ہے۔ اور وہ لوگ جو ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں۔ ان پر بھی یہی حکم ہے۔

ان کے مجدد و عیدین باطل ہیں۔ ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا ناجائز۔ الخ

## متصوفہ

ان بارہ فرقوں کا ذکر جن کا پیر شیطان ہے۔ ان میں سے (۱) وہ ابلیسی مسخرے کہ علماء دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں انہیں میں ہیں وہ مدعیان فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنا گیا کہ عالم کون ہے۔ سب پنڈت ہیں۔ عالم تو وہ ہو جو انبیاء بنی اسرائیل کے سے معجزے دکھائے۔ کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر

۱۔ ۱۵۵ فتاویٰ رضویہ جلد ششم۔

۲۔ ۱۳۴۔ السنیۃ النبیۃ فی فتاویٰ افریقہ (۱۳۳۶ھ) رضوی پریس بریلی۔

کر کے ہر سال میلہ لگاتا ہے۔ ہر پیر جوان عورت واسطے غرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں بلکہ عورت مرد کا جمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدیدار مسلمان یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونو گرام بھی بجاتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول خسی۔ مرغ۔ شیرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ اور اس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے اس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز؟ اور شرکت کرنے والے کو برا لکھیں یا اچھا؟ اور اس درگاہ کا موتی چھوئی تو مہ ہے۔ مونچھ، داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور ہاتھ میں بوسے کا مال پھینکتا ہے اور ہاتھ میں بوسے کا چھرا رکھتا ہے اور لوگوں کو فحش گالی دیتا ہے۔ اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز؟ ان سے دور رہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب :- اولیکہ کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجاہد کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے جب کہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہ سے خالی ہو۔

عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہئے نہ کہ جمع میں بے حجابانہ اور تماشہ کا میلہ کرنا اور فونو وغیرہ بجوانا یہ سب گناہ و ناجائز ہیں جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱۶ فتاویٰ رضویہ جہاں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔  
پچھانندہ، لنگوٹ بندہ فقیروں کا کہ شریعت سے اصلاً کام نہیں رکھتے بلکہ اوامر و نواہی شرع کو اہل ظاہر کے لئے مخصوص، اور طریقت اور شریعت کو اپنی احوال (بھینگاؤں) سے دور ہیں متبائن سمجھتے ہیں حالانکہ ہر مطلب کی ایک راہ مقرر ہے۔ طریقت بے شریعت (کے) حاصل نہیں ہوتی۔ امام العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”اگر تم کسی کو ہوا پر اڑتے دیکھو جب تک شرع پر قائم نہ پاؤ۔ کامل نہ سمجھو۔“

اسی لئے سمجھتے ہیں جو کشف یا خارق بدون اتباع شرع حاصل ہو استدراج ہے اور جس بات کو

شریعت قبول نہ کرے باطل۔ کل حقیقۃ رزقہ الشریعۃ فہو زندقہ۔

امام ابو القاسم قشیری قدس سرہ رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔ أَبُو عَلِيٍّ الرَّوْذِيَّ البَغْدَادِيَّ  
أَقَامَ بِمِصْرَ وَمَاتَ بِهَا سَنَةً اِثْنَتَيْنِ وَعِشْرَتَيْنِ وَثَلَاثَمِائَةٍ - صَحْبُ الْجَنِيْدِ وَالنُّوْرِ -  
اَظْهَرَتْ الْمَشَائِخَ وَاعْلَمَهُمْ بِالطَّرِيقَةِ - سُئِلَ عَمَّنْ يَسْتَمِعُ الْمَلَأَى وَيَقُولُ هِيَ لِي حِلَالٌ  
لَّأَنِّي وَصَلْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَا تَوْشُرُنِي اِخْتِلَافُ الْاَحْوَالِ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ وَصَلَ وَلَكِنْ اِلَى سَقَرٍ -

حاشیہ

قال عليه الصلوة والسلام من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد - سلف سے اب  
تک جتنے کامل گزرے اتباع شرع میں مصروف رہے۔

خود جناب ولایت مآب نے جن کے اولیاء امت خوشہ چیں ہیں۔ غاشیہ شریعت دوش بہت پرکھا۔  
ان مدعیانِ خامکار کو ترکِ نفس و واجبات اور ارتکابِ محرمات کی اجازت کہا لے حاصل ہوئی۔  
طلبِ حقیقت بدون اتباع شریعت محال عادی ہے۔ جو نادان بے میزگی کو ٹٹے پر چڑھا چلے ہو دانی ہے  
اصل یہ ہے کہ نفس اباحت پسند بالطبع قید و بند سے مستغفر ہے اور شیطان اس کا مددگار۔ جسے سادہ  
روح اور احمق پاتا ہے بہکاتا ہے۔ کہ اہل طریقت کو شریعت سے کچھ کام نہیں وہ نادان اس کے دام فریب  
میں آکر شراب اور جنگ زہر مار کرتا ہے اور نشے میں بہودہ بکتا ہے۔ احمق لوگ اسے مجذوب کہتے ہیں۔  
مجذوب ہر چند مرفوع العلم ہے۔ یس علی الخراب خراج۔ لیکن نشے میں بہکنا جذب نہیں۔ ورنہ  
ہر کاستہ مجذوب ٹھہرے۔

ان صاحبوں کو بھی شیطان نے دھوکہ دیا ہے تاکہ اس کی طرح خراب کرے اور وہ ان کی خدمت  
اور اپنی شہرت سے خوش ہو کر حرکات ناشائستہ پر ثابت قدم رہے۔ هَلَاكُ الطَّالِبِ وَالْمُحَلُّوبِ -  
بلکہ اکثر اوقات بے نشے کے بہکتے ہیں۔ اور کلمات کفر برملا کہتے ہیں۔ کبھی فقیروں کو پیغمبروں پر  
ترجیح دیتے ہیں کبھی معاذ اللہ خدا ٹھہراتے ہیں۔ کوٹھی سونٹے۔ شکوٹ۔ تسے ک آئیں بنلے ہیں۔  
کوئی کہتا ہے شریعت واسطہ وصول ہے جو منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ راہ سے کام نہیں رکھتا۔  
ان نادانوں سے پوچھو! تمہیں اس مقام پر پہنچنے یا اولیاءِ سابقین کو بھی حاصل تھا جس طرح  
طریقت بے اتباع شریعت ہاتھ نہیں آتی اسی طرح بدون اس کے قائم نہیں رہتی۔

ایک کہتا ہے نماز روزہ اسیرانِ نفس کئے جے ہمیں ان اعمال کی کیا حاجت کہ نفس ہمارا مر گیا اور

یعنی سیدی ابوعلی دوزباری رضی اللہ عنہ بغدادی ہیں۔ مصر میں اقامت فرمائی۔ اور اسی میں ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ سید الطائفہ جنید اور حضرت ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے ہیں۔ مشائخ میں ان سے زیادہ علم طریقت کسی کو نہ تھا۔ ان جناب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے دسبے تک پہنچ گیا کہ احوال کا اختلاف مجھ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ فرمایا: ہاں پہنچا تو ضرور مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔

حاشیہ

دل ہر دم یاد خدا میں رہتا ہے عالم اور غائب ہے اجرت کے مزدور میں انہیں حقیقت سے کیا خبر؟ یہ سب مقدمات کاذب ہیں خصوصاً ادعائے ہلاک نفس صریح البطلان اگر نفس ان کا مرجع تا کفر کی باتیں کون سکھاتا۔

امام الطریقۃ والشریعۃ محمد الاسلام والمملکۃ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے لوگوں کو کافر جائز اقتل لکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں خدا کو ہماری بندگی کی حاجت نہیں پھر نماز روزہ سے کیا حاصل؟ یہ ایسا خبط ہے جیسے بیمار کے طبیب کو میرے پیرے فائدہ اور بد پر، میری سے ضرر نہیں کس لئے پرہیز کروں؟ کیا انہیں جانتا یہ خیال فاسد اس کی جان کھونے کو کافی ہے۔

بعض کہتے ہیں کاتب تقدیر نے ہمارے حق میں جو لکھ دیا ہے سر مو اس سے تجاوز نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم ہشتیوں سے میں دوزخ میں نہ جائیں گے اور جو دوزخیوں میں سے ہے کسی عمل سے نجات نہ پائیں گے پھر کس لئے جان مشقت میں ڈالیں۔۔۔۔

اے احمق! اس عقیدہ فاسد سے باز آؤ نہ عذاب دوزخ کے لئے آمادہ ہو۔ جمادات کا بیکار سمجھنا کفر ہے اور کافر قطعاً بہشت سے محروم اور مخلد فی النار ہے۔

ایک جماعت ان کی کہتی ہے۔ جمادات ایک سخت کام ہے کہ موانع اس کے قوی اور مددگار تھوڑے اور بندہ ضعیف اور زمانہ ناموافق اور کار بدین تنزل ہے۔ اور اشغال بہت اور مشغلت قلیل اور عمر کوتاہ اور اجل قریب اور راہ دراز اور عقبات اس کی دشوار اور رہزن بکثرت، اس لئے کم لوگ اسے اختیار کرتے ہیں۔ ان میں تھوڑے اس راہ سے مطلب کو پہنچتے ہیں۔ پس ہم امید موبوم پر اس قدر محنت شاقہ کیوں اختیار کر لیں۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ شیطان اس قسم کے دوسروں سے آدمی کی راہ مارتا ہے۔ خصلت تعالیٰ

عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شہرانی قدس سرہ کتاب البواقیت والحواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں۔

حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اِنَّ التَّكْلِيفَ اِنَّهُ وَسِيْلَةٌ اِلَى الْوُصُولِ وَمَقْدُ وُصْلًا۔ شریعت کے احکام تو وصول کا وسیلہ تھے۔ اور ہم واصل ہو گئے۔ مَرَايَا صَدَقُوا فِي الْوُصُولِ وَلَكِنْ اِلَى سَقَرٍ۔ وَالَّذِي يَسْرِقُ وَيَزْنِي خَيْرٌ مِّمَّنْ يَعْتَقِدُ خَلْفَ۔ وہ سچ کہتے ہیں۔ واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔

## بے علم صوفی

اولیائے کرام فرماتے ہیں ”صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے“ اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شید

ی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنُهْدِيَنَّهُمْ سُلٰلًا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

کوئی کہتا ہے ہم حقیقت نماز کی ادا کرتے ہیں۔ صورت کی حاجت نہیں بخلاف اہل ظاہر کے کہ دل ان کا سر نہیں ہوتا اور رکوع و سجدہ غفلت کے ساتھ محض بیکار ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کمال نماز کا حضور قلب سے ہے لیکن جو اس صفت کے ساتھ کہ کتب فقہ میں در ہے ادا کرے نماز اس کی صحیح ہے اور پہلا دعویٰ بھی باطل کہ حقیقت نماز اسی صورت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ بدون اس کے نہیں ہو سکتی۔

بالجملہ یہ لوگ اور جن کے عقائد اس طرح کے ہیں۔ نرے زندیق و ملحد ہیں۔ نہ انہیں شریعت سے کام نہ طریقت غرض۔ نہ ان کا کچھ عقیدہ نہ مذہب۔ نہ مسلمان عورت سے ان کا نکاح جائز نہ اولاد صحیح النسب نہ انہیں مسلمان شہداء داروں کا ترکہ پہنچنے نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا اور ان کے جنازے کی نماز پڑھنا مناسب۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ (مخلص از ص ۱۲ تا ص ۱۴ ۱۵ ایت البریۃ الی الشریۃ الاحمدیہ کتب خانہ سمٹانی میسرہ)

۱۳۸۔ ص ۱۳۹ فتاویٰ افریقہ۔



فَقِيَهُ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ - (ترمذی - ابن ماجہ)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر پھالتا ہے، منہ میں لگام ناک میں نیکیں ڈال کر جدوجہد پاتا ہے کھینچے پھرتا ہے وَهُمْ يُحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔  
حضرت سید جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی۔

جَعَلْتُكَ اللَّهُ صَاحِبَ حَدِيثٍ صَوْفِيًّا وَلَا جَعَلْتُكَ صَوْفِيًّا صَاحِبَ حَدِيثٍ (احیاء العلوم جلد اول ص ۱۳)

اللہ تمہیں حدیث وال کر کے صوفی بنائے اور حدیث وال ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔

حضرت امام غزالی اس کی شرح میں فرماتے ہیں؛

اشار الى ان من حصل الحديث والعلم ثم تصوف اقلح ومن تصوف قبل العلم خاطئ

بنفسہ۔ (احیاء ص ۱۳)

حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔  
حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

من لم يحفظ القرآن ولم يكتب الحديث لا يقتدى به في هذا الامر لان علمنا هذا

مقيد بالكتابة والسنة۔ (رسالہ قشیریہ مبلوہ معرک ۲)

جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربارہ طریقت اس کی افہام

نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے۔

حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

تصوف تین وصفوں کا نام ہے، اول یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورغ کو نہ بجھائے، دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو، تیسرے یہ کہ کرامتیں

اسے ان چیزوں کی پردہ دری نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔ (رسالہ قشیریہ ص ۱۳)

حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے بلکہ

## مبتدعین کی بیچ کنی

عرض۔ یہ تو اگر کسی کا بورہ ہے تو ہو سکتا ہے۔ دنیوی ذرائع معاش اگر چھوڑ دے جائیں تو یہ بھی نہایت دقت طلب ہے۔ اور یہ دینی خدمت جو اپنے ذمہ لی ہے اسے چھوڑنا پڑے گا۔

ارشاد۔ اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں۔ بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ امام ابو اسحق اسفرائنی، جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی۔ پہاڑوں پر ان اکابر علما کے پاس تشریف لے گئے تو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا۔

اكلة الحشیش! انتم ضلّنا و ائمة معتمد علیہ علیہ وسلم فی الفتن۔

و کبھی گھاس کے کھاتے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں گے۔

## بدعتی کی امامت

”بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ و ممنوع ہے یا نہیں؟“

الجواب:- ہاں! ممنوع و مکروہ ہے۔ دیکھو طحاوی۔ رد مختار اور طحاوی مراقی الفلاک و ربیعین المحتائق امام زلیعی اور رد المحتار اور غنیہ اور فتح المعین گے۔

امام بنانا دینی تعظیم ہے یا نہیں۔ اور مبتدع کی دینی تعظیم حرام ہے یا نہیں؟

الجواب:- ہاں! دیکھو رد المحتار اور فتح اور طحاوی اور زلیعی وغیرہ اور مشکوٰۃ وغیرہ۔ کہ یہی بدعت دالے کی تعظیم کرے بے شک اس نے اسلام ڈھانے میں مدد دی۔

## بے علم مفتی

سند حاصل کرنا تو کچھ ضروری نہیں۔ ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضروری ہے۔ مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے پاس۔ اور جس نے بے قاعدہ تسلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم ملاحطہ ایمان ہوگا۔ ایسے شخص کو فتویٰ نویسی پر جرأت حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من افقی بغیر علم لعنت مذلکۃ السماء والارض۔ جو بے علم فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ اور اگر فتویٰ سے اگرچہ صحیح ہو و جد اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع مقصود ہے تو یہ دو سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر تمہارا گیا۔ اُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يَكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (صح ۲۰۸ فتاویٰ رضویہ جلد دہم)

## بیشہ ورجاہل مقررین

عرض کیا دعا عظم کا عالم ہونا ضروری ہے۔ ارشاد۔ غیر عالم کو دعا کہنا حرام ہے بلکہ عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اپنی ضروریات کو کتاب و سنت سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے بلکہ رہا یہ کہ اب وہاں دعا کہے یا نہیں۔ اگر وہ دعا اللہ عزوجل کے لئے کرتا ہے اور طلب مال اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا دعا مطابق شرع ہے اتنا علم دین کافی و دانی رکھتا ہے

لے مٹ۔ المفوظ اول۔ لے مٹ۔ ایضاً۔

۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کی ایک مجلس میں شیخ التفسیر مفتی احمد یار خاں بدایونی متوفی ۱۴۱۱ھ ہر اکتوبر ۱۹۷۱ء ایک موقع پر عرض کیا گیا۔

”جاہل اور طالع آنا مقرروں اور واعظوں نے قوم کا ذائقہ بگاڑ دیا ہے۔ اب ہمارے ہاں علمی نکات

جس سے اے وعظ کی اجازت ہو جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندہ خدا ہادی راہ ہدی کا وعظ کہنا ہی اس کے اور ان مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ خَلَفَ عَنِ يَمِينِ قُرْآنٍ غَيْرَ خَيْرٍ مِنْهَا فَلْيَنْتِ الْإِذَى هُوَ خَيْرٌ وَيَكْفُرُ مَنْ يَمِينَهُ۔ جو کسی بات پر قسم کھائے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ رواہ الاثمہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدہ فاسدہ کے باعث وعظ خلاف شرع ہے جب تو ظاہر ہے کہ اس کا وعظ اس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں برا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ الشَّارِ۔ رواہ الترمذی وصحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت مضر ہے۔ علماء فرماتے ہیں

(حاشیہ)

دکنار سید سادہ الفا میں آیت یا حدیث کا مفہوم بیان کیا جائے تو اس کی پذیرائی نہیں ہوتی عداوت و حکایت اور شعور و لطیفہ کی لت پڑ چکی ہے۔

ان معروضات سے مکمل طور پر اتفاق فرمایا اور اپنے وہ اشعار پڑھ کر سنائے جن میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک مصرع ہے۔ ط مالن سنی بہر قوالی وعرس  
یہ اشعار آپ کے مطبوعہ دیوان رآخری صفحہ دیوان سالک مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات کے آخر میں موجود ہیں۔ اس کے بعد اسی انداز کے ایک مقرر کی کچھ باتیں سنائے گئے۔ فرمایا۔

”فلاں مقرر صاحب ایک تفسیر میں کہہ گئے: یا اللہ! میں تیرا شریک ہوں تو بھی کملی والے کو چاہنے والا اور میں بھی اے چاہنے والا! اور معراج کی تقریر میں ”قاب قوسین“ کا مقام یوں بیان فرمایا۔ رب کہتا تھا اوپر میسرے پاس آجاؤ کملی والا کہتا تھا: تھوڑا سا تو نیچے اتر آؤ! آخر رب کو ہی ماننا پڑا! ایسا ذہالہ! نہرا یا یہ سب کفر ہے۔ جنہوں نے یہ سن کر نعرے لگائے انہوں نے بھی ارتکاب کفر کیا کیوں کہ وہ کفر پر راضی ہوئے۔

(ص ۱۱۲ حیات سالک۔ رضا اکیڈمی دائرۃ المصنفین لاہور)

marfat.com

Marfat.com

ایسے اعراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے درمختار میں ہے التذکیر علی المسابر  
للعظ والاعتقاد سنة الانبياء والمرسلين وبرياسة دماي وقبول عامة من ضلالة اليهود والنصارى ۱۰

## جاہل وفاق میلاد خواں

”ایک شخص حرام کرنے والا مولود پڑھتا ہے۔ اور حرام سے توبہ کرتا ہے۔ اور بعد مولود پڑھنے کے  
پھر حرام کرنے پر کمر باندھ دیتے ہیں۔ تو اس کے حق میں مولود کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور وہ شخص مجلس میں  
مولود پڑھنے کے اور بلانے کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس شخص کی نسبت معروف و مشہور ہے کہ معاذ اللہ وہ حرام کار ہے۔ اس سے میلاد  
شریف پڑھوانا اور اسے چوکی یا منبر پر بٹھانا منع ہے۔ مگر شہرت صحیح ہو۔ نہ جھوٹی بے معنی ہمت۔ جیسے آج کل  
بہت نااہل جاہل خدا ناطرس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر اتہام لگا دیتے ہیں۔ اس سے وہ خود  
سخت حرام و کبیرہ کے مرتکب اور شدید سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ رہا خالی بلانا وہ مصلحت دینی پر ہے  
اگر جانے کہ نرمی سے بھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یوہیں کرے۔ اور اگر جانے کہ دور کرنے اور سختی  
برتنے میں زیادہ نفع ہوگا تو یہی کرے۔ اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت  
کے لئے علانیہ دوری بہتر اور انہوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق و رحمت کے لئے خفیہ نرمی اولیٰ۔  
واللہ اعلم ۱۰

مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوفاء نتیجۃ الی یوم التناد میں جو شخص کہ مخالف شرع مظهر ہو۔  
مثلاً تارک صلوٰۃ، شارب خمر ہو، داڑھی کتر و اتا یا منڈ و اتا ہو، مونچھیں بڑھاتا ہو، بے وضو بے ادبی  
۱۰ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ فتاویٰ رضویہ پنجم۔

مسئلہ ۱۔ وعظ کہنے میں بے اصل باتیں بیان کر دینا مثلاً احادیث میں اپنی طرف سے کچھ چیلے ملا دینا یا ان میں کچھ  
ایسی کمی کر دینا جس سے حدیث کے معنی بگڑ جائیں جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مقررین کی تقریروں میں ایسی باتیں بکثرت پائی  
جاتی ہیں کہ جمع پر اثر ڈالنے کے لئے ایسی حرکتیں کر دیتے ہیں ایسی وعظ گوئی ممنوع ہے! اس طرح یہ بھی ممنوع ہے کہ دوسروں کو  
نہیئت کرتا ہے اور خود انہیں باتوں میں آلودہ ہے الخ ص ۲۳۔ ۲۴۔ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

۱۰ ۵۵۸۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

گستاخی سے بروایات موضوع تنہا یاد و چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا پڑھاتا ہو۔ اور اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء و مزاح کرے۔ بلکہ اپنے مریدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھنے والوں سے بہتر ہیں کیوں کہ جیسے ان کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہیں۔

ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا۔ بانی مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے شخص کو بوجہ خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش؟ اور پروردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ بانیان و حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب؟

الجواب :- افعال مذکورہ سخت کبائتر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر و مستحق عذاب یزدان و غضب رحمن۔ اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت و ہوان۔ خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر و مسند پر کہ حقیقتہً مسند حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا، اس سے مجلس پڑھوانا حرام ہے۔

روایات موضوع پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام۔ ایسی مجالس سے اللہ عز و جل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں۔ ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا۔ اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الہی ہیں۔

یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں۔ اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر۔ اور ان حاضرین و قاری سب کے برابر ایسی مجلس کے بانی پر ہے۔۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں۔ البتہ وہاں ابلیس و شیاطین کا ہجوم ہوگا۔ والیعا ذبا شراب العالمین۔

ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با وضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو

بھی جائز۔ اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو۔ اور اگر عیاذ باللہ استخفاف و تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے۔  
یوہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے۔ یوہیں وہ کلمہ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے  
والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں۔ الخ۔ صاف سنت متواترہ کی توہین اور کلمہ کفر ہے۔ والعیاذ  
باللہ رب العالمین۔ ملخصاً یہ

## متفلسفہ

بعونہ تعالیٰ! فقیر نے رد فلسفہ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب مسکنی بنام تاریخی "فوز مبین در  
رد حرکت زمین" لکھی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکت زمین باطل کی۔ اور جاذبیت و تا فریت  
وغیرہا مزعومات فلسفہ جدیدہ پر وہ روشن رد کئے جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر بحمدہ  
تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے کہ فلسفہ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مس نہیں۔  
..... ہم نے تیس مقام ان کے رد میں لکھے جن سے بعونہ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت  
روشن ہو گیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح باز پچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔  
..... مسلمان طلبہ پر دونوں کتابوں (فوز مبین اور النکرة الملهمة) کا بغور بالاستیعاب  
مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفہ مرز خرفہ کی شناختوں، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں  
پر مطلع رہیں۔ اور بعونہ تعالیٰ عقائد حقہ اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں۔  
..... فلسفہ قدیمہ کی دو چار کتابیں مطابق درس نظامی اعلیٰ حضرت (والد محترم مولانا  
نقی علی اقدس سرہ الشریف سے پڑھیں اور چند روز طلبہ کو پڑھائیں۔ مگر بحمدہ تعالیٰ روز اول سے  
طبیعت اس کی ضلالتوں سے دور اور اس کی ظلمتوں سے نفور تھی۔  
..... آج ۴۵ برس سے زائد ہوئے کہ بحمد اللہ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رخ نہ کیا۔ نہ  
اس کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھا۔ اب اخیر عمر میں سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوات والتسلیمات  
نے اپنے کرم بے پایاں کا صدقہ بندہ عاجز سے یہ خدمت لی کہ دونوں فلسفوں کا رد کرے اور ان کی  
قباحتوں، شناختوں، حماقتوں، ضلالتوں پر اپنے دینی بھائیوں، طلبہ علم کو اطلاع دے۔

ناظرین والائیکین، اہل انصاف و دین سے امید کہ حسب عادت متفلسفہ لِمَ۔ ولا نسلم  
وانکارواضحات۔ و تشکیک بے ثبات۔ و فارغ نمجا ولات کو کام میں نہ لائیں۔ ان کے اجلہ اکابر ماہرین  
ابن سینا سے جو پوری مصنف شمس بازغہ تک کون ایسا گزرا ہے جس پر ہمیشہ رد و طرد نہ ہوتے  
رہے۔ فلسفہ مزخرفہ کا شیوہ ہی یہ ہے کہ

ہر کہ آمد غمارت نو ساخت۔ رفت و منزل بدیگرے پرداخت

عرض علم منطق سے علم بیان افضل ہے یا نہیں۔

ارشاد ہاں فلاسفہ کی بنائی ہوئی منطق سے تو افضل ہی ہے۔

عرض اور حضور شریعت کی منطق۔

ارشاد ہاں شریعت کی منطق بے شک علم بیان سے افضل ہے۔

عرض اس کی کیا تعریف ہے۔

ارشاد وہ ایک ایسا قانون ہے جس کی مراعات خطائے کفر سے بچائے۔

عرض حضور اس کے جاننے والے بھی ہوئے ہیں۔

ارشاد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا تھا جس سے وہ خطائے کفر سے بچتے تھے حالانکہ فلاسفہ  
کی منطق اس وقت بھی نہیں اور پھر ائمہ مجتہدین کون سی منطق جانتے تھے۔

عرض علمائے ظاہر میں کوئی ایسا گزرا یا نہیں۔

ارشاد میں جس کو بتاؤں گا آپ کہیں گے یہ علمائے باطن میں سے تھے شریعت کی منطق ایک نور

کا نام ہے جس کو خدا عطا فرمائے آپ چاہیں کہ ظلمت والوں میں کوئی ایسا ہو۔ میں ظلمت

والوں میں سے کس کو لاؤں جو نور والا ہو۔

عرض علم ظاہری میں وہ کون سا علم ہے۔

ارشاد وہ علم اصول فقہ و حدیث ہے اور باقی یہ سب منطق و فلسفہ تو فضول ہے حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

چند خوانی حکمت۔ یونانیوں۔ حکمت ایمانیوں۔ راہم بخوان

پائے استدلالیاں جو ہیں بود۔ پائے جو ہیں سخت بے تمکیں بود



گر بہ استدلال کا بہ دیں بُدے فخرِ رازی راز دار دیں بُدے

(پھر فرمایا) استدلال پر دار و مدار دو باتوں کی طرف سے جاتا ہے یا حیرت یا ضلالت۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نزاع کا جب وقت آیا، شیطان آیا کہ اس وقت شیطان پوری جان توڑ کو کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا ایمان سلب ہو جائے اگر اس وقت پھر گیا تو پھر کبھی نہ ہوٹے گا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم نے غم بھر مناظروں مباحثوں میں گزاری۔ خدا کو بھی پہچانا؟ آپ نے فرمایا بے شک خدا ایک ہے۔ اس نے کہا اس پر کیا دلیل۔ آپ نے ایک دلیل قائم فرمائی۔ وہ ضیث معلّم الملکوت رہ چکا ہے، اللہ نے وہ دلیل توڑ دی۔ انہوں نے دوسری دلیل قائم کی اس نے وہ بھی توڑ دی۔ یہاں تک کہ ۳۶۰ دلیلیں حضرت نے قائم کیں اور اس نے سب توڑ دیں۔ اب یہ سخت پریشانی میں اور نہایت مایوس۔ آپ کے پیر حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ کہیں دور دراز مقام پر وضو فرما رہے تھے وہاں سے آپ نے آواز دی کہ کیوں نہیں دیتا کریں نے خدا کو بے دلیل ایک مانا ہے

آفتاب آمد دلیل آفتاب گردیلے خواہی از دے و متاب

## اہل کتاب و کفار و مشرکین سے موالات و معاہلات

ارشاد الہی، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَخِذُوْا اِیْطَانًا مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْکُمْ خِیْلًا۔  
عام و مطلق ہے کافر کو راز دار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تاقدہ قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا۔

سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین۔  
(مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اسے اسی آیت کریمہ سے ثابت بتایا ابو یعلیٰ مسند اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تستضيئوا بنار المشركين قال فلم ندر ما ذلک  
حتى اتوا الحسن فسألوه فقال نعم يقول لا تستشیروهم فی شی من امورکم قال الحسن وتصدیق

۵۲ ۵۳۔ المغنۃ ج۱۴ منطلق و فلسفہ سے مستفاد بعض امور و احکام کا ذکر صحت تامہ فتویٰ رضویہ جلد دوم میں بھی ہے۔

ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْاٰیَةَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطٰغٰنَةٍ مِّنْ دُوْرِكُمْ  
ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو کہا ہم نہیں  
جلستے اس سے یہاں تک کہ حسن بھری کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا حسن بھری نے کہا ہاں ان سے اپنے  
کاموں میں مشورہ نہ لو اور اس کی تصدیق میں یہ آیت تلاوت فرمائی ۔ اے ایمان والو اپنے رازوں میں مشورہ  
اپنے مسلمانوں کے سوا دوسروں سے نہ لو ۔

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیہ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا  
ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید والی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی :  
انه قيل له ان ههنا غلاما من اهل العيرة حافظا كتابا فلواتخذته كاتباً قال  
اتخذت اذن بطانة من دون المؤمنين ۔

تعلیل ہے اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لاینتھکم اللہ ہے ۔  
الاكثر من على انهم اهل العهد وهذا قول ابن عباس والمقاتلين والكلبي ۔

ہم نے الحجۃ المومنین میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایتہ البیان و  
کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستصفی و نہایہ و فتح القدیر و بحرہ الرائق و کاتنی و تبیین الحقائق و تفسیر احمدی و  
فتح اللہ المبین و غنیہ ذوی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و جوتی زادہ و بدائع ملک العلماء  
سے ثابت کیا حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں قبل ارشاد و اغلظ علیہم انواع  
انواع کے نرمی و عفو و صفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مؤلفہ۔ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد  
کریم نے ہر عفو و صفح کو نسخ فرمادیا اور مؤلفہ۔ القلوب کا سہم ساقط ہو گیا ۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليکفر انا اعتدنا للظالمين سارا  
احاط بهم سرادقها ۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ  
کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیہ کریمہ و اغلظ علیہم کو فرماتے  
ہیں انخت هذه الآية كل شي من العفو والصفح يستر آن عظيم نے یہود و مشرکین کو عداوت  
مسلمین میں سب کا سرور سے سخت تر فرمایا ۔

لتجدن اشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود والذين اشرکوا۔

مگر ارشاد:

يا ايها النبي جاهد الكفار والمنفقين واغلب عليهم وما وئيم جهنم وبئس المصير۔

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی عیلت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرمایا کہ اس پر جہاد و غلبت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملۃ واحدة۔

ہاں معاہدہ کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ہے ضرورۃ معلوم و مستقر فی الذہان کہ حکم جاحد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم يتعلق به ابتداء کما افاده فی البحر الرائق۔ تفاوت عداوت بر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کمتر ہوتا حالانکہ یکساں ہے۔

ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل و قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھلے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں۔

امام سرخسی نے مشرع صغیر میں فرمایا: والاستعانة باهل الذمة بالکلاب۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس میں بھی کتابی کی تخصیص نہ کر مانی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔

ان مباحث کی تفصیل جلیل المعجزة المومئنه میں ملاحظہ ہو۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لا یأونکم خیالائے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات میں و شر او اجارہ و استجار کی مثل ہے۔

ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو۔ اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بکسی ہیں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جاتا تو بے شک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و ستر آن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں وہ تو

مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فائدہ منہم ہو گیا ان کی تودلی متناسی ہی تھی۔

قال تعالى ودوا لوتكفرون كما كفروا فتكوفون سواء۔

ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو تم اور وہ ایکسے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مگر الحمد للہ کہ کوئی مسلمان آیہ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیبِ ستران کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کھاتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان بھکی پڑے کھل جاتے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی پھر بھی خلافِ احتیاط و شیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سربراہ اور وہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں۔

وہ جیسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں آیہ کریمہ لا تتخذوا بظانہ من دونکم لایاؤنکم خیلاً۔ (کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) و کریمہ ولیم یتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المؤمنین ولیجۃ (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنایا) و حدیث مذکور لا تستضیثوا بتار المشرکین (مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو پس ہیں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیل کار و مشیر بنانا ہوگا۔

امام محمد عبد ربی بن الحجاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں :

یعنی سخت تر قبیح و شیع ہے وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طیب اور سنی سے علاج کرانا جن سے خیر خواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بد سگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا :

یعنی وہ مسلمان کو کھلے شر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں ان کا نام ہو اور معاشش خوب چلے اور اس کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر نہ لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرغن کھو دے مگر جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مر جائے یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے مگر جب حمام

کرے مرض پلٹے اور موت ہو یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اور ان کے سوال ان کے فریبوں کے بہت طریقے میں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن یوں پہننے بنا تا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب بات باتہ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت زبرد خواہ ہے۔ تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوتِ دینی کہ یہ نہیں جاتی۔

پھر فرمایا:

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں مشرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچ جائیں یوہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علماء و صلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود و ظاہر ہیں اور کبھی علماء و صلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا۔ رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا۔ وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کہ اس وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا۔ لوگ انہیں بلانے آئے انہوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھر تھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر فرمایا میں نے کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا۔ میں اندر گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میسر نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا۔ وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہو گیا۔

پھر فرمایا بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بنائے مسلمان کو دکھائیں یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے فرمایا:

وهذا ليس بشئ ايضاً من وجوه الاول ان المسلم قد يفض عن بعض ما وصفه الثاني فيه

اقتداء الغیر بہ الثالث فیہ الامانة لهم علی کفرهم بما یعطیہ لهم الرابع فیہ ذلک المسلم لهم الخامس فیہ تعظیم شانهم لاسیما ان کان المریض رئیساً وقد امر الشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام بتصفیر شانهم وهذا عکسہ۔ یہ بھی بوجہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دو اکافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر کے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی۔ مسلمان کو اس کے لئے تواضع کرنا پڑے گی۔ علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔

پھر فرمایا: ثم مع ذلک ما یحصل من الانس والود لهم وان قل الامن عصم اللہ وقلیل ما هم ولیس ذلک من اخلاق اهل الدین۔ پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں ہے۔

پھر فرمایا: ومع ذلک یغشی علی دین بعض من یستطبہم من المسلمین۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا۔ انہوں نے اسے بلایا وہ علاج کرتا رہا۔ ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اکی کو اختیار کرنا چاہئے اور یونہی کیا کیا بکتا رہا یہ ترساں ورزاں جاگے اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انہیں پہنچے۔ امام فرماتے ہیں: وهذا قد رحم بسبب انہ کان معنی بہ فیخاف من استطبہم ولم یکن معنی بہ ان یهتک معهم ولولم یکن فیہ الا لغوف من هذا الامر الخطر لکان متعینا ترکہ فکیف مع وجود ما تقدم۔ ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے جو ایسا نہ ہوا ورنہ ان سے علاج کرائے اس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اسی قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا۔

ان امام تاصح رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء و عظمائے دین کے لئے زیادہ خطر کا مؤید۔ امام مازری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا۔ اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یونہی ہوا آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت کیا۔ اس نے کہا اگر آپ پچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ نے شفا بخش پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو عاذق اہل کفر دیا اور مسلمانوں کو ممانعت و سرمدی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔

یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لایا لولکم جبلا تو عام کفار کے لئے فرمایا۔

عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ و جملہ متون و عامہ شروح و فتاویٰ و تدبیر سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول صوری و ضروری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام میں ملے گا کہ میرے فتاویٰ جلد اول میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پاسے گی نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا علیگیری منشاہ سند مذکور سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے :

لو اجرت كلمة الكفر على لسانها مفاضة لزوجها او اخراجا لنفسها عن حالته او لاستجاب النهر عليه بنكاح متأنت تعزم على زوجها فيجبر على الاسلام ولكن فتاوى ان يجدد النكاح بادي شي ولو بدینار سخطت اورضیت و لیس لها ان تتزوج الا بزوجها قال الهندواني اني اخذ بهذا قال ابواللیث و به نأخذ کذا فی القراتا شی ۔

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے :

صرحوا بتعزیرها خمسة وسبعین وتجبیر علی الاسلام و علی تجديد النكاح بمهر

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتد ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہو گیا کہ ارستداد احدھما فسخ فی الحال۔ پھر بعد عدت دو سکے سے اسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہرباندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ مفتی بہ کو کہ قول امّہ بخار ہے فتوائے امّہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں یا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے اور نکاح باقی ہے۔ جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس و میں جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے تہیت کرے زوجہ حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے اور اس کی عدت گزر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متار کہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہو جائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے۔ والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا ان کے اخبار اور مذاہب پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالاں کہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض و الزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا۔۔۔۔۔ اور علمائے متقدمین و متاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔ تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ مسافر میگزین۔ مسافر ہڑپاچ آریہ پتر بریلی۔ ستیا رتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں۔

۱۔ احکام شریعت حصہ دوم

۲۔ اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے پسند ابیاض چھوڑ دی گئی ۱۲۔

marfat.com

Marfat.com



آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں مفصل بیان فرمائیے۔ اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

**الجواب:** اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے با حیات دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کا غذ ہتہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونہ کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کا پی نوبیسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہر الہی کی آگ ان کے لئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکہ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔

یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے :

اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے ہذا نقل نہ کئے گئے اقول تعجب اور نہایت تعجب ان مسلمانوں سے جو کاپی نویسی و تصنیع ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے سچے کچے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں نہیں باندھتے چنانچہ بعد رسالہ اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک کتاب میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتاب میں ایک مسلمان کو مغلہ کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختلف ار مولوی نواب سلطان احمد خان صاحب (ناقل فتویٰ)۔ سٹہ یہاں بھی سلور ملعونہ تھیں۔

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعد لهم عذاباً مهيناً .  
 بے شک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں  
 اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب ۔

اُن ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نفل کر دینے یا چھاپ  
 دینے والے ہیں، سخت ملعون و مردود گمان ہے زید کسی دنیا کے عزت دار کو گایاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز  
 نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار  
 کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا  
 نکل چلانے والا غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی  
 میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے :

وَلَا تَقَاوُنَا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ .

گناہ اور عد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو ۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مشى مع ظالم يعينه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام .

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا ۔

یہ اس ظالم کے لئے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبا لے یا زید عمرو کسی کو تاحق سخت

سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو

گایاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیوں کر مسلمان رہ سکتا ہے ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر

والضیاء فی صحیح المختار عن اوس ابن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے :

من آفات البدع كتابة ما يحرم تلفظه من شعر المجون والفواحش والمقذات والقصص

التي فيها نعوذ لك و الاهاجي نثرًا ونظمًا والمصنفات المشتملة على مذاهب الفرق

بالضالة فان القلم احدى الساتين فكانت الكـ اية في معنى الكلام بل ابلغ منه لبقائها

في صفحات الليالي والايام والكلمة تندب في الهواء ولا تبقى ام مختصرًا

marfat.com

Marfat.com

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

و اما ينسب الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين .

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتاتے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازہ کی نماز حرام ہے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پر جانا سب حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره . واللہ تعالیٰ اعلم .

فقیر کے یہاں فتاویٰ مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں۔ میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باز نہ آتیں۔ واللہ خیر حافظ و ہر ارحم الراحمین۔ کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز مشرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہو گا مگر یہ کہ اس کے مذہب و عقیدہ کفر پر مطلق ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم بھیر دیا اور کہا کہ میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دئے تھے۔ ۱۲ اس

ت حکام شریعت حصہ سوم ج احکام شریعت حصہ سوم

## کفار سے مشابہت

جب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ اکابر علماء یہود سے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ عادت سابقہ کے باعث تعظیم روزِ شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشتِ شتر کھانے سے کراہت ہوئی۔ رب عز وجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ۔ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو یہ نہ ہو کہ مسلمان ہو کر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو اور اگر نہ مانو تو خوب جان لو کہ اللہ غابِ حکمت والا ہے۔ تم پر عذاب لائے اے کوئی ردک نہیں سکتا۔ پھر فرمایا جو مسلمان ہو کر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وہ کافر ہے کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہی ناکہ آسمان سے ان پر عذاب اترے اور ہوتے والی ہو چکے یعنی ہلاک و تمام کر دئے جائیں۔ والیٰذا باللہ تعالیٰ۔

ان آیات میں رب العزت جل و علا نے خصلتِ کفار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعید شدید فرمائی۔ اور شک نہیں کہ دارِ حمی منڈانا کتر تا خصلتِ کفار ہے۔ اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوسِ ملعونہ کی تھی ان سے اور کفار نے سیکھی۔ جب عہدِ محدث مہد امیر المومنین غیظ المنا فتن سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسریٰ خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے الٹ دیا گیا۔ مجوس منجوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبولِ جزیہ رہے کچھ پریشان و سرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکے۔

یہاں کے راہب نے ان سے تعظیمِ گاؤ و تحریمِ مادر و دختر و خواہر کا عہد لے کر جگہ دی۔ ہنود بے بہود نے دارِ حمی منڈانا، نوروز و مہرگان بنام ہولی و دیوالی منانا ان میں آگ بھیلانا۔ وغیر ذالک من الحصال الشنیعہ ان سے اڑایا۔

مجوس ایران کہ مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں بہت بد باطن اپنی تباہی ملک و افسر و تاج مارا و دختر کے باعث دلوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان کہہ کر اسلام کی عزت و شوکت، اسلام کی قوت و ددلت اسلام کے تاج و معراج یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی۔

جب ابنِ سبا یہودی خبیث نے مذہبِ رفس ایجاد کیا اور شدہ شدہ یہ ناشدنی مذہبِ ایرانیوں تک پہنچا۔ ان آتش پرست بیچوں کی دلی آگ نے موقع پایا کہ آہا اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا

کہ امیر المؤمنین پر تبرائے اور خطے مومنین بنے رہے۔ انہوں نے ہزار جاں لیکہی اور نئے دین کی تائید تفریح بڑھ چلی۔ باپ دادا کی قدیم سنتیں اپنا رنگ لائیں۔ نوروز منائے۔ وارڈیاں کتروائیں۔ اتیان اُدار و اباحت و اعارت و اجابت فرج کی کیا گنتی؟ نکاح محارم تک منظور رہا مگر پردہ حریم میں مستور رہا۔

ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرازہ تاخت نے سیاہان ہند کے منہ پھید کر دیے۔ ہزاروں مارے۔ لاکھوں قید کئے۔ یہاں تک کہ ہندو کے معنی ہی غلام ٹھہر گئے۔ یہاں کے نو مسلم مسلم تو ہوئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے۔ وارڈیاں منڈائیں۔ بسنت منائیں۔ ساوتی کریں۔ جنریا رنگائیں۔ عورتیں بد لحاظی کے کپڑے پہنیں۔ بکنے بھر کی سب غیریں۔ سامنے آنے کے واسطے بہنیں۔ شادیوں میں معاذ اللہ فحش گیت۔ سالی بہنوں میں ہنسی کی ریت۔ یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود۔ اور اکثر دیہات میں بولی دیوالی بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود۔ پھر اس عمل داری میں شیوعِ بچریت۔ بے قیدی شہر۔ و آزادی نفس کے لئے سونے میں سہاگہ۔ کچھ اتباعِ فرنگ۔ کچھ زناتی امنگ۔ صفائی رخسار کا نصب جاگا۔ لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائے گا۔ نسلاً عجوسی، یا مذہباً رافضی، یا یورپی تہذیب کا دلدادہ، بچری، یا جھوٹے متصوف، یا بتلائے رقص خفی، یا باپ دادا ہندو نو مسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوارہ جاہل۔

بہر حال! اس کا بعد اُمنیج و مرجع وہی خصلتِ کفار، جس سے خدا ناراض، رسول بیزار، جس پر قرآن عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مارا۔ آئندہ ماننے نہ ملنے کا ہر شخص مختار۔ والتوفیق من اللہ العزیز الغفار الخ ملخصاً۔

## بد مذہبوں سے میل جول

اہل سنت و جماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سستی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے؟ الخ۔

الجواب: روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بینا فی رد الرافضة۔ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں۔ ان سے میل جول نشست برخاست۔ سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

لے ص ۲۴ تا ص ۲۵ لغز الخ فی اعجاز اللغز رد ۱۴۱۱ھ / مطبع اہل سنت و جماعت بریلی۔

وَأَمَّا يُنَبِّئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سَيَاتِي قَوْمٌ لَّهُمْ نَبِزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّاغِبَةُ يَطْعَنُونَ السَّلَافَ وَلَا يَشْهَدُونَ جُمُعَةَ وَلَا جَمَاعَةً فَلَا تُجَالِسُوهُمْ وَلَا تَوَاكَلُوهُمْ وَلَا تُشَارِبُوهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوهُمْ وَإِذَا مَرَضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِذَا مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَلَا تَصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تَصَلُّوا مَعَهُمْ۔  
عشر یاب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بد لقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالحین پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ ان کے ساتھ نہ کھانا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا۔ مرجائیں تو ان کے جنازے میں نہ جانا۔ نہ ان پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جوسنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم فاسق ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرض : اکثر لوگ جان بوجھ کر بد مذہبوں کے پاس بیٹھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے۔

ارشاد : حرام ہے اور بد مذہب ہو جانے کا اندیشہ کامل۔ اور دوستانہ ہو تو دین کے لئے زہر قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِيَّاكُمْ وَ اِيَّاَهُمْ لَا يُصَلُّوْا بِكُمْ وَلَا يُفْتِنُوْا بِكُمْ۔ انہیں اپنے سے دور رکھو۔ اور ان سے دور بھاگو۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے۔ اِنَّهَا الْكَذْبُ شَيْءٌ اِذَا حَلَفْتَ نَكِيفًا اِذَا وَحَدَّثَ۔ نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑا جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔  
صحیح حدیث میں فرمایا۔ جب دجال نکلے گا کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم ہیں۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا۔ وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے۔

حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں حلف سے کہتا ہوں کہ جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف سے فرماتا۔ \_\_\_\_\_ دوسری حدیث میں ہے۔ جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں۔ ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا جب اس کی نزع کا وقت آیا۔ لوگوں نے حسب معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا۔ نہیں کہا جاتا۔ پوچھا۔ کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے کبہ رہے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر کو برا کہتے تھے۔ اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اسے۔ ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ یہ نتیجہ بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔ جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگوئیوں سے میں جوں کی یہ شامت۔ تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست کی آفت کس قدر شدید ہوگی۔ اُن کی ہر گویا صحابہ تک ہے۔ ان کی انبیاء اور مہد الانبیاء۔ اور۔ اللہ عزوجل تک بٹے

## میلہ ہنود میں شرکت

عرض: ہنودوں کے رام لیلا وغیرہ دیکھنے جانا کیسا ہے۔

ارشاد: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ۔ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ مسلمان ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سند عاک کی کہ اگر اجازت دیں تو نماز میں کچھ آیتیں تورات شریف کی بھی ہم لوگ پڑھ لیا کریں۔ اس پر یہ آیت کریمہ ارشاد فرمائی۔ تورات شریف پڑھنے کے واسطے تو حکم ہوا رام لیلا کے واسطے کیا کچھ حکم نہ ہو گا یہ

اہل ہنود کے میلوں مثلاً دسہرہ وغیرہ میں مسلمانوں کا جانا کیسا ہے کیا میلوں میں جانے سے ان لوگوں کی عورتیں نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں؟ کیا تجارت پیشہ لوگوں کو بھی جانا ممنوع ہے؟

الجواب:- ان کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے۔ اگر ان کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا کفر و شرک کریں گے۔ کفر کی آوازوں سے چلائیں گے۔ جب تو ظاہر ہے۔ اور یہ صورت سخت حرام منجملہ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں اگر کفری باتوں سے نافر ہے۔ ہاں معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرنا یا ہلکا جانے تو پسند ہی کا فرق ہے۔ کس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی۔ اور یہ سلام سے —  
ورنہ فاسق ہے۔ و فاسق سے نکاح نہیں جائز۔ پھر بھی وجہ شدید ہے اور کفریات کا تمہارا بننا غلامان بعید ہے

اور اگر مذہبی میلہ نہیں۔ لہو و لعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات و قبائح سے خالی ہو۔ اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔

اور اگر تجارت کے لئے جائے اگر میلہ ان کے کفر و شرک کا ہے۔ جانا ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا مبعہ ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ۔ اور اگر لہو و لعب کا ہے اور خود اس سے بچے۔ نہ اس میں شریک ہو نہ اسے دیکھے۔ نہ وہ چیزیں جو ان کے لہو و لعب ممنوع کی ہوں بیچے تو جائز ہے۔ پھر بھی مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہے۔ ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر۔ اور اگر خود شریک ہو یا تماشا دیکھے یا ان کے لہو و لعب کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ و ناجائز ہے۔

ہاں ایک صورت جواز مطلق کی ہے وہ یہ کہ عالم انہیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جب کہ اس پر قادر ہو۔ یہ جانا حسن و محمود ہے۔ اگرچہ ان کا مذہبی میلہ ہو۔ ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہے۔ (ملخصاً)

کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے۔ جو لوگ ایسا فتویٰ دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں۔ البتہ اس میں شریک ہونا مسلمانوں کو منع ہے۔ حدیث میں ہے من کثر سواد قوم فہو منہم۔ دوسری حدیث میں ہے۔ من جامع المشرکین و مسکن معہ فاسہ مشہ۔ علماء فرماتے ہیں۔ مسلمان کو چاہئے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گزرے کہ ان پر لعنت اترتی ہے۔ اور ظاہر کہ ان کا میلہ صد ہا کفر کے شعار اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا۔ اور یہ ممانعت و ازالہ منکر پر قادر نہ ہوگا۔ تو خواہی خواہی گونگا شیطان اور کافر کا تابعدار ہو کر مجمع کفار میں رہنا اور ان کے کفریات کو دیکھنا سننا مسلمان کی ذلت ہے۔

## حُرْمَتِ سِجْدۂ مَعْمُومَہ

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزوجل کے موافقی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور

۱۔ ص ۲۵۰۔ عسکری شریعت و احکام ج ۱ ص ۲۵۰۔

۲۔ ص ۲۵۰۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۲۵۰۔



سجدہ تحت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین۔ ایک جماعت فقہائے مکفیہ منقول اور عند التحقیق کفر صوری پر محمول۔ کما سبقتی بتوفیق المولیٰ سبعتہ و تعالیٰ۔

ہاں! مثل عنم و صلیب و شمس و قمر کے لئے سجدے پر مطلقاً اکفار۔ کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار ان کے سوا مثل پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز و مباح۔ جیسا کہ زید کا اذکار باطل۔ نہ شرک حقیقی تا مغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل۔ بلکہ حرام ہے اور کبیرہ و فحشاء۔ فیغفر لمن یشاء۔ و یعذب من یشاء۔

ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر واقعہ حضرت یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی دلیل کافی۔ محال ہے کہ اللہ عز و جل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریک خدا بنائے یا اسے رواں بھرائے۔

تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

صحابہ کرام نے حضور کو سجدہ تحت کی اجازت چاہی۔ اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدہ تحت ایسی فیج چیسہ ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سجدہ تحت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر؟ واللہ الہادی البصیر۔

۱۔ کتاب الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود النحیۃ۔ کتاب غاۃ سنان میرٹھ۔

۲۔ کتاب الزبدۃ الزکیۃ۔

انتباہ! امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کی یہ کتاب الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود النحیۃ ۱۰۳۴ھ اتنی مدلل اور وقیع ہے کہ اس کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے۔

وہی رسالہ جامعۃ تدن عن غزارة علمہ وسعة اطلاعه (ص ۲۰) بدستہ زہدہ الاطرا یہ ایک جامع رسالہ ہے جس سے مولانا بریلوی کے وفور علم اور ان کی وسعت معلومات کا پتہ چلتا ہے۔

الزبدۃ الزکیہ میں متعدد آیات کریمہ کے علاوہ چالیس احادیث مبارکہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ اگر کسی نے غیر اللہ کو عبادت کی نیت سے سجدہ کیا تو شرک اور تعظیم کی نیت سے کیا تو حرام۔ اور نہ دوسرے سجدہ تعظیم کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ہے۔ یس اخترمصباحی۔

## مسلمانوں کی ایذا رسانی

جو شخص کسی عالم کی نسبت یا کسی دوسرے کی نسبت لفظ مردود کہے یا بول کہے کہ وہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا۔ اس کی نسبت شرع کیا حکم دے گی۔ (مخلصاً)

الجواب: بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے۔ اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ أَذَى مُسْلِمًا فَقَدْ أَظْهَرَ بِي وَمَنْ أَذَى فَقَدْ أَذَى اللَّهَ۔ جس نے بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط۔

پھر علماء دین متین کی شان نہایت رفیع و اعلیٰ ہے۔ ان کی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا۔ ثَلَاثَةٌ لَا يَتَخَفُ بَعْتُهُمُ الْمَنَافِقُ۔ ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَ ذُو الْعِلْمِ وَ إِمَامٌ مُنْقَطِعٌ۔ یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ ایک اسلام میں بڑھاپے والا۔ دوسرا عالم۔ تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ ایسا شخص شرعاً لائق تعزیر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

## فخر بالنسب کی مذمت

شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے إِنَّ الْكِرَامَ كُنْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَشْكُرُونَ۔ تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ ہاں! دربارہ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے۔

مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نوبان سے یا عام امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہ طعن قوم مذکور کے نسبت مومن کہے تو اس کے نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب: الحمد للہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلاد ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

اس بنا پر ہو کہ یہ لوگ کثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے۔ اور حدیث میں فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔ المؤمن من آمن جارہ بوائفہ۔ پھر یہ لفظ بطور طعن انہیں کہنا دوسری شناعیت ہے۔ ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا۔ ایسے شخص کو چاہئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے۔ اللھم اھدنی والسیدین انک انت ارحم الراحمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شخص معزز و با وقعت ہے اور علم بھی رکھتا ہے نیز روزہ نماز کا بھی پابند ہے۔ اس کی نسبت چند معزز اشخاص و ایک ہندو حکام اعلیٰ کے روبرو جن کے نزدیک وہ شخص با وقعت سمجھا گیا۔ لفظ ایک تو بن کے ساتھ کہنا کہ یہ شخص قوم کا جولاہہ ہے۔ یہ کہنا برفے شرع شریف کیسا ہے؟ الجواب: اگر وہ شخص واقع میں قوم کا جولاہہ نہیں تو کذب ہوا۔ افترا ہوا۔ مسلمان کی ناحق ایذا ہوئی۔ کہنے والا متعدد کبائر کا مرتکب ہوا۔ حق العبد میں گرفتار۔ اور سختی نذاب مارا ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اس شخص سے اپنی خطا کی معافی چاہے۔

اور اگر واقع میں وہ شخص جولاہہ تھا مگر اس کے اظہار میں اس وقت کوئی مصلحت شرعی نہ تھی صرف اس کی ایذا و تفضیح مقصود تھی جب بھی یہ شخص گنہگار ہوا۔ توبہ کرنا اور اس سے معافی چاہنا اب بھی فرض ہے۔

اور اگر اس کے اظہار میں کوئی مصلحت شرعی تھی اور بات واقعی تھی تو اس کے قائل پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ کا ہے۔ اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے۔ کیا ایسے امام کہہ سکتے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا دہانی یا دیوبندی وغیرہ بے دین و بدین نہیں۔ سنی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق معین نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بے شک جائز ہے۔

قناب ہونا کوئی مانع امامت نہیں۔ متعدد اکابرین دین نے یہ پیشہ کیا ہے۔

دھوبی کے یہاں گیارہویں شریف کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دھوبی کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے

یہاں کھانا ناپاک ہے محض باطل ہے۔

مسلمان حلال خور جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کر کے طاهر

کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر جماعت میں شریک ہو تو

کیا پچھل صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟۔ اور اس طرف

بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور

مسجد کے لوٹوں سے وضو کر سکتا ہے؟

اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جادو بکشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف

کا کیا حکم ہے ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخشنے۔

الجواب:۔ بے شک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بے شک سب سے مل کر کھڑا ہوگا۔ اور

بے شک صف اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا۔

کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے

ہرگز نہیں روک سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰہِ بے شک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

جب بندے سب اللہ کے مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم

الہی کیوں کر روک سکتا ہے؟

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ تَخَلَّمَ بِمَنْ مَّنَعَ مَسْجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اِسْمُہٗ۔

اس سے زیادہ ظاہر کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزوجل کا یہ نام دربار۔ خاں صاحب شیخ صاحب

مغل صاحب یا تجار۔ زمیندار۔ معافی دار ہی کہتے ہیں۔ کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں۔

علماء جو ترتیب صفوں لکھتے ہیں اس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے، ہرگز نہیں۔ وہ

مطلقاً فرماتے ہیں یصنف الرجال ثم الصبيان ثم الغنائ ثم النساء یعنی صف باندھیں مرد، پھر لڑکے، پھر خنثی، پھر عورتیں۔

بے شک زبال یعنی پاخانہ کھانے والا، یا کتا اس معنی جاوید کش مسلمان پاک بدن، پاک لباس جب کہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا کیا جائے گا اور خاں صاحب، اور شیخ صاحب، مغل صاحب کے روکے پھل صف میں، جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا۔

شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اسے ذیل مجدد کر اس سے پنج کر کھڑے ہوں گے کہ پنج میں فاصلہ ہے وہ گنہ گار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق ہوں گے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَطَعَ صَعًا قَطَعَهُ اللَّهُ، جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے گا۔ اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے سب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہو گا۔ اللہ عز و جل اس کا رتبہ بلند کرے گا۔ اور وہ اس وعدہ جمیل کا مستحق ہو گا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ وَصَلَ صَعًا وَصَلَهُ اللَّهُ، جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔

دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں الناس بنو آدم و آدم من تراب لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ آبَاءَكُمْ وَاحِدٌ أَلَّا تَفْضُلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَبِيٍّ وَلَا لِعَجَبِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِحُمْرٍ عَلَى أَسْوَدٍ وَلَا لَأَسْوَدٍ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِاتِّفَاقٍ. إِنَّ الزَّمَكُمُ عِنْدَ اللَّهِ أَتَشْكُمُ. اے لوگو! بے شک تم سب کا رب ایک اور بے شک تم سب کا باپ ایک، سن لو: کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر۔ نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر، مگر پرہیزگاری سے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا رتبہ والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ رواہ البیہقی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ زبالی شرنا مکروہ پیشہ ہے جب کہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو۔ مثلاً جہاں نہ کافر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں۔ نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ

رطوبت جذب کرے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنقیف بیوت و حفظ صحت کی نیت سے لے اختیار کریں تو مجبوری ہے۔

اور جہاں ایسا نہ ہو تو بے شک کراہت ہے۔ لَتَعَايِلِ النَّجَاسَاتُ مِنْ دُونِ ضَرُورَةٍ۔ وہ بھی ہرگز حد فسق تک منتہی نہیں۔ فسح القدير وقتاوی عالمگیری میں ہے۔ اَمَّا شَهَادَةُ أَهْلِ الصَّنَاعَاتِ الدِّينِيَّةِ كَالْكُتَّاجِ وَالزَّبَالِ وَالْحَائِثِ وَالْحَجَّامِ فَلَا صَحَّحَ انْهَاقُ تَقْبَلُ لَانْهَاقُ تَوَلَّاهَا قَوْمٌ صَالِحُونَ۔ فَمَا لَمْ يُعْلَمِ الْقَادِحُ لَا يَبْنِي عَلَى ظَاهِرِ الصَّنَاعَةِ۔

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہرگز اس بناء پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صداہ امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں۔ ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت سستاں مرزا صاحب۔ عہدہ دار اکھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی پکستان یا کلکڑ صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو تو خسر کھیں گے۔ حالاں کہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں۔ واللہ يقول الحق وهو يهدي السبيل۔

در محنت و غیرہ میں ذیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا واما اتباع الظلمة فاحسن من الكل۔ تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے۔ تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو۔

افسوس! کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے۔

غرض جو حضرات اس یہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلاتے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادی الله ينسادی ويدعو الى الضلال فلا يجيبه۔ ظلم پورا ظلم اور

کفر اور نفاق ہے کہ آدمی موزن کو سنے کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر من معاذین انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا۔ مجاہدہ نفس و تواضع اللہ کا ثواب جیسے پائے گا۔

بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا۔ وہ منظم و بیچارے گھروں پر بڑھ لیں گے۔ سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا؟ اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے؟ اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے؟ یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنادیں گے کہ اس کا طواف کرے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے۔ آمین۔

زید پہلے ٹھا کر تھاب اپنے والدین و عیال و اطفال کو چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے۔ زید کا کل خاندان اس سے برعکس ہے۔ زید مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کون قوم شمار کیا جائے۔ اگر شیخ تو کون شیخ کیوں کہ شیخ بہت قسم کے ہیں۔ اہل ملتناً۔

الجواب :- مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم و قبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اسی قوم و قبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے۔

ہندوئی قوموں میں چار قومیں شریف مانی جاتی ہیں۔ ان میں چھتری یعنی ٹھا کر دوسرے نمبر پر ہیں۔ ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی۔ لہذا انہیں راجپوت کہتے ہیں۔ تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے۔ اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ اِذَا اتَاکُمْ کَیْرٌ مِّنْ قَوْمٍ فَاکْسِرْ مَوَدَّہٗ جَب مہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔

خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندہ خدا بہدایت الہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آ ملا۔ ہم میں کا ہو گیا۔ اس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سبحانہ کو پسند ہو گا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے اس نے تو اسے بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دئے۔

اگر کوئی چار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور

سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون اخوة اور فرماتا ہے۔  
 فاخوانکم فی الدین پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیوں کر حقیر سمجھا جائے؟ الخ۔  
 (مفتاویٰ رضویہ جلد پنجم)

عوام ہندوستان نے چھوت کا مسئلہ کفار ہند سے سیکھا ہے۔ دھوبی ہر قسم کے کپڑے ظاہر و خفیہ سب  
 دھوتے ہیں۔ اس لئے ہندو چھوت مانتے ہیں۔ جاہل مسلمان بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں اور خود ہندوؤں کے  
 مکانوں اور دکانوں سے دودھ دہی پوری پوری کھوری مٹھائی سب کچھ کھاتے ہیں۔ حالاں کہ تمام ہندو سخت گندے ہوتے  
 ہیں۔ اور ان کے ہر تن نہایت گھن کے قابل ہیں۔ مسلمان دھوبیوں سے ظاہر بھی ہے کہ وہ ضرور اپنے کھانے پانی  
 میں طہارت کا خیال رکھتے ہوں گے۔ اور ہندوؤں سے اصلاً اس کی امید نہیں۔ جس قوم کے یہاں گوبر پوٹ رہو یعنی  
 پاک کرنے والا۔ انہیں طہارت سے کیا علاقہ؟

ابستہ جو دھوبی یا کوئی قوم طہارت کا لحاظ نہ رکھے اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے اور نہ کیا  
 جائے تو کچھ گنہگار نہیں۔ جب تک کسی خاص کھانے کی نجاست تحقیق نہ ہو۔ اسی بنا پر ہندو کے یہاں کھانا پسینا  
 سوائے گوشت کے جائز رکھا گیا ہے۔ اگرچہ بچتا بہتر ہے۔ (مفتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۹۱۳)

**تحمیہ سلطانی:** بادشاہ کو بروہت تحت سجدہ کرنا یا اس کے سامنے زمین کو بوسہ دینا کفر نہیں۔  
 مگر شخص گنہگار ہوا۔ اور اگر عبادت کے طور پر سجدہ کیا تو کفر ہے۔ عالم کے پاس آنے والا بھی اگر زمین کو بوسہ  
 دے یہ بھی ناجائز و گنہگار ہے۔ کہنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں۔ (علی گڑھ ہندو تحریک ص ۹۹)  
**سلام:** اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ ان میں سے براہ ہے جو  
 بعض لوگ کہتے ہیں۔ بندگی عرض، یہ لفظ ہرگز نہ کہا جائے۔ بعض لوگ آداب عرض کہتے ہیں۔ اگرچہ اس میں  
 اتنی برائی نہیں مگر سنت کے خلاف ہے۔ (مفتاویٰ رضویہ جلد ۹۳۔ بہار شریعت ص ۱۶)

اکثر جگہ یہ طریقہ ہے کہ چھوٹا جب بٹے کو سلام کرتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے: "جیتے رہو، یہ سلام  
 کا جواب نہیں ہے۔ بلکہ یہ جواب جاہلیت میں کفار دیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "یا اللہ اللہ" اسلام نے  
 یہ بتایا کہ جواب میں وعلیکم السلام کہا جائے۔ (مفتاویٰ رضویہ جلد ۹۳)

اپنے ہاتھ کا بوسہ: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے۔  
 ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (مفتاویٰ رضویہ جلد ۹۳)



## تعزیر داری

تعزیر یہ بنانا سنت ہے جس کا یہ عقیدہ ہو یا قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے سند پکڑے  
ایسا شخص علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک خارج از اسلام تو نہ سمجھا جائے گا اس پر کفر کا اطلاق  
جائز ہے یا نہیں اور یہ کیسے شروع ہوا اگر سامنے آجائے تو، بہ نظر تحقیر یا تعظیم دیکھنا چاہئے یا نہیں؟  
الجواب: وہ جاہل خطا وار مجرم ہے مگر کافر نہ کہیں گے تعزیر یہ آتا دیکھ کر اعراض و رد گردانی  
کریں۔ اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہئے۔ اس کی ابتداء سننا جاتا ہے کہ امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت  
سے ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(حاشیہ)

زمین کا بوسہ: عالم یا کسی بڑے کے سامنے زمین کا بوسہ دینا حرام ہے جس نے ایسا کیا اور جو اس  
پر راضی ہو اور دونوں گنہگار ہوئے۔ (زمینی) (ایضاً)

۱۔ عرفان شریعت اول۔ انتباہ: تفصیلات کے لئے امام محمد رضا قادری قاض بریلوی کا اس موضوع سے متعلق یہ رسالہ  
مکمل و مفید۔ اعلیٰ الافادۃ فی تعزیرات الہند و بیان الشہادۃ۔

تعزیر یہ داری ہے۔ تعزیر داری کہ واقعات کر بلا کے سلسلہ میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا  
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں۔

کہیں تخت بنائے جاتے ہیں کہیں ضربتی ہے اور علم و شمع نکالے جاتے ہیں۔ ڈھول تالے اور قسم  
قسم کے بلجے بجائے جاتے ہیں۔ تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے  
جھگڑے ہوتے ہیں۔ کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں۔ کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں۔ تعزیوں سے منبتیں  
مانی جاتی ہیں۔ سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں۔ ہار بھول مار ل چڑھاتے ہیں۔ وہاں جوتے پہن کر جانے کو  
گناہ جانتے ہیں۔ بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے۔ چھتری لگانے کو بہت  
بڑا جانتے ہیں۔ تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں۔ ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں  
سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں۔ اور وہاں شہرت، مایہ و غیرہ پر فاختہ دواتے ہیں۔ یہ تصور کر کے

عرض۔ تعزیہ داری میں ہو و لوب سمجھ کر جلے تو کیسا ہے؟

ارشاد۔ نہیں چاہئے ناجائز کام میں جس طرح جان و مال سے مدد کرے گا یوں سوا د بڑھا کر بھی مددگار ہوگا۔  
ناجائز بات کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ بندہ پنچا نا حرام ہے اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔  
درمختار و حاشیہ طحاوی میں ان مسائل کی تصریح ہے۔ آج کل لوگ ان سے غافل ہیں۔ متقی لوگ جن کو شریعت کی احتیاط ہے ناواقف سے یہ سمجھ، بندہ کا تماشا یا مرغوں کی پالی دیکھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس سے گنہگار ہوتے ہیں۔

(حاشیہ)

کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔ پھر یہ تعزیہ دسویں تاریخ کو مصروفی کر بلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں۔ گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے۔ پھر تہجد دسواں۔ چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے۔ اور ہندی رچائی جائے گی۔ اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک بنتا ہے جس کی کمرے گھنگر و بندھے ہوتے ہیں۔ گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔

کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اس کے گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں۔ کوئی سقا بنوایا جاتا ہے جھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کر لائے گا۔ کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے گویا یہ حضرت عباس علیہ السلام کی فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزید یوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں۔ یہ سب لغو و خرافات ہیں۔ ان سے ہرگز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں۔

یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے ایسے دین و سنت کے لئے یہ زبردست مستربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنایا۔

بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجیب قسم کا ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لئے ایک جانور ہوگا۔ کہیں

حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی مجمع خیر کا ہو اور وہ نہ جانے پایا اور خبر ملنے پر اس نے افسوس کیا تو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا حاضرین کو۔ اور اگر مجمع شر کا ہو اس نے اپنے نہ جانے پر افسوس کیا تو جو گناہ ان حاضرین پر ہو گا وہ اس پر بھی ہے۔

”ہر جگہ نئی تراش، نئی گلاہت، جیسے اس اصل (روضہ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ کوچہ دشت بدشت، عاشا غم کے لئے ان کا گشت۔ اور اس کے گرد سینہ زنی، ماتم داری کی شور انگنی۔ حرام مرثیوں سے نوحہ کنی۔ عقل و نقل سے کٹی چھنی۔ کوئی ان کچھیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے۔ کوئی مشغول طواف۔ کوئی بسمے میں گرا ہے۔ کوئی اس مایہ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے اپنی مرادیں مانگتا ہے۔ منتیں مانتا ہے۔ عرضیاں باندھتا۔ حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے۔ باجے۔ تماشے۔ مردوں عورتوں کاراٹوں کو میل۔ اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل۔ ان سب پر طرہ ہیں۔“

(حاشیہ)

دلیل بنتا ہے۔ کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں۔

بعض جگہ آدمی ریچھ۔ بند۔ لشکر بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی۔ ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ افسوس کہ محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور مہی بے جا حرکتیں۔ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کیل تماشہ بنایا۔

اسی سلسلہ میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوئی ہوتی ہے۔ اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ درم ہو جاتا ہے سینہ مرغ ہو جاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور پھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینہ سے خون بہنے لگتا ہے۔ تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔ اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔ مرثیے میں غلط واقعات نظم کئے جاتے ہیں اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جرع فزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چوں کہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں، بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے۔

مگر اس میں سستی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انہیں اس کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔ (ص ۲۴۶، ۲۴۸ بہا شہ بیت حصہ شانزدہم)

۸۷۔ المملوفا دوم۔

marfat.com

Marfat.com

(چند سطروں کے بعد) اب بہار عشرہ کے پھول کھلے۔ تاشے۔ باجے بجے چلے۔ رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم۔ بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم۔ شہوانی میلوں کی پوری رسوم۔ جشن فاسقانہ۔ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچے حضرات شہداء اکرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے میں۔ ع اے مومنو اٹھاؤ جنازہ حسین کا۔ گاتے ہوئے مصنوعی کر بلا پوپٹھے۔ وہاں کچھ نوج اتار۔ باقی توڑ تاڑ۔ دفن کر دئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جدا گانہ رہے۔

اللہ تعالیٰ صدقہ شہداء اکرام کر بلا علیہم الرضوان والثناء کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے۔ آمین۔ آمین۔

تعز یہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ (غیر پسندیدہ) کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ان خرافات کے شیوع نے اس اصل مشروع کو بھی اب محذور و محظور کر دیا کہ اس میں اہل بدعت سے مشابہت اور تعز یہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے۔ وما یؤذی الی محظور، محظور۔

تعز یہ جس طرح رائج ہے یہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے۔ نہ وہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم و سینہ کو بی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور بیروں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارک میں ہوں گی امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات محترمہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے کیا توہین امام قابل تعظیم ہے۔ کعبہ معظمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پائے دئے تھے جن پر لعنت و نفرات اور ان تصویروں کو محو فرما دیا۔ یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پائے معظم ہو گئے یا تصویریں قابل ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت افتراءِ اجنبی ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ اور اس کے منکر کو بیزید کہنا رخص پسید ہے۔ تعز یہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العداوان۔

طریقہ مذکورہ ضرور فسق و اتباع روافض ہے اور تعز یہ کو جائز سمجھنا فساد عقیقہ مگر انکار

منشآت شمس، بیرون نوری ادب الاشعار ۱۳۶۶ھ مشہور مستطاب۔

marfat.com

Marfat.com

ضروریات دین نہیں کہ کافر ہونہ اس سے حنیف زائل ہو کہ گناہ مزیل حنیفیت ہو تو سوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنیف نہ ہو سکے۔ معززہ اصولاً بدین تھے اور فروغاً حنیفی جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہو جائے گا۔ یوہیں کسی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہو جائے گا بلکہ اس میں روافض کا ہیرو۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کی بیعت ممنوع و ناقابل ایفاء۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی دواغی پر سب کے برابر۔ لا ینقص من اوزارہم شیئ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظات حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ میں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں؟

① محرم کی دس تھی کہ حضرت مولانا محمد وحید ایک تعزیہ کے ساتھ ہوئے جو بلا ہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لے جاتے تھے۔ آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی ساتھ ہوئے۔ کربلا تک ساتھ ساتھ ہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا۔ کچھ دنوں بعد خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہوئے تھے کہ ان کے ساتھ ایسے کرام کا مجمع تھا۔

۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اسی طرح سر پر ہتھ نیچے نشتر بھنے آئے اور ایک نعرہ کے ساتھ چولے۔ اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔  
دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں۔

دو نوں روایتیں ہمارے پاس ملتی ہیں۔  
 الجواب :- دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں۔ تعزیریہ داریوں کو نہ کوئی دہلی شرعی  
 ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول۔ مجبورانہ حکایات بناتے ہیں۔ اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب  
 سے نقل کرتا ہے۔ کوئی مولانا شاہ عبدالحمید صاحب سے کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے کوئی مولوی  
 فضل الرحمن صاحب سے کوئی میرے حضرت جد امجد سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ہے اور سب باطل و مصنوع  
 ہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیریہ شاید علم بتائے کہ ان کے ساتھ جلتے دیکھا۔

۱ فتاویٰ رضویہ ج ۳۱ - ص ۴۴۲۔

۱۰ تا ۱۲ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلی حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دیوبند حضرت مولانا نذیر حسین صاحب دیوبند حضرت مولانا غلام احمد صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحق صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحامید صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحسین صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحی صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحی صاحب دیوبند حضرت مولانا عبدالحی صاحب دیوبند

اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کر فرمایا مجھے تعزیریں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہوئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔ سبحن اللہ جب تعزیرے ایسے معظم و مقبول و محبوب بارگاہ میں کہ خود حضور پر نور امام انام علی جده الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں ان کے ساتھ چلتے ہیں تو ان سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب و معظم سے مطلب نہ ہوتا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں پھر آگے تمہ کلام ملاحظہ ہو کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔ یہ کاف بیانیہ نہ ہو نہیں سکتا ضرور تعلیل یہ ہے۔ یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی مگر کیا کیجئے ان کے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہذا مجبوراً شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے۔

ہاں خوب یاد آیا۔ ۳ جمادی الآخرہ ۱۲۷۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تو نے تعزیرہ داری کو جائز کر دیا ہے۔ اس خبر کی کیا حقیقت ہے ایک رافضی بڑے فحش سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضاً میرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتویٰ طیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل ہیں اس فتویٰ کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط۔

اب فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار۔ جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو اچائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مرام محرم

اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالیتے ہیں اور اس کو نعل صاحب کی سواری کہتے ہیں۔ اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ملخصاً۔

الجواب:- سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں۔ اور اہل بدعت و فساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ فتویٰ رضویہ دسمبر نصف آخر ص ۳۰

۲۔ فتویٰ رضویہ سوم ص ۱۰

مسئلہ: ① بعض سنت جماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن تعز یہ روٹی پکائی جائے گی ② دس دن کپڑے نہیں اتارتے ③ ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے ④ ان ایام میں سوائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔ یہ جائز ہیں یا ناجائز؟ ملخصاً۔

الجواب :- پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے بلکہ

## محال روافض

رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا ان کی نیاز کی چیز لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جب کہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے۔ کھانا جائز ہے یا نہیں۔ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟  
الجواب :- جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ ان کی نیساز

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

جزع و فرزع میں غلو: اظہار غم کے لئے سر کبال بکھیرنے میں کپڑے پھاڑنے میں اور سر پر خاک ڈالنے اور بھوسہ اڑانے میں۔ یہ بھی ناجائز اور جاہلیت کے کام ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے امور سے پرہیز کریں اور ایسے کام کریں جن سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ (ص ۲۴۸، ۲۴۹۔ بہار شریعت حصہ شانزدہم) بطور خیرات کچھ لٹانا: تعزیوں اور علم کے ساتھ بعض لوگ لنگر لٹاتے ہیں یعنی روٹیاں یا بسکٹ یا اور کوئی چیز اونچی جگہ سے پھینکتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے کہ رزق کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے یہ چیزیں کبھی نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور اکثر ٹوٹنے والوں کے پاؤں کے نیچے بھی آجاتی ہیں اور بہت کچھ کچل کر ضائع ہو جاتی ہیں۔

اگر یہ چیزیں انسانیت کے طریق پر فقرا کو تقسیم کی جائیں تو بے حرمتی بھی نہ ہو اور جن کو دیا جائے انہیں فائدہ بھی پہنچے مگر وہ لوگ اس طرح لٹانے میں اپنی نیک نامی تصور کرتے ہیں۔ (۲۴۹۔ ایضاً)

نیاز نہیں ہوتی۔ اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے قلین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت ہے۔ محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامتِ سوگ ہیں۔ اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعارِ رافضیانِ لٹام ہے۔

## حرمتِ مزامیر

مسئلہ:۔ راگ یا مزامیر کرنا یا سننا گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اور اس فعل کا مرتکب

فاسق ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مزامیر یعنی آلاتِ لہو و لعب برو و لہو و لعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء و دونوں تشریقِ مقتدا کے کلماتِ عالیہ میں مصرح ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرارِ کبیرہ ہے اور حضراتِ علیہ ساداتِ بہشت کبرائے سلسلہِ عالیہ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنّا و بیہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل و افتراء ہے۔

حضرت سیدی فخر الدین زراوی قدس سرہ کہ حضور سیدنا محبوب الہی سلطان الاولیاء نظام الحق و الدنیا و الدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلہ خلفائے ہیں جنہوں نے خاص عہدِ کرامت عہدِ حضور مہدوح میں بلکہ خود بحکم والا، مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع، تالیف فرمایا۔ اپنے امی رسالہ میں فرماتے ہیں:

سَمِعَ بَعْضُ الْمَغْلُوبِينَ السَّمَاعَ مَعَ الْمَزَامِيرِ مَنِ غَلَبَتِ الشُّوقُ وَ أَمَّا سَمَاعُ مَشَائِخِنَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَكَبْرِيٌّ عَنْ هَذِهِ التَّهْمَةِ وَهُوَ مُجَرَّدُ صَوْتِ الْقَوَالِ مَعَ الْأَشْعَارِ الْمُتَشِيرَةِ مِنْ كَمَالِ صُنْعَةِ اللَّهِ تَعَالَى۔

یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبہ حال و شوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیرانِ طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا اس ہمت سے بری ہے۔ وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمالِ صنعتِ الہی جلّ و علا سے خبر دیتے ہیں۔ انتہی۔

بلکہ خود حضور مہدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ "فوائد النواد" وغیرہ میں



جا بجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ ہو ہے، بلکہ ایسا افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے۔

فوائد الفوائد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ ”مزامیر حرام است“ حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لئے سند کافی اور ان اہل ہوا و ہوس مدعیان چشیت پر حجت وافی۔

ہاں جہاد کا طیل، محسری کا نقارہ، حمام کا بوق، اعلان نکاح کا بے جلاجل دت جائز ہیں کہ یہ آلات ہر و لعیب نہیں۔

یو میں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس و کدورات شہوت سے یک نخت بری و منزہ ہو کر قانی فی اللہ و یاقی باللہ ہو گئے کہ لَا يَتَّقُونَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا يَسْمَعُونَ إِلَّا اللَّهَ بَلْ لَا يَعْلَمُونَ إِلَّا اللَّهَ بَلْ لَيْسَ هُنَا إِلَّا اللَّهُ۔

ان میں سے کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر از انجا کہ ان کی حرمت بعینہا نہیں وَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا بَيْنَ أَمْرِ يُنْفَعُونَ بِهَا وَثُوقٌ تَامٌ وَاطْمِئْنَانٌ كَامِلٌ کہ حالاً و مالاً فتنہ منعدم اچھا تا اس پر اقدام فرمایا ہو۔

ولہذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ التامی ردالمحتار میں زیر قول در مختار، وَمَنْ ذَاكَ (ای الملاحی) ضرب التوبة للتفاخر فلو للتعبد فلا بأس به كما اذا ضرب في ثلثة اوقات الخ۔

فرمایا — هذا يفيد ان آلة الله وليست بمعربة بعينها بل يقصد الله وحقها اما من سامعها او اشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادة الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر للمترض بالانكار كي لا يحرم برکتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالى بامدادتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم۔

اقول بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق و اعمق ہے۔ صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ رب العزة

تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔

لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَاقِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا۔

یعنی میرا بندہ بذریعہ توافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے چلتا ہے ۔ انتہی ۔

اب کہتے کون کہتا اور کون سنتا ہے ، آواز تو شجرہ طور سے آتی ہے مگر لاواللہ پیرٹنے نہ کہا اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از خلقوم بعد اللہ بود

یہی حال سننے کا ہے وَلِلّٰهِ الْعُجَّةُ الْبَاطِلَةُ مگر اللہ اللہ ! یہ عباد اللہ کبریت احمر و کوہ یاقوت ہیں ۔ اور نادرا ، احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہو سکتا ۔ کما افاد المولیٰ المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی آخر الحج من فتح القدير فی مسئلة الجواز ۔

نہ یہ مدعیان خامکار ان کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز ۔ فانہما اکذب ما یكون اذا حلفت فکیف اذا وعدت ۔

نہ رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرنا صحیح ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفاء معلوم ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے ۔ هذا هو الانصاف فی امثال هذا الباب واللہ الہادی الی سبیل الصواب ۔

سما ع مجرد بے مزا میرا اس کی چند صورتیں ہیں ۔

اول : رندوں ڈومنیوں محل فتنہ آمردوں کا گانا ۔

دوم : جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ آمرد کی بالتعین تعریف حسن یا کسی

معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب اجناؤ کو حیا و عار آئے۔

سوم : بطور لہو و لعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو تینوں صورتیں ممنوع ہیں۔

الاخیرتان ذاتا و الاوی ذریعة۔

حقیقتاً ایسا ہی گانا لہو و لعب حدیث ہے۔ اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث

کُلُّ لعب ابن آدم حرام الا ثلثة کافی ہے۔ ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزا میر ہوں نہ

گانے والے محل فتنہ نہ ہو و لعب مفسودہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سارے عاشقانہ گیت عزلیں

ذکر باغ و بہار و خط و خال و رخ و زلف و حسن و عشق و ہجر و وصال و وفائے عشاق و جفا کے معشوق

وغیرہ امور عشق و تغزل پر مشتمل جائیں تو فساق و فجار و اہل شہوات و نیتہ کو اس سے بھی روکا جائے۔

اسکا طرف حدیث الغناء یثبت النفاق کما یثبت الماء البقل۔ ناظر۔ رواہ ابن ابی النجیاء

فی ذم الملاحی عن ابن مسعود و البیہقی فی شعب الایمان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہتے تو دور نہیں۔ گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں

کرتا بلکہ دینی بات کو ابھارتا ہے۔ جب دل میں بری خواہش بیہودہ آلائش ہوں تو انہیں کو ترقی دے

گا اور جو پاک مبارک سنہرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا و رسول سے مملو ہیں ان کے اس

شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا۔ وحکم المقدمة حکم ماہی المقدمة لہ۔

انصافاً ان بندگان خدا کے حق میں سے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاویٰ

خیرہ میں ہے۔

لیس فی القدر المذكور من السماع (الی ان قال) اما سماع السادة الصوفية

رضی اللہ تعالیٰ عنہم فمعزل عن هذا الخلط بل ومرتفع عن درجة الاباحة التي

رتبة المستحب كما صرح به غیر واحد من المحققین۔

یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و

وعظ و پند و ذکر آخستہ بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ

اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں۔

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے

خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جواز پر دلیل لائحہ ۱۰ بخشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حدی پر حضور والا صوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات رُوَيْدَكَ يَا اَنْجَسَةَ لَا تَكْبِرْ تَقَوْرِيُوْا ارشاد ہوا۔ ان کی آواز دکش و دل نواز تھی عورتیں نرم و نازک شیشیاں ہیں انہیں تھوڑی بھیس بہت ہوتی ہے۔

عرض مدارِ کار تحقیق و توقع فتنہ ہے۔ جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت، جہاں توقع و اندیشہ وہاں بنظر مہذوبہ ذریعہ حکم ممانعت، جہاں نہ یہ نہ وہ، نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استجاب موجود۔

بِحَمْدِ اللّٰہِ: یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ انشاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں۔  
نَسْأَلُ اللّٰہَ سَوَیِّ الصِّرَاطِ مِنْ دُوْنِ تَفْرِیْطٍ وَّلَا اِفْرَاطٍ۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

عرض۔ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لئے ہیں۔ ناپح وغیرہ بھی کرتے ہیں۔ حالاں کہ اس وقت بارگاہوں میں مزا میر بھی نہ تھے۔

حضرت ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے وقت تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین میں سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ تم جاننے والے ہو۔ مواجد اقدس میں حاضر ہو۔ اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں۔ اور قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ "این بد بختان وقت مارا پریشان کردہ اند" وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔ فرمایا۔ آپ نے دیکھا؟

سوال :- بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقے سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دوسارنگی بچہ ہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور او یا اللہ کی شان میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بچہ ہی ہیں یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور او یا اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ گزگار ہوئے یا نہیں اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب :- ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گزگار ہیں۔ اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے فخر حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا۔ اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔

وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ یا اسی کے لئے اس گناہ کا سامان بھیدلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا۔ یہ ڈھول اور سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیوں کرتے بھلتے۔ لہذا قوالوں کا گناہ بھی اس بلانے والے پر ہوا۔

كَمَا قَالُوا فِي سَائِلِ قَوِيٍّ ذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ إِنَّ الْأَعْدَاءَ وَالْمُعْطِيَّ أَشْمَانٍ لِأَنَّهُمْ نَوَّعُوا مِطْوَا  
لَمَّا فَعَلُوا فَكَانَ الْعَطَاءُ هُوَ الْبَاعِثُ لَهُمْ عَلَى الْأَسْتِرْسَالِ فِي التَّكْدِي وَالسَّوَالِ وَهَذَا  
كَالظَّاهِرِ عَلَى مَنْ عَرَفَ الصَّوَابَ الْكَرِيمَةَ الشَّرْعِيَّةَ وَاللَّهِ الشَّوْفِيُّ -

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ دَعَا إِلَى هَدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ  
أَجْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَاتُ الْأَجْرِ مِنْ أَجْرِ رَحْمَتِ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ  
مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَاتُ الْإِثْمِ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا۔

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پاتے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے۔ اور جو کسی امر مضلات کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہوا اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔ رواہ الاثمة احمد و مسلم والاربعة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں از انحمد اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَیْکُمْ نَزْلٌ فِیْ اَمْتِنِ اَقْوَامٌ لَیْسَتْ جِلْوَنَ الْخُرَّةَ وَالْحَرِیْزَ وَالْخُمْرَ وَالْمَعَارِزَ۔ ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال بھڑائیں گے عورتوں کی شرم گاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ حدیث صحیح جلیل متصل وقد اخرجہ یقضا احمد و ابو داؤد وابن ماجہ و الاسمعیلی و ابونعیم باسناد صحیحہ لامطمئن فیہا صححہ جماعۃ اُخرون من الاثمة کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع۔

بعض جہال بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قیضے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب ترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا مباح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے؟ کاش وہ گناہ کرتے اور گناہ جانتے۔ استرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی ہمت محسوس بان خدا کا برسلسلہ عالیہ چشت قدست اسرار ہم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔

حالاں کہ خود حضور محبوب الہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم فوائد القواد شریف میں فرماتے ہیں۔ مزا میر حرام ست۔

مولانا فخر الدین زرا دی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الہی رضی اللہ عنہا نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسند سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد فرمایا کہ انا سماعُ مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فَبَرِّئُ مِنْ هَذِهِ الشُّمَّةِ

وَهُوَ مُجَرَّدٌ صَوْتِ الْقَوَالِ مَعَ الْأَشْعَارِ الْبَشِيرَةِ مِنْ كَمَا فِي صُنْعَةِ اللَّهِ تَعَالَى - ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہان سے بری ہے۔ وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الہی سے خبر دیتے ہیں۔

للشہ انصاف اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہو گا یا آج کے مدعیان خامکار کی تہمت ہے بنیاد ظاہرۃ الفساد۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق والدین سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:- حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چند چیزیں باید تاسماع مباح شود۔ مستمع و مسموع و آلہ سماع۔ مستمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کو دک نہ باشد و عورت نہ باشد و مستمع آنکھی شنود از یاد حق خالی نہ باشد و مسموع آنچه بگویند محسوس و مسخرگی نہ باشد و آلہ سماع مزامیر است چوں چنگ و رہاب و مثل آں می باید کہ در میان نہ باشد ایں جہتیں سماع حلال است۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلہ علیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مغفروں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے۔

نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے۔

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روز با بعضی از درویشان آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رہاب و مزامیر بود رقص کردند۔ فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچه نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیرون آمدند بایشان گفتند کہ شما چہ کردید در ایں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید۔ ایشاں جواب دادند کہ ما چنباں مستغرق سماع بودیم کہ نہ دانستیم کہ اینجام مزامیر است یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیرے نیست۔ ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید۔

مسلمانو! کیا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا جلد ہر گناہ میں چل سکتا ہے شراب پئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبہ حال کے سبب ہمیں خبر نہ ہوئی کہ جہود ہے یا بیگانی۔

اسی میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرمود میں منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات در میان نباشد و دریں باب بسیار غلو کرد تا بحدیکہ گفت اگر امام را سہو افتد مرد بتسبیح اعلام کند وزن سبحان اللہ نہ گوید زیرا کہ نشاید آواز آن سنوون پس پشت دست برکعت دست زند و کعت دست برکعت دست زند کہ آن بلہومی مانند تائیں غایت از ملاہی و امثال آن پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولی کہ ازین باب نہ باشد یعنی در منع دستک چندین احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولی منع است اہ باختصار۔

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی ہمت۔ لہ انصاف کیا خطبے ربط ہے۔ اللہ تعالیٰ اتباع شیطان سے بچائے اور ان پکے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین اللہ الحق آمین بجاہم عندہ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم۔ بعض خانقاہیں جہاں پشتہ پاشت سے قوالیاں ہوتی چلی آرہی ہیں ان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام۔ زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفوائد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است۔ حضرت مخدوم شرف الملک والدین یحییٰ مینری قدس سرہ نے مزامیر کو زتل کے ساتھ شمار فرمایا۔

اکابر اولیائے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہوت پر نہ جاؤ جب تک میزان شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے جو چار شرطیں لازم ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مخالف شرع مظہر نہ ہو۔ آدمی خود احتیاط کرے اور ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ ۲۹ تا ۳۲۔ احکام شریعت حصہ اول۔

۲۔ ۱۹۔ ایضاً دوم۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم میں بھی ص ۱۹۹ و ص ۲۰۰ پر نیز اس سے پہلے ص ۱۹۸ پر انھیں سے حکم مزامیر موجود ہے

”منصوفہ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں۔ اور کبھی پچھلے کو دہنے اور نا پچھلے لگتے ہیں اس قسم کا گناہ بجا نا

ناجائز ہے۔ ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے۔ مشائخ سے اس قسم کے گلے کا کوئی ثبوت نہیں (بقیہ صفحہ ۲۶۸)



## نشہ و بھنگ چرس

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ  
افیون۔ تازی۔ چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پئے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب  
ہوا یا نہیں؟ بینوا توجہ روا۔

الجواب :- نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ  
حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے۔ یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب  
کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے  
جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ  
معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

## عورتوں کے لئے زیارت قبور

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے لعن اللہ زائرات القبور۔ اللہ کی لعنت

(۲۶۶ کا بیہ)

جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھا جو ان کے حال و کیف  
کے موافق ہے تو ان پر کیفیت و رفت طاری ہوگئی اور وہ کھڑے ہو گئے۔ اور اس حال و رفتگی میں اللہ سے حاکم غیر اختیار  
صادق ہوئے اس میں کوئی حرج نہیں۔

مشائخ و بزرگان دین کے اور ان متصوف کے حال و حال میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہاں مزامیر کے ساتھ محفلیں  
منصہ کی جاتی ہیں جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے۔ نااہلوں کا مجمع ہوتا ہے گلے والوں میں اکثر بے شرع ہوتے ہیں۔  
نایاباں بچلتے اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے کودتے ناچتے ٹھکرتے ہیں اور اس کا نام حال لکھتے ہیں۔ ان حرکات کو  
صوفیائے کرام کے احوال کے کیا نسبت۔ یہاں سب چیزیں اختیاری ہیں وہاں بے اختیاری نہیں۔ (۲۶۷ بہار شریعت  
حصہ شانزدہم) لے احکام شریعت حصہ دوم۔

ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔

مجاور مردوں کو ہونا چاہئے۔ عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بدعت ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے۔ نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کے واسطے زیارتِ قبور درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَعَنَ اللّٰهُ زَوَارِثَ الْقُبُورِ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ الْاَضْرُورُ وَهَـ۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورت بھی داخل ہوں گی یا نہیں؟ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق۔ مگر جو ان میں ممنوع ہیں۔ جیسے مساجد سے اور اگر تجدیدِ حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ اقول۔ قبورِ اقرباء پر خصوصاً بحالِ قرب عہدِ ممات۔ تجدیدِ حزن لازم نہا ہے اور مزاراتِ اولیاء کرام پر حاضری میں احدی الشنا عین کا اندیشہ۔ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز۔ تو قبیلِ اطلاق منع ہے ولہذا غیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ البتہ حاضری و خاکبوسی آستانِ عرش نشانِ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں یا کی یا نا پاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب و حاجت برآئی کے لئے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف و قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربارِ بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے ہیں اور یہ دلیل دلاتے ہیں کہ اگر وہ لوگ تصرف کر سکتے ہیں تو وہاں رندیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں۔ عورتیں غیر محکم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکنے یہ کہنا ان کا اور ان لوگوں کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا ایسا جواب ہے؟

الجواب:- عورتوں کو مزارات اولیاء مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ یہودہ دلیل محض باطل۔ اصحاب مزارات دائرہ تکالیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں نا حفاظتیاں لوگ مسجد میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا؟ حاضرین مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نا درست؟

الجواب:- اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عورتوں کے لئے زیارت قبور کو جانے کی اجازت جو بحر الرائق و نصیح المسائل میں ہے۔ اس سلسلے میں ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ہیں اس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے۔ مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضہ انور کہ واجب یا قریب بہ واجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا یا اتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم علی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص و مزامیر و سرور میں جو آج کل جہاں نے اعراش طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدی خوانی یا لہان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا۔“

عرض! حضور اجیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد! غنیہ میں ہے نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے۔ اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے۔ ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا۔ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ اگر

۱۔ احکام شریعت دوم۔  
۲۔ فتاویٰ رضویہ جہاں۔  
۳۔ ایضاً۔

جب اپنی جانوں پر تسلیم کریں تمہارے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لئے معافی مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا ہمسرا بن جائیں گے۔

خود حدیث میں ارشاد ہوا مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔ جو میرے مزارِ کریم کی زیارت کو حاضر ہوا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ مَنْ حَبَّ شَفَاعَتِي لَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔

ایک توبہ ادا کے واجب دوسرے قبول توبہ تیسرے دولتِ شفاعت حاصل ہونا چوتھا سرکارِ کے ساتھ معاذ اللہ جفا سے بچنا۔ یہ عظیم اہم امور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری غلاموں اور سرکاری کینزوں پر خاک بوسی آستانِ عرش نشان لازم کر دی۔

بخلاف دیگر قبور و مزارات کے کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود اور احتمالِ مفسدہ موجود۔ اگر غریبوں کی قبریں ہیں بے صبری کرے گی۔ ادیسا کے مزار ہیں تو محتمل کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے۔ یا جہات سے تعظیم میں افراط۔ جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے۔ لہذا ان کے لئے طریقہِ اسلم اختیار ہی ہے۔  
بدیادِ منافع بے شمار است وگر خواہی سلامت برکنار است

کفایہ شعی پھر تائیدِ خانیہ میں ہے۔ امام قاضی سے سوال ہوا کہ کیا عورتوں کا قبرستان کو جانا جائز ہے؟ فرمایا ایسی بات میں جائز تا جائز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ جائے گی تو اس پر کتنی لعنت ہوگی۔  
خبردار! جب وہ جانے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے۔ اور جب پلٹتی ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔

البتہ حاضری و خاک بوسی آستانِ عرش نشانِ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے تعدیلِ ادب سکھائیں گے

۱۶۱۔ المتوفی دوم۔

۱۶۲۔ فتاویٰ افریقہ۔

عورتوں کے لئے صافیت زیارتِ قبور کے تفصیلات امام احمد رضا فاضل بریلوی کے قدمِ مرہ کے رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور (۱۳۳۹ھ) سے ملاحظہ فرمائیں۔

## عورت اور پردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

- ① عورات کو اس مکان میں جہاں محرم و غیر محرم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز۔
- ② جس گھر میں نامحرم مرد و عورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا درست شرعی ہونا جائز ہے یا نہیں۔
- ③ جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جو رو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں۔
- ④ ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔
- ⑤ ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔
- ⑥ ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔
- ⑦ جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔
- ⑧ جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔
- ⑨ جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دو سے زائد شخص محرم ہیں حالاں کہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز۔
- ⑩ جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔
- ⑪ جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکورہ صدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین د غیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محرم و غیر محرم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے

چادر وغیرہ سے پردہ کئے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔  
 (۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شہعیہ ہو رہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجدہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے لے کچھ حفظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورت بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورت کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور صدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورت محارم وغیر محارم کا ہو اور عورت محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکان میں عورت سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورت سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس و عطا یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زمانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں۔ فقط۔ بینوا نوجروا عند اللہ الوہاب۔  
 مقصود سائل عورت محارم سے وہ شہادت دار میں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بینوا نوجروا۔

**الجواب:-** صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاظر میں کہ بعونہ عز مجدہ شقوق مذکورہ وغیرہ مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں۔ وباللہ التوفیق۔  
 اول:- اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عبادت یا

تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جب کہ منکرات شرعیہ سے خافی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو۔ منہج فساق نہ ہو۔ تعزیت ممنوع شرعی نہ ہو۔ ناہنج یا گانے کی محفل نہ ہو۔ زنا فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو۔ چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں۔ سمدھنوں کی گایاں سننا سنانا نہ ہو۔ نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو۔ رتھکے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

۱۵۴۔ اجانب کے یہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں۔ شادی غنی زیارت عبادت ان کی کسی تعزیت میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے۔ اگر اذن دے گا خود بھی گنہ گار ہوگا سو اچند صور مفصلہ ذیل کے اور ان میں بھی حتی الوسع تسرد و تحریر اور فتنہ و مظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم:- کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک۔ مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃ ساکن ہے جانا جائز۔

چہارم:- محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہو سکتی نہ بہنوئی یا بھوپا یا خالو کہ بہن بھوپنی خالہ کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنان جوان خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے اور برعکس رواج عوام بیا بیویوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت ابنجان نادان سے کہیں زیادہ لیس الخیر کا المعاشۃ۔ تو ان میں مواقع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح و تقویٰ پر اعتماد سمیت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا اور کرے تو جھوٹا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدمی اور رغبت نفسانی میں سوگنی بہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان و تدبیر شیطان والعیاذ باللہ العزیز الرحمن۔ اللهم انی اسألك المعصروا المعافیة فی الدین والدینا والاخرة لی وللمؤمنین وللمؤمنات جمیعاً آمین۔

پنجم:- محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدی ہے

کہ وہ اس کے باپ کی مدخل ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی بیبا  
 ششتم :- رہے وہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی خود  
 ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان  
 قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہ ملتے فتنہ بکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں،  
 اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عافیت بائغ  
 قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری  
 نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً  
 جہاں فضولیات و بطلالات و خطیبات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر۔ تماشے۔ باجے۔ تماشے۔ ندیوں کے  
 ینگھٹ ناؤ چڑھانے کے جگھٹ بے نظیر کے میلے بھول والوں کے تھیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی  
 کر بلائیں علم تعز یوں کے کا دے۔ تخت جریوں کے دھاوے حسین آباد کے جلوے۔ عباسی درگاہ  
 کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد  
 ہوا رویدک انجشة رفقا بالتوازیہ اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر  
 و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظہ مذکور کی حاجت۔  
 ہفتہ :- یہ اور وہ یعنی مکان غیر و غیر مکان میں جانا بشرط مذکورہ جائز ہونے کی  
 خصوصیات میں :- قابلہ۔ غاسلہ۔ نازلہ۔ مرتضیٰ مضطرہ۔ حاجہ۔ مجاہدہ۔ مسافرہ۔ کاتبہ۔  
 قابلہ :- یہ کہ کسی عورت کو در درزہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ :- جب کوئی عورت مرے یہ نہ ملنے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار  
 ہے تو اذن شوہر ضرور جب کہ مہر معجل ہو یا تھا تو پاچکی۔

نازلہ :- جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود ناالم کے یہاں جائے بغیر کام  
 نہیں نکل سکتا۔

مریضہ :- کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبغ کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ  
 کا علاجاً حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں  
 نہانا کفایت نہ ہو۔



مضطربہ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے۔ غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و امان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شوق نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ۔ ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد بلکہ تہجد حج ہے۔

مجاہدہ۔ جب عیاذ باللہ عیاذ باللہ عیاذ باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولے ہر سپر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد و سلاح و زاد ہو۔

مسافرہ۔ جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مذمت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرائے وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ۔ عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھ دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آ کر کرے جیسے سینا پینا اور نہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نافع بچے نہ جہاں کا مرد مستحق بے ہیز گاہ ہو اور ساتھ ستر برس کی پیر زال بد شکل کریمہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ۔ ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں۔ شاہدہ۔ طائبہ۔ مطلوبہ۔

شاہدہ۔ وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل یتیم ہلال رمضان و سماغ طلاق و عتیق وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتیق غلام و نکاح و معاملات مالی کی گواہی اور مدعی اس سے طاب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آ سکے۔

طائبہ۔ جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ۔ جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جواب دہی میں جانا ضرور۔ یہ صورتیں بھی

علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ بیان کافی و صافی بحمد اللہ تعالیٰ تمام صورت کو حاوی و دانی بعونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

جواب (۱) وہ مکان محرم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صورت کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔

جواب (۲) اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب (۳) زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عبادت، تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورہ اصل اول جائز مگر کتب معتدہ مثل مجموع التوازل و خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و استنباه و غمر العیون و طریقہ محمدیہ و درمختار و ابوالسعود و شرنبلالیہ و ہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محرم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی و علامہ محمد شامی نے اسی کا استظهار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فلتنظر نفس ما ذاتریٰ اور اگر شادیاں ان فواحش و منکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جب کہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب (۴) نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب (۵) وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع و ممنوع مل کر نامنوع نہ ہوں گے۔

جواب (۶) اگر وہ مکان ان زنان محرم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گزرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب (۷) اللہم انی اعوذ بک من الفتن و الآفات و عوار العورات۔

یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے۔ علماء کرام نے

مواضع استثناء ذکر کر کے فرمایا الا فیما عدا ذلک وان اذن کا نا عاصیین۔ نہ ان کے ماورائیں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محایم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہ میں خالہ و عمہ و خواہر سے دی۔ نیز علماء نے قابلہ و غاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ و غاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے۔

احادیث ثلثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثیں اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں یہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالثہ میں فرمایا ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل کرنے کو با پتیا یا جب آگ ہو گیا کو ٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلا دی۔ رواہن جمیع الطبری فی الکبیر۔

عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگدل اور امر حق سے کم منفصل ہیں و لذائم یکمزمنہن الافلیس۔ لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات و خلعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشغول ہو کر کی بھٹی اور ان کا مغلے باطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحت۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس جیسا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی۔ سلمیٰ پارسا ہے اہل پارسا ہے فیبارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسا میں معصوم ہوتی ہیں کیا صحت بد میں اثر نہیں جب قیموں سے جدا خود سر و آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔ فانما خلقت من صلیع اعوج۔ کج سے کج ہی چلے گی۔ آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدے گی جسے تشقیق زن کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ بیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے

معذ و دار مت کہ تو اور اندیدہ

مجمع زنان کی شناخت وہ ہیں کہ لاینبغی ان تذکر فضلاً ان تسطر جے ان نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرما دیں۔

عن احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نسائے خیر و اصلاح نہیں

جواب (۸ و ۹) ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جوابات سابقہ ظاہر کہ بعد سقاط ملک و لحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب (۱۰) ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جب کہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہرگز نہ اندیشہ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنا سے واجبہ مذکورہ فقہ بحالایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک انہیں کہ اجنبی مرد تو مرد ہیں سوت کی شرکت بھی ضرر رساں اور جہاں ساس مند دیورانی جھٹانی سے ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زناں و التفصیل فی ردالمحتار۔

جواب (۱۱) یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی بیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جیب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ انھوں کو علماء نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز قرار دیا۔

جواب (۱۲) اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہیں منہیات کو چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور اگر نہ یہ نہ وہ تو محل غار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جب کہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حفظ نہ توجہ اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ شہنائی کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لئے حدیث انجشہ ابھی گزری اور اصلاح پر اعتمادی غلطی۔ ع

طر بسا کین آفت از آواز خیزد طر حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جواب (۱۳) جنم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا چڑھاتے جائے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک نوڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔  
جواب (۱۴) گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہوتا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا وَاللّٰهُ

جواب (۱۵) الرجال قوامون علی النساء۔۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور منہا ہی سے روکے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا انفسکم واهنیکم تارا۔ عورت بحال تا فرمانی شوہری گناہ گار ہوگی۔ ایک گناہ شرع دوسرے گناہ تا فرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشہور کہ بے اذن جلے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جب کہ مشیر فتنہ نہ ہو۔ والفتنة اکبر من القتل۔ مگر تجسس و اتباع عورت و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب (۱۶) عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل جنم میں گزرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذور شرعی نہیں اگر مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر و اعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناقص و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سرو پا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اہل نہایت مراد جمع حطام یا ذکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیل کی توہین خدا پر اہتمام اور نعت و منیبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آتام آج کل اکثر موعظ و مجالس عوام کا یہی حال پڑھنا فانا لله وانا الیہ راجعون۔

ای طرح اگر عادت نسائے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور نہیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچھریاں پکائیں جیسا کہ غائب احوال زنان زمان تو بھی ممانعت ہی سہیل ہے کہ اب

یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مرد و غیرہ کے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لفظاً شرعاً ممنوع و غلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلوم بھیجنے میں حرج نہیں۔

اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے بچ پانچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کارنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر مل کر منکر۔

اور بلحاظ تقریر جواب سوم و منہم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوہ و غیر مالوہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام اطمینانی کافی و ودانی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے۔

وجہ زکوری میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لا باس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عمت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی۔

اور انصاف کیجئے تو عورت کا ستر کامل و حفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحاً میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں و سببوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضہ ابا بعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ محلے یا بطبع ہونا پھر اسے علمائے نے بلحاظ زماں مطلقاً منع فرمادیا تا آنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں مصلے سے الگ بیٹھی خیر و دعا مسلمان کی برکت میں تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے۔ شرعاً مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سد باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شرک کے بکسر پر کرتی ہے۔

غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیاتاً تسکونہن الغرف۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کرتے ہیں۔

شرعاً مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص یلے دسلے پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں پر۔

مظنہ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زمان کو جمع نابا یستنی بناؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان میں

الحزم سوء الظن سے

جگہ دارد آں شوخ در کیسہ در کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

صالح و طالح کسی کے مزہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامہ خاص خصوصاً نسائیں بڑا ہنسے جو زینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبہ کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلادیا جائے۔

وہ سرای ہم نہیں رکھتے جسے مودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر روف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیلا میں مابہ یاس کے اندیشے مالا یاس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں بنید ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔ ماکل مرة تسلم العبرة۔ ط

ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل و شرب وغیرہا کی صدم صورتوں میں اظہار رکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں۔ طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کلبے غافلہ ہونا سمجھا جائے گا۔

خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی۔ اجنبیوں سے علماء کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لئے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹوں کہنے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بجاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیلہ کی وہ بد لحاظی کہ لباس آدمے سر کے بال اور کلائیوں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بائچن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریم یا جالی باریک یا لباس طل کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ وہ روف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضاء کا ستر کیا بعینہ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع دوا کی

وسد باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے۔ شرع مطہر جب منظر پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلاً مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس منظر پر حکم چلے گا۔

فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہر حال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل۔ لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پانے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جاسکتا ہے واللہ بخشنہ و تعالیٰ اعلم و عنہ جل مجدہ اتم و احکم۔

## اندھوں سے پردہ

نامحکم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے؟

الجواب:۔ اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے ہے۔ اور اس کا گھر میں جانا، عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## غیر محرم سے پردہ

”جو وضع لباس و طریقہ پوشش اب عورت میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پتلی کا کوئی حصہ کھلا ہو۔ یوں تو سوا خاص محرم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے۔

اور اگر بغرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان امور کی پوری احتیاط ہمیشہ رکھے۔ کپڑے موٹے سرے پاؤں تک پہنے رہے کہ منہ کی ٹکلی اور تھیلیوں تلوؤں کے سوا جسم کا کوئی بال کبھی ظاہر نہ ہو تو اس صورت میں بھی جب کہ شوہر ان لوگوں (غیر محرم) کے سامنے آنے سے منع کرتا اور ناراض ہو تلبہ تو اب یوں سامنے آنا بھی حرام ہو گیا۔ عورت اگر نہ مانے گی اللہ قہار کے غضب میں گرفتار ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے



شوہر کو ناگواری ہو۔ جب تک پلٹ کر آئے آسمان میں ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے۔ اور جن و آدمی کے سوا جس چیز پر سے گزرے سب اس پر لعنت بھیجیں۔

## پیر سے پردہ

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بے حجاب کے حلقہ کراتے ہیں۔ اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں۔ توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے۔ ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب (۱) پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔

(۲) یہ صورت محض خلاف شرع و حیا ہے۔ ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں۔ توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور دور سنائی دیتی ہے۔ ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب :- پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے۔ ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## اوبام باطلہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمہرات کو فاسخ، شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ ہار لہکاتے ہیں۔ لوہان سلگاتے ہیں۔ مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ

۱۹۶۷ء فتاویٰ رضویہ جلد دوم۔  
۱۹۶۸ء احکام شریعت حصہ دوم۔  
۱۹۶۹ء فتاویٰ رضویہ جلد دوم۔

واقع ہے کیا ہشید مردان درختوں اور طاقتوں میں رہتے ہیں اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر ؟  
**الجواب :-** یہ سب واہیات، خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطلالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم۔ الخ۔<sup>۱</sup>

عرض ۔ کیا محرم و صفر میں نکاح کرنا منع ہے ؟  
 ارشاد ۔ نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔ یہ غلط مشہور ہے۔<sup>۲</sup>

ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہو جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ جس کی قضا آتی ہو۔ دوسرے آدمی کی روح قبض کر لیتے ہیں فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کر لی گئی اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہو گیا اور اس نام کا اس محلہ کے قریب ایک شخص تھا وہ مر گیا۔ جو شخص اول مر گیا تھا جب اس سے حال دریافت کیا تو اس نے بہت کچھ قصہ بیان کیا اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں ؟

**الجواب :-** یہ محض غلط ہے اللہ کے فرشتے اس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ قال اللہ تعالیٰ وَیَقْعُلُونَ مَا یُؤْمَرُونَ۔ فرشتے وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم ہوتا ہے۔<sup>۳</sup>

## بے اصل روایات

**مسئلہ :-** ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ میری مجال نہیں کہ پردہ اٹھا سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے پردہ اٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پر نور جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں۔ اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایہ کرنا۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے ؟

۱۔ ص ۱۳۰۔ حکام شریعت اول۔  
 ۲۔ ص ۱۳۱۔ المنقولہ اوّل۔  
 ۳۔ ص ۱۳۲۔ فت دی زنجویہ چہارم۔

الجواب :- یہ روایت محض جھوٹ اور کذب و افتراء ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو مرتکب کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اکثر لوگ ۳-۱۳-۲۳ یا ۸-۱۸-۲۸ وغیرہ تواریخ اور پنجشنبہ و یکشنبہ و چہار شنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے۔ اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا۔ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- یہ سب باطل و بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بد مذہب کہتا ہے کہ نور حضرت کا غیر مخلوق ہے۔

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور یقیناً مخلوق الہی ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یا جابر ان اللہ

خلق قبل الاشیاء نور نبیہ۔ اے جابر! بے شک تمام جہان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکر قرآن عظیم ہے۔

عرض ! یہ صحیح ہے کہ شب معراج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش بریں

پر پہنچے، نعلین پاک اتارنا چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادیٰ ایمن میں نعلین شریف

اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی۔ اے جیب! تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز

ہونے سے عرش کی زینت دعوت زیادہ ہوگی۔

ارشاد ! یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔

عرض ! شب معراج جب براق حاضر کیا گیا۔ حضور ابدیدہ ہوئے۔ حضرت جبریل نے بیب پوچھا

فرمایا آج میں براق پر جا رہا ہوں۔ کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پا پل صراط کی راہ طے کرے گی۔

یہ تقاضائے محبت و شفقت امت کے موافق نہیں۔ ارشاد باری ہوا یو ہیں ایک ایک براق بروز حشر

تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں گے۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد ! بالکل بے اصل ہے ایسی ہی اور بھی بہت سی روایات بالکل بے اصل و بیہودہ ہیں

۱۔ ص ۲۲، عرفان شریعت اول۔

۲۔ ص ۱۹۱، فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

۳۔ ص ۱۴۱، فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

۴۔ ص ۹۲، الملتوظ دوم۔

مسئلہ :- مولیٰ علی نے لال کا فر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے۔ آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

الجواب :- یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے۔ یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب :- سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا۔ اس میں جہاں صدا کا رننا سناتے اور اطوار بنا باندھتے مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کند ڈال کر جاتا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم محرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسول سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کی یوں ہی ہزار ہا شہدین اور مسخرگی کے بیودہ جن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دئے اور انہیں معاذ اللہ عیار و وز و طرار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل بے چارے تیراتی بنائے۔ یہ اس مردک کی ناپاک میباکی اور میباک ناپاکی اور خدا اور رسول پر سخت جرات تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔

سوال :- اب ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور تصنیف مولوی معنوی میاں عبد اللہ متوطن ملتان صفحہ ۶۔

نقل است کہ روزے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در مسجد مدینہ منورہ نشستہ بودند و با تمامی اصحابان صغار و کبار و عطا و حدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبرئیل علیہ السلام در خدمت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درآمد۔

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از سبب بیان حدیث و عطا بطرف وحی جبرئیل علیہ السلام متوجہ

۹۲۔ المغنۃ دوم۔  
۹۳۔ احکام شریعت دوم۔  
۹۴۔ احکام شریعت سوم۔

نشدند و اعلیٰ وحی علیہ السلام در دل خود وسوسہ و کدورت بسیار در خاطر کردند۔ گفت عجب است کہ کلام ربانی از جانب باری تعالیٰ بہ آنحضرت میرسانم الحال بمن التفات نکردند ہوں وقت حضرت را از روی کشف باطنی معلوم و مفہوم شد کہ بہ خاطر جبرئیل علیہ السلام کدورت گزشت پس جبرئیل علیہ السلام را نزد خود طلبیدہ پرسید کہ اے انجی جبرئیل کلام ربانی از کدام مقام بگوئیں میرسد گفت یا رسول اللہ بالائے عرش یک قبۃ نور است بمثل حجرہ دریاں جایک سوراخ است از اینجا بگوئیں من آوازی رسد حضرت رسول علیہ السلام فرمود باز نزد آن قبۃ برواں جا خبر گرفتہ زود بمن برساں۔ لیکن اندرون قبۃ نزدی چوں ہتر جبرئیل علیہ السلام بموجب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز رفت و اندرون قبۃ درآمد چہ بیند کہ اندرون قبۃ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است و حضرت خود نشستہ اند و الحال ہتر جبرئیل علیہ السلام باز بہ جلدی پرواز فرمود و بر زمین ورود نمود چہ بیند کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوں مکان با صحابان در حدیث و وعظ مشغول اند۔ جبرئیل علیہ السلام از معائنہ این حال متعجب بماند و حیران گشت و شرمناک شدہ کہ اے خدا یا از من خطا شدہ مارا معاف فرمایند۔

اب عرض یہ ہے کہ یہ نقل اہل سنت و الجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :- لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ! جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبیدہ و رسولہ عز  
جلالہ و علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلام۔ اللہ کے ظاہرے جو عوام جہال کے خیال میں  
آئے وہ توصاف صاف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خدا کہتا ہے۔ اس کے  
کفر مرتکب ہونے میں شک کیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ السلام  
کی امت ان کے کمالات عالیہ دیکھ کر حد سے گزری۔ اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی۔ ہمارے  
حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات اعلیٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں جس  
کے کمال ہیں سب حضور ہی کے کمال کے پرتو و ظلال ہیں۔ — من رانی ففسد رانی الحق۔  
جبر نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو خدا ربی خدا اکبر نہ بول اٹھتا ؟

لہذا حضور اقدس بالمشوہین رؤفٌ رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر اداسے اپنی عمدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمادی۔ کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔

بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعتبار حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں۔ مگر یہ واقعہ غلط و باطل ہے۔ بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔ ملخصاً۔

ایک سائل نے متعدد سوالات کے ساتھ ایک سوال اس طرح کا کیا۔

ایک روز جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے۔ عرض کیا۔ حضور دستار مبارک کا بیچ تمام نہیں فرماتے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہوا ہے جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستار مبارک زیب سر فرمانا شروع کی جبرئیل علیہ السلام نے مقام مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پشکا زیب سر فرما رہے ہیں۔ پھر زمین پر آکر اسی طرح پشکا زیب سر فرماتے ہوئے دیکھا۔ اسی استہجاب میں چند مرتبہ آئے گئے۔

حیران ہو کر عرض کیا حضور مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ۔

اس کے جواب میں حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افتراء اور اختراع ہے۔ فتاویٰ اللہ واضعہا اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے۔ ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا حرام ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اولاً ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت پیران پیر

رحمۃ اللہ علیہ نے عرش معلیٰ پر اپنے اوپر سوار کر کے پہنچایا۔ یا کا نذہا دے کر اوپر جانے کی معاونت کی یعنی یہ کلام اوپر جانے کا براق اور جبریل علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انجام کو نہ پہنچا۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی۔

دوسری: یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میرے بعد نبی ہوتا تو میرا پیر ہوتا۔

تیسری: یہ کہ زمیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیران پیر نے چھین لی تھی۔ چونہی: یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو دودھ پلایا ہے۔

پانچویں: اکثر عوام کے عقیدہ میں یہ بات جی ہوتی ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان اقوال کا کیا حال ہے مفصل بیان فرما کر اجر عظیم اور ثواب کریم پاویں اور رفع نزاع بین الفریقین فرمادیں۔

الجواب: اللہم انت الحمد فقیر غفر اللہ تعالیٰ لکلمات چند مجمل و سودمند گزارش کئے کہ اگرچہ فریقین میں کسی کو پسند نہ آئیں مگر بعونہ تعالیٰ حق و انصاف ان سے متجاوز نہیں۔ والحق الحق ان ینبع و اللہ الہادی الی صراط مستقیم۔

یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرعی پر صحیح و جائز الاطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ علیہ رفیعہ حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ مرتبہ نبوت ہے خود حضور معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو قدم میرے بعد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا۔ سوا اقدام نبوت کے کہ ان میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔

از نبی برداشتن گام از توبہ ندادن و قدم غیر اقدام النبوة سد میثاقا المختام اور جواز اطلاق یوں کہ خود حدیث میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وارد لو کان بعدی نبی لکان عصر بن الخطاب میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ رواہ احمد و الترمذی و النعاکم عن عقیبة بن عامر و الطبرانی عن عصمة بن مالت رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لئے وارد تو مَاشِ اِبْرَاهِيْمُ نَكَانَ صِدْقًا نَبِيًّا۔ اگر جیسے تو صدیق و پیغمبر ہوتے۔ رواہ ابن مساکرم جابر بن عبد اللہ و عن عبد اللہ بن عباس و عن ابی اوفی و البزاز و روى عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنهم۔  
 علماء نے امام ابو محمد جوینی قدس سرہ کی نسبت کہا ہے کہ اگر اب کوئی نبی ہو سکتا تو وہ ہوتے۔ امام ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔ قَالَ فِي مَشْرِحِ الْمُهَذَّبِ فَقُلْنَا عَنْ الشَّيْخِ الْإِمَامِ الْمَجْمَعِ عَلَى جَلَالَتِهِ وَصَلَاتِهِ وَ إِمَامَتِهِ أَبِي مُحَمَّدٍ الْجَوِينِيِّ قِيلَ فِي تَرْجُمَتِهِ لَوْ جَازَ أَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ نَبِيًّا لَكَانَ أَبَا مُحَمَّدٍ الْجَوِينِيِّ۔

مگر ہر حدیث حق ہے اور ہر حق حدیث نہیں حدیث ماننے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہئے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 حضرت ام المؤمنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وسلم کا روح اقدس سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلاتا بعض مداحین حضور اے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں۔ کما رأیت فی بعض کتبہم التصریح بدلت۔ اس تقدیر پر تو اصلاً وہ استبعاد نہیں اور اب جو کچھ اس پر ایراد کیا گیا سب بے جا و بے محل ہے اور اگر بیداری ہی میں مانا جاتا تاہم بلاشبہ عقلاً ممکن اور شرعاً جائز اور اس میں کوئی بھی استحالة درکنار استبعاد بھی نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَسْبٌ یَّرٰہُ ظاہر میں حضرت ام المؤمنین کے پاس شیرہ ہوتا کچھ اس کے منافی کہ امور خارقہ للعادت اسباب ظاہریہ پر موقوف نہیں، نہ روح عامہ متکلیف کے نزدیک مجہولات سے ہے۔ اور فی نفسہ مادیہ نہ ہی تاہم مادہ سے اس کا تعلق بدیہی۔ نہ جسم شہادت میں منحصر جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیث برزخ وغیرہ اس پر گواہ کیفیت ماکان۔ شک نہیں کہ روح مفارق کی طرف نصوص متواترہ میں نزول و صعود و وضع و تمکن وغیرہ اعراض جسم و جسمانیات قطعاً منسوب اور وہ نسبتیں اہل حق کے نزدیک ظاہر پر محمول۔

یالیت شعری جب ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت الترمذی عن کعب بن مالک قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اِنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي طَيْرٍ خُضِرَ تُعْتَقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ۔

بلکہ دوسری روایت میں ارواح عام مومنین کے لئے یہی ارشاد الامام احمد عن الامام الشافعی

عن الامام مالك عن الزهري عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن ابيه رضى الله تعالى عنه



عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نسمة المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنة حتی یرجعہ اللہ  
إلی جسده یوم یمتہ۔

تو دودھ پینے میں کیا استحالہ ہے حال روح بعد فراق و پیش از تعلق میں فارق کیلئے۔ آخر  
حضرت ابراہیم علی ابیہ و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ ایہ ان کی مدت  
رضاعت پوری کرتی ہیں۔ احمد و مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم ان ابراہیم ابیہ و اسئلہ مات فی الشدی و ان له ظنن یمکملان رضاعہ فی الجنة۔  
بائیں ہم یہ باتیں ثانی استحالہ ہیں نہ ثبت وقوع، قول بالوقوع تا وقتیکہ نقل ثابت نہ ہو جزاف  
و بے اصل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زنبیل ارواح چھین لینا خرافات محترکہ جہال سے ہے سینا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام  
رسل ملائکہ سے ہیں اور رسل ملائکہ اولیاء بشر سے بالاجماع افضل، مسلمان کو ایسے باطل و اہیہ سے احتراز  
لازم۔ واللہ الہادی۔

تنبیہ۔ مبنائے انکار یہ طرز ادا ہے ورنہ ممکن کہ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ  
روحیں ہامراہی قبض فرمائی ہوں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے باذن الہی پھر اپنے اجسام  
کی طرف پلٹ آئی ہوں۔ اسیار مردہ حضور پر نور و دیگر محبوبان خدا سے ایسا ثابت کہ جس کے انکار کی  
گنجائش نہیں۔ یوں ہی ممکن کہ حضرت ملک الموت نے بنظر صحائف محمود اثبات قبض بعض ارواح شروع  
کیا۔ اور علم الہی میں قضاے ابرم نہ پایا تھا۔ یہ برکت دعائے محبوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبض سے باز رکھے گئے ہو یا  
امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب لوائح الانوار میں  
حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہ میں لکھتے ہیں لَمَّا ضَعَفَ وَلَدُهُ أَحْمَدُ وَأَشْرَفَ  
عَلَى الْمَوْتِ وَحَضَرَ عِزْرَائِيلُ لِقَبْضِ رُوحِهِ قَالَ لَهُ الشَّيْخُ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَرَّاجُهُ  
فَإِنَّ الْأَمْرَ نَسِخَ فَرَجَعَ عِزْرَائِيلُ وَشَئَا أَحْمَدُ مِنْ تَذَلُّ الضُّعْفَةِ وَعَاشَ بَعْدَهَا ثَلَاثِينَ عَامًا  
یعنی جب ان کے صاحبزادے احمد ناتواں ہو کر قریب مرگ ہوئے اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ان کی روح قبض کرنے آئے حضرت شیخ نے ان سے گزارش کی کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے اس  
سے پوچھ لیجئے کہ حکم موت منسوخ ہو چکا ہے عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پلٹ گئے۔ صاحب زادہ نے

شفایابی اور اس کے بعد تیس برس زندہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یوں ہی جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جناب افضل الاولیاء محمد بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل یا ان کے ہمسر یا گمراہ بد مذہب ہے۔

بحان اللہ۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام الاولیاء مرجع العسقاء امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی اکرم و افضل و اتم و اکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعی، رافضی مانتے ہیں نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفضیل دینی۔ معاذ اللہ انکار آیات قرآنہ و احادیث صحیحہ و خرق اجماع امت مرحومہ ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا کہ میں نے حق محبت حضور پر نور سلطان غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو ملک مقرب پر غالب یا افضل الصحابہ سے افضل بتایا حالانکہ ان بے ہودہ کلمات سے پہلے ہزار ہونے والے حضور سیدنا غوث اعظم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وباللہ التوفیق۔

رہا شب معراج میں روح پر فتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمر بچے گردن رکھنا اور وقت رکوب براق یا صود عرش زینہ بننا۔ شرعاً و عقلاً اس میں کوئی استحالة نہیں۔ سدة المنتہی اگر منتہی عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بہ نظر ارواح۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیاء کا منکر، بلکہ با وضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے۔ ایسا ہی جسمہ میں سو جانے والے کے حق میں آیا نہ اس قصہ میں معاذ اللہ کوئی بوسے تفضیل یا ہم سری حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نکلتی ہے نہ اس کی عبارت یا اشارت سے کوئی ذہن سلیم اس طرف جاسکتا ہے کیا عجب سواری براق سے بھی یہی معنی تراشے جائیں کہ یہ اوپر جانے کا کام حضرت جبرئیل علیہ السلام اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انجام کو نہ پہنچا براق نے یہ ہم سر انجام کو پہنچائی تو درپردہ اس میں براق کو تفضیل دینا لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفس نفیس نہ پہنچ سکے اور براق پہنچ گیا اس کے ذریعہ حضور کی رسائی ہوئی۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہا خدمت کے افعال جو بہ نظر تعظیم و اجلال سلاطین بجالائے جاتے ہیں کیا ان کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بادشاہ ان امور میں عاجز اور ہمارا محتاج ہے۔ علاوہ بریں کسی بلندی پر جانے کے لئے زینہ بننے سے

یہ کیوں کہ مفہوم کہ زینہ بننے والا خود بے زینہ وصول پر قادر۔ نزدیکان ہی کو دیکھتے کہ زینہ صعود ہے اور خود اصلاً صعود پر قادر نہیں۔

فرض کیجئے اگر ہنگام بت شکنی حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عرض قبول فرمائی جاتی اور حضور پر نور افضل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ واکمل تسلیماۃ علیہ وعلیٰ آلہ ان کے دوش مبارک پر قدم اکرم رکھ کر بت گراتے تو کیا اس کا یہ منقاد ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو معاذ اللہ اس کام میں عاجز اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قادر تھے۔ غرض ایسے معنی محال ہرگز عبارت قصہ سے مستفاد نہ اس کے قائلین ہے چاروں کو مراد۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

یہ بیان تو ابطال استحالة اثبات صحت بمعنی امکان کے متعلق تھا۔ رہا اس بیان روایت کی نسبت لقیہ کلام وہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے مجلد دوم العطا یا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کتاب مسائل شتیٰ میں مذکور، کہ یہ سوال پہلے بھی اوجین سے آیا اور اس کا جواب قدرے مفصل دیا گیا تھا۔ خلاصہ مقصد اس کا مع بعض زیادات جدیدہ نفیسہ یہ کہ اس کے اصل کلمات بعض مشائخ میں مسطور اور اس میں عقلی و شرعی کوئی استحالة نہیں بلکہ احادیث و احوال ادبیہ و علماء میں متعدد بندگان خدا کے لئے ایسا حضور روحانی وارد۔

مسلم انبی صحیح اور ابوداؤد طیالسی مسند میں جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَكَلْتُ مَا هَذِهِ قَالُوا هَذَا بِلَالٌ۔ مَقَمٌ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَكَلْتُ مَا هَذِهِ قَالُوا هَذِهِ الْقَيْصَصَةُ بِنْتُ مَلْحَانَ۔ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک پھل سنی میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ یہ بلال ہیں۔ پھر شریف نے گیا پھل سنی پوچھا۔ کہا گیا غمیصانت ملحان یعنی ام سلیم مادر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کا انتقال خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا۔ کما ذکرہ الحافظ فی التخریب۔

امام احمد و ابویعلیٰ بسند صحیح حضرت عبد اللہ بن عباس اور طبرانی کبیر اور ابن عدی کامل میں بسند حسن ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ لَيْلَةَ أُسْرِىٰ بِي فَسَمِعْتُ فِي جَانِبِهَا — فَقُلْتُ يَا جَبْرِئِيلُ مَا هَذَا قَالَ هَذَا

بِلَالُ الْمُؤَذِّنُ۔ میں شب معراج جنت میں تشریف لے گیا اس کے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی پوچھا  
اے جبرئیل یہ کیا ہے عرض کی یہ بلال مؤذن ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام احمد و مسلم و نسائی انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ  
فرماتے ہیں دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خُشْفَةً بَيْنَ يَدَيَّ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ الْخُشْفَةُ فَقِيلَ  
الْغُمُصَاءُ بَنَاتُ مَلْحَانَ۔ میں بہشت میں رونق افروز ہوا اپنے آگے ایک کھٹکا سنا پوچھا یہ کیا ہے  
عرض کی گئی غمصابنت ملحان۔

امام احمد و نسائی و حاکم باسانید صحیح امام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور  
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ  
مَنْ هَذَا قَالُوا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذَلِكَمُ الْبِرْكَ كَذَلِكَمُ الْبِرْ۔ میں بہشت میں جلوہ فرما ہوا  
وہاں تشریف لے کر آئی پوچھا یہ کون ہے فرشتوں نے عرض کی حارثہ بن النعمان نیکی ایسی ہی  
ہوتی ہے۔ یہ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں راہی جتال ہوئے۔

قال ابن سعد في الطبقات ذكره الحافظ في الاصابة ابن سعد طبقات میں ابو بکر  
عدوی سے مرسل راوی حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ  
نُخْمَةً مِنْ نَعِيمٍ۔ میں جنت میں تشریف فرما ہوا تو نعیم کی کھکھار سنی۔ یہ نعیم بن عبد اللہ عدوی معروف  
یہ بنخام (کہ اسی حدیث کی وجہ سے ان کا یہ عرف قرار پایا) خلافت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ کما ذکرہ مرمی بن عقبہ فی المفازی عن  
الزهری وکذا قالہ ابن اسحاق ومصعب الزبیری و آخرون کما فی الاصابة۔  
سبحان اللہ جب احادیث صحیحہ سے اچانک عالم شہادت کا حضور ثابت تو عالم ارواح سے  
بعض ارواح قدیرہ کا حضور کیا دور۔

امام ابو بکر ابن ابی الدنیا ابو الخارق سے مرسل راوی حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں۔  
مَرَرْتُ لَيْلَةً أُسْرِي بِرَجُلٍ مُغْتَبٍ فِي ثَوْبِ الْعَرُشِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قِيلَ  
لَا قُلْتُ مَنْ هُوَ قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا سَابِقًا رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَقَلْبُهُ  
مُفَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَلَمْ يَتَّيَّبْ بِوَالِدَيْهِ قَطُّ۔

یعنی شب اسرار میرا اگر ایک مرد پر ہوا کہ عرش کے نور میں غائب تھا میں نے فرمایا یہ کون ہے کوئی فرشتہ ہے۔ عرض کی گئی نہ۔ میں نے فرمایا نبی ہے عرض کی گئی نہ۔ میں نے فرمایا کون ہے۔ عرض کرنے والے نے عرض کی یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یاد الہی سے تر تھی اور دل مسجدوں میں لگا ہوا اور اس نے کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر (کبھی اپنے ماں باپ کو برا نہ کہلوایا۔۔۔۔۔) الہم۔

یہ جو بعض جہلاء عرض ڈورے کیا کرتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہ سرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتون جنت ہر کسی کے گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی تھیں اور ایک ایک ڈورا اون کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتی تھیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا۔ اس کی کچھ سند ہے یا وہابیات؟  
الجواب:- یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتون جنت کی طرف اس کی نسبت محض جھوٹا افتراء ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## داستان امیر حمزہ

داستان امیر حمزہ میں جو عمر و عیار کا ذکر ہے یہ عمر و کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب:- سیدنا عمرو بن أمیة ضری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صد ہا کارناشائستہ و اطوار نابائستہ مثلاً ہرزگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا علم مکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نسبت کئے ہو ہیں ہزار ہا شہدین اور مسخرگی کے بے ہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زود و طرار کے لقب دے کر بچیلہ داستان جاہل و بچارے تہراتی بنائے۔ یہ اس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرات تھی مسلمانوں کو ان شیطانی

قصوں خصوصاً ان ناپاک نفلوں سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت)

## اجرت پرستان خوانی

”ثواب رسائی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اس پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک قرآن مجید پڑھ کر چالیس درہم سے کم اجرت لینا اور پڑھوانے کے لئے چالیس درہم سے کم اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟“

الجواب:- ثواب رسائی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ چالیس درہم اجرت محض بے اصل ہے۔

## آیات کریمہ کو معکوس پڑھنا

عرض:- بعض وظائف میں آیات اور سورتوں کو معکوس کر کے پڑھنا لکھا ہے۔ ارشاد:- حرام اور اشد حرام۔ کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے۔ یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا اس کی نسبت تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کے قلب کو الٹ دے۔ نہ کہ آیات کو بالکل معکوس کر کے مہل بنا دینا۔

عرض:- پھر صوفیائے کرام کے وظائف میں یہ اعمال داخل کیوں کر ہوئے؟

ارشاد:- احادیث جن کے منقول عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ان میں کس قدر موضوعات ہیں۔

(پھر فرمایا) صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ صوفی بے علم مسخرۃ شیطان است۔ وہ جانتا ہی نہیں۔ شیطان انہی باگ ڈور پر لگالیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَيْرِ فِقْہٍ كَالْجِمَارِ فِي الْحَاوِي۔ بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ الخ۔ ملخصاً۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ جہارم۔

۲۔ ملخصاً۔

۳۔ ایضاً۔

## اردو میں نماز

غیر عربی دال طبقہ کلمہ و نماز کے الفاظ کے علاوہ اس کے مفہوم سے نا آشنا رہتا ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں اہل زبان کو اپنی اپنی زبانوں میں نماز پینچگانہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:- گمراہی کہہ کر نہیں آتی۔ گمراہی کا پہلا پھانک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع بیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امت مرحومہ کو بے وقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہی عجیبی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے۔ لاکھوں عجیب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کر دو۔ اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوچ گئی۔ اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ یہ الہام رحمن نہیں بلکہ وسوسہ شیطان ہے۔ قرآن قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نا درست ہوگی اور اس کے ماورائے گنہگاری ہے۔ ہاں! جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جدا ہے۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

## اردو میں خطبہ جمعہ

(۱) بعد اذان ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لئے جائیں بعدہ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اشعار اردو پڑھیں بعدہ نماز کو کھڑے ہوں۔

الجواب:- دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں۔ غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت

۱۱۹۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم۔

قرآن مجید کا حجم:- قرآن مجید کا چھوٹا کرنا مکروہ ہے (درمختار) مثلاً آج کل بعض اہل مطالع نے تعویذی قرآن مجید چھپوائے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں بھی دس آتا بلکہ حائل بھی نہ چھپوائی جائے کہ اس کا حجم بھی بہت کم ہوتا ہے۔ مثلاً بہار شریعت۔ شانزدہم۔

## جموعہ کی اذان ثانی

### جواب سوال اول:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۶ میں ہے۔

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکرو عمر۔  
یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور سناتے۔

### جواب سوال دوم:

جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں بین یدیہ ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدم بین یدیہ کے لئے درکار ہے۔

### جواب سوال سوم:

بے شک فقہ حنفی کی معتدلت ابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۸ لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔  
فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لا یؤذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ ہو، خزائن المفتیین قلمی فصل فی الاذان



لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ کہیں۔ فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵۔ لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان منع ہے۔ بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۳۶۸ لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے شرح نقایہ علامہ برجنیدی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد امام صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو۔ غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۷۷۔ الاذان انما یكون فی المسجدة او خارج المسجد والامانة فی داخله۔ اذان نہیں ہونی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر رفع القذیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱۔ قالوا لا یؤذن فی المسجد علما نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعة صفحہ ۴۱۴۔ هو ذکر الله فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخله۔ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ طحاوی علی مرآتی الافلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم۔ یعنی نظم امام زندولستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں قولہ ید یہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمنون هو الشانی۔ یعنی ین بد یہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت ہی ہے کہ مسجد کے باہر واجب نہ وہ بتصریح کہہ چکے کہ باہر ہی ہو ناست ہے تو اندر ہو تا خلاف سنت ہو اتو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ ین بد یہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی خواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت ہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں بہر کیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمع بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہو تا خلاف سنت ہے۔ ویشراحہ۔

### جواب سوال چہارم

ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

## جواب سوال پنجم:

ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکل ہو وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

## جواب سوال ششم:

مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی منک متوسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰۔ المطاف هو ما كان في زمينه صلى الله تعالى عليه وسلم مسجد ۱۔ تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بُنی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی و لہذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف حالاں کہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ علمگیریہ صفحہ ۴۰ یکر المضمضة والوضوء في المسجد الا ان يكون ثمة موضع اعد لذلك ولا يصلى فيه ولا يمسك في المسجد بئرماء و لو قد يمة تترك كمنز زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہندی کے نویہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین بدیدہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خودی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا۔ اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنیٰ ہے جیسا کہ فقہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر برجنیدی کے صفحات مذکور ہیں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے ہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صفت بلاشبہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ رواہ النسائي والطحاك بسند صحيح عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما۔ نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نازکی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجمہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہو

اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالاں کہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باوازم نام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے جاتے ہیں۔ جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے تو باوازم بلند دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے۔ صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار و ردالمحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔ اما ما یفعله المؤذن حال الخطبة من الترضی ونحوه فمکروه اتفاقاً۔ یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے۔ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار علماء کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار و ردالمحتار صفحہ ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیوں کو تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے: اما حرکات المکبرین وصنعهم فانا ابرؤ الى الله تعالى۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برأت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

### جواب سوال ہفتم:

یشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من احیا سنتی فقد احیی ومن احیی کان معی فی الجنة۔ (اللهم ارزقنا) رواہ البخاری

فی الابانة والترمذی بلغظ من احبت۔

جس نے میری سنت زندہ کی یشک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیاسنة من سنتی قد ایستبعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر

ان ينقص من اجورهم شيئا. رواه الترمذی ورواه ابن ماجه عن عمرو بن عوف رضي الله تعالى عنه.

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد. رواه البيهقي في الزهد.

جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہو گئی اور سنت مردہ جیسی ہوگی کہ اس کے

خلاف رواج پڑ جائے۔

### جواب سوال ہشتم:

ایمانے سنت علماء کا تو خاص سند منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور تسنن شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی ذکر کر سکے۔ امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائی اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ ان کا اعتراض کہ تم سے پہلے صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

### جواب سوال نہم:

حوض کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو اور اس کی تفصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لانه موضع اعد للوضوء كما تقدم.

### جواب سوال دہم:

لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں دکھ کر حجاب ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔

مسلمان! ہمسائیو!

یہ دین ہے کوئی ذبیہ جھگڑا نہیں۔ دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری

## صلعم، رض، وغیرہ لکھنا

”جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کر لوں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ۔ الحدیث۔

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود

شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ اللھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَعَلَىٰ آلِہِ وَصَحْبِہِ اَبَدًا۔ اور درود

وسلام کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صلعم لکھنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنی ہیں۔

ایک سائل نے اپنے سوال میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد صلعم لکھا۔

اس پر آپ تنبیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”صلی اللہ تعالیٰ علی جیبہ وآلہ وبارک وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات

ہے کہ درود شریف کی جگہ عوام و جہاں صلعم یا ط یا م یا ص یا صلعم لکھا کرتے ہیں۔ محض مہل و جہالت ہے۔

العلم احد اللسانین۔ جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے

گا۔ یوہیں ان مہلات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ فہمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا

ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک

کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تنبیہ ضروری! سوال میں جو عبارت دلیل الاحسان نقل کی اس میں اور خود عبارت سوال

میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھا ہے۔ اور یہ سخت ناجائز ہے۔ یہ بلا عوام تو عوام چودہ صدی

کے بڑے بڑے اکابر و فحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی صلعم کہتا ہے۔ کوئی صلعم کوئی فقط

ص۔ کوئی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدلے عم یا م یا ص یا صلعم ذرہ سیاحی یا ایک انگل کاغذ یا ایک سکند وقت

پہچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑنے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈنڈا پکڑتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا

لے لے لے۔ صلات الصلوات نور المصطفیٰ مطبوعہ مبارک پور سنہ ۱۳۵۰ھ فتاویٰ رضویہ چہارم۔

اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

علامہ سید محمد طاہر حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں۔ فتاویٰ تاتار خانیہ سے منقول ہے مَنْ كَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْهَمْزَةِ وَالْمِيمِ يَكْفُرُ لَانَهُ تَخْفِيفٌ، وَتَخْفِيفُ الْاَنْبِيَاءِ كُفْرٌ۔ یعنی کسی نبی پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار نہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شانِ انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے۔

شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصد استخفافِ شان ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکور اسی صورت کے لئے ہے۔ یہ لوگ صرف کسل، کاہلی، نادانی، جاہلی سے ایسا کرتے ہیں تو اس حکم کے مستحق نہیں، مگر بے برکتی بے دہی، کم بختی، زبوں قسمی میں شک نہیں۔

اقول! ظاہر ہے کہ اَلْعَلَمُ اَحَدُ السَّامِيْنَ۔ قلم بھی ایک زبان ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ پہلے بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوہیں کچھ اَلْمُ غَلَمُ بکتا! اللہ عزوجل فرماتا ہے فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ جس بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کر لیا۔ تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے فسق کا۔ وہاں بنی اسرائیل کو فرمایا گیا تھا قَوْلًا وَاحِدَةً يُّوْا كِبْرًا کہ ہمارے گناہ اترے۔ انہوں نے کہا حنطہ ہمیں گہریوں ملے۔ یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت الہی کا ذکر تھا۔ یہاں حکم یہ ہوا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ اے ایمان والو! اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ اَبَدًا اور یہ حکم وجوہاً خواہ استجواباً ہر بار نام اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے۔ تخریر میں اس کی بجائوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں تھی۔ اسے بدل کر صلعم صلعم۔ ص۔ م۔ م۔ کر لیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا۔ کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ یہ تو محل درود ہے جس کی عظمت اس پر ہے کہ اس کی تخفیف میں پہلوئے کفر موجود ہے۔ اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسما طیبہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رضی لکھنے کو علماء کرام نے مکروہ و باعثِ محرمی بتایا۔

سید علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں یکرہ، ارمز، بالتقرضی بالکتابۃ، یکتب ذلک کلمہ بکمالہ۔

عرض : بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیسا ہے؟

ارشاد: کعبہ معظمہ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل و حضرت مریم کی تصاویر ہی تھیں کہ یہ  
مبارک ہیں ناجائز فعل تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے انہیں دھو دیا۔  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت جبرئیل علیہ السلام و براق نبوی کی تصویر بنانا اپنے پاک  
رکھنا اور لمس و بوسہ کی ترغیب دینا کیسا ہے؟ ملخصاً۔

الجواب: . . . . . الشرع: وطل پناہ دے ابلیس نعین کے مکائد سے، سخت ترکیب  
یہ ہے کہ آدمی سے حسات کے دھوکے میں سیئات کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے۔ والیماذ  
بالشریب العالمین۔

اس مسکین تینوں تصویرات مذکورہ بنانے والے ان کی زیارت و لمس و تقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق محبت بجالاتا اور حضور کو راضی کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقتاً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عترتِ نافرمانی کر رہا ہے اس پر پہلے ناراض ہونے والے حضور والا ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزاز، اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں۔ اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔

حادثہ اس بارے میں حدیثواتر پر ہیں۔

۵۰۰ مائت و نود و پنج

نہ تھے۔ مسطورہ

مسلمان بنظر ایمان دیکھے کہ صحیح و صریح حدیثوں میں اس پر کیسی کیسی سخت و عیدیں فرمائی گئیں۔ اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں۔ تو معظمین دین کی تصویروں کو ان احکام خدا و رسول سے خارج گمان کرنا محض باطل و وہم عاقل ہے۔

اور خود ابتدائے بت پرستی اسی تصویرات معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بتوں کا ذکر سورۃ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا۔ وَذِی سَوَاعِیْ۔ یَغُوْثُ۔ یَعُوْثُ۔ نَسْرُ۔ یہ پانچ بندگان صالحین تھے کہ لوگوں نے ان کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین ان کی تصویریں بنا کر مجلسوں میں قائم کیں۔ پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انہیں معبود سمجھ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے۔ اس میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل و حضرت مریم و ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکر دار کچھ نقش دیوار۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار ہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے۔ پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹا دی گئیں۔ اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں۔ انہیں میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و حضرت سیدنا اسمعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہما السلام و علیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قد اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔ ملخصاً یہ

بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتا سے اہل ہنود کی مثل میس، وراون، ورام چندر، ویتا وغیرہ کی بناتا ہے۔ اور فوٹو گرافر اور معلم اور علی العموم جن اشخاص کی عورت بے پردہ مر بازا بھرتی ہیں۔ تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں۔ الخ۔

الجواب:- جاندار کی تصویریں بنانی دستی ہو خواہ ٹکسی حرام ہے اور معبودان کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ المصورون۔ بے شک سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت مصوروں پر ہوگا۔ رواہ الدیلمی و الشیخون۔

۳۰۷۔ ص ۳۰۷۔ شفاء الوباء فی صور عجیب و مزید و لغار ۳۰۵۔ حسنی پریس بریلی۔



ان سب لوگوں کو امام بنا ناگناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب الحرام ہے نہ پڑھیں نہ پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے۔ الخ لمخصاً لہ

ان دنوں شہر احمد آباد میں کاپیاں فوٹو گراف کی ۲۰ روک رکھی ہیں اور نمونہ اصلی آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

یہ فوٹو حضرت پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری والمعنوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم پیران پیر قدس اللہ سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں۔

اس کا رکھنا مکانوں میں حرام ہے یا نہیں۔ اور جس مکان میں یہ فوٹو ہوگا۔ اس میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں۔ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں۔ اور برزخ شیخ جمانے کے لئے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت و طریقت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب . . . . . اللہ عزوجل البلیس کے مکر سے پناہ دے۔ دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یہیں ہوئی۔ کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں۔ اور ان سے لبت عبادت کی تائید سمجھی۔ شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیہ کریمہ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا کی تفسیر میں ہے۔

قَالَ كَانُوا اسْمَاءَ رَجُلٍ صَالِحٍ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكَ وَجَّى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنْ يَنْصَبُوا إِلَى مَجَالِهِمُ النَّاسُ كَانُوا يَجْسُونَ أَنْصَابًا وَسُمُورًا بِاسْمَائِهِمْ. ففعلوا فلم يقبله حتى إذا هُتَّ أُولَئِكَ وَنُسِخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ ۖ

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ابو جعفر بن المہلب سے راوی۔۔۔ قال کان ود رجلاً صالحاً وكان

ترجمہ۔ یہ رود۔ سواع۔ یغوث و یعوق و نسر قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے جب لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کے بعض رشتہ داروں کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ ان کی نشست گاہوں میں ان کے مجسمے کھڑے کر دو تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب تک ان رشتہ داروں نے وفات نہ پائی ان کی عبادت نہ ہوئی جب ان کی وفات ہوئی اور علم رخصت ہو گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی۔

مُحِبِّينَ فِي قَوْمِهِ فَلَقَامَتْ عَسْكَرُوا حَوْلَ قَبْرِهِ فِي أَرْضِ بَابِلَ - وَجَزَعُوا عَلَيْهِ - فَلَمَّا رَأَى ابْلِيسُ جَزَعَهُمْ عَلَيْهِ نَشَبَهُ فِي صُورَةٍ إِنْسَانٍ ثُمَّ قَالَ أَرَى جَزَعَكُمْ عَلَى هَذَا فَهَلْ لَكُمْ أَنْ أَصَوِّرَ لَكُمْ مِثْلَهُ فَيَكُونُ فِي نَادِيكُمْ - فَتَذْكُرُونَهُ بِهِ قَالُوا نَعَمْ - فَصَوَّرَ لَهُمْ مِثْلَهُ وَوَضَعُوهُ فِي نَادِيهِمْ وَجَعَلُوا يَذْكُرُونَهُ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنْ ذِكْرِهِ قَالَ هَلْ لَكُمْ أَنْ أَجْعَلَ لَكُمْ فِي مَثَرِ كُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ مِثْلًا فَيَكُونُ فِي بَيْتِهِ فَتَذْكُرُونَهُ - قَالُوا نَعَمْ فَصَوَّرَ بِكُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ مِثْلًا مِثْلَهُ فَاقْبَلُوا فَجَعَلُوا يَذْكُرُونَهُ بِهِ - قَالَ - وَادْرِكْ أَبْنَاءَهُمْ فَجَعَلُوا يَرَوْنَ مَا يَصْنَعُونَ بِهِ - وَتَسَوَّاهُ وَدَرَسَ أَمْرُ ذِكْرِهِمْ زِيَادَةً حَتَّى اتَّخَذُوهُ إِلَهًا يَعْبُدُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ - قَالَ - وَكَانَ أَوَّلُ مَا عِبَدَ غَيْرَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ هُوَ الصَّنَمُ الَّذِي سَمَّوْهُ بِوَدٍ -

نیز صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے - لَمَّا اشْتَكَى انْبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ كَثِیْرَةً یَقَالُ لَهَا عَارِیَةٌ وَكَانَتْ ام سَلَمَةَ وَ ام حَبِیْبَةُ رَضِی اللہ تعالیٰ عنہما اَتْنَا اَرْضَ حَبَشَةٍ وَ ذَكَرْنَا مِنْ حُسْنِهَا وَ تَصَاوِیرِ فِیْهَا - فَرَفَعَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رَأْسَهُ وَقَالَ اُولَئِكَ اِذَا مَاتَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ اَصْلَحَ بَنُو

اے (ترجمہ) وڈا ایک مسلمان شخص تھا اور اپنی قوم میں محبوب تھا جب اس کا انتقال ہوا تو ارض بابل کے اُس پاس لوگ اکٹھے ہو گئے اس کی قبے کے پاس یہ اجتماع تھا۔ اس ودیہ جزع وفسزع کیا جب ابلیس نے ان کی یہ گریہ و زاری دیکھی تو انسان کا روپ دھارا اور کہا کہ میں اس شخص پر تمہاری زاری دیکھتا ہوں۔ تو کیا میں تمہارے لئے اس کی تصویر بنا دوں جو تمہاری بیٹھک میں ہو تاکہ تم تصویر سے یاد کرو۔ ان سب نے کہا ہاں بنا دو۔ چنانچہ اس نے تصویر بنادی۔ اور انہوں نے اس کو اپنی بیٹھک میں رکھا۔ اور ود کی یاد کرنے لگے۔ جب شیطان نے اس کی یاد کا یہ عالم دیکھا تو کہا کہ میں اس کی تصویر ہر شخص کے گھر میں رکھ دوں کہ اس کے گھر میں رہے تو تم سب اس کو خوب یاد کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں رکھ دو تو اس نے ہر گھر میں ایک مجسمہ بنا دیا تو یہ لوگ اس مجسمہ کو دیکھ کر ود کی یاد کرتے۔ پھر ان کے بیٹے آئے۔ انہوں نے وہ سب کچھ دیکھا پھر ان کے بیٹے آئے۔ اور ود کی یاد پرانی ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کو خدا بنا لیا جسے اللہ کے سوا پوجتے تھے اور دئے زمین پر سب سے پیدا جو صنم پوجا گیا وہ یہی ود نام کا صنم تھا۔

عَسَىٰ تَنْبِرَهُ مُنْجِدًا تَمْ حَوْرًا فِيهِ بَيْتُكَ الصُّورَ اُولَٰئِكَ شَرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ عَلَيْهِ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے ۔ حَوْرًا فِيهِ بَيْتُكَ الصُّورَ اَيُّ حَوْرٍ الصُّلَعَاءُ تَذَكِيرٌ  
بِهِمْ وَتَرْغِيبًا فِي الْمَبَادَةِ لِاجْلِهِمْ ۔ ثُمَّ جَاءَ مِنْ بَعْدِهِمْ قَزَائِنُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالُهُمْ  
وَقَالَ لَهُمْ سَلْعُكُمْ يَعْبُدُونَ هَذِهِ الصُّورَ فَوَقَعُوا فِي مَبَادَةِ الْاَضْلَامِ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ لَا تَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ بَيْتًا  
فِيهِ كَبْتُ اَوْ صُورَةٌ ۔ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو ۔

اور اس میں کسی معظّم دینی کی تصویر ہونا نہ ہو سکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا جاسکتا ہے  
بلکہ زیادہ موجب وبال و نکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاصی  
بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے ۔

ابھی حدیث سن چکے کہ وہ اویسا ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا ۔  
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظّم دینی ہو گا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء  
خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں ۔ ان کی اور حضرت سیدنا اسمعیل ذریع اللہ و حضرت  
بنوٰل مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے نقش کی تھیں ۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا  
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے بھیج کر وہ

۱۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرثیوں ہوئے ۔ آپ کی بعض بیویوں نے ایک گر جاگھر کا ذکر  
کیا جس کا نام ماریہ تھا ۔ اور ام سلمہ و ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرزمین حشر سے آئی تھیں ۔ انہوں نے  
حشر کا حسن اور اس میں تصویروں کا ذکر کیا تو حضور نے اپنا سر مبارک اٹھایا پھر کہا ان لوگوں میں جب  
نیک آدمی مرے تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے ہیں پھر اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں ۔ یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں ۔  
۲۔ یعنی نیکوں کی تصویریں بناتے تھے تاکہ انہیں دیکھ کر اللہ کو یاد کریں اور عبادت میں رغبت ہو ۔ پھر  
ان کے بعد لوگ آئے تو شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کیا اور کہا تمہارے لگے ان تصویروں کو پوجا  
کرنے تھے ۔ پھر وہ صنم پرستی میں پڑ گئے ۔

سب محو کر دیں۔ جب کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے۔ پانی منگا کر بنفس نفیس انہیں دھو دیا۔ اور بنانے والوں کو قاتل اللہ فرمایا۔ اللہ انہیں قتل کرے۔

کتاب و سنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں تفصیلی بحث فرمانے کے بعد آخر میں رقم طراز ہیں۔  
 . . . . . بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اے معظم دینی سمجھنا اے تعظیماً بوسہ دینا۔ سر پر رکھنا۔ آنکھوں سے لگانا۔ اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا۔ اس کے لائے جانے پر قیام کرنا۔ اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذالک افعال تعظیم بجالانا یہ سب سے اجنبی۔ اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام و سخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے۔ اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا۔ اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو۔ . . . . قصد تعظیم ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور۔ بلکہ تسریب ہے کہ اس کی حرمت شدیدہ اس ملت حنیفہ کی ضروریات سے ہو۔ تو اس کا استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امر عظیم کا خطرہ رکھتا ہے۔ والیماذ باللہ تعالیٰ۔

صورت مذکورہ سوال یہی صورت چہارم ہے کہ اسے تبرک کے طور پر رکھنا اس کو سبب نزول برکت جاننا اسے برزخ ٹھہرانا۔ رب عز وجل تک وصول کا ذریعہ بنانا۔ یہ سب وہی اشد کبیرہ ہے۔ اور عادۃً اس حالت میں اس کے ساتھ وہی افعال تعظیم بجالائیں گے جن کے حلال جاننے پر تجدید اسلام مناسب ہے۔  
 سَأَلُ اللَّهَ السَّلَامَةَ وَالْخَيْرَ وَالْأَمْنَ وَالْإِيمَانَ وَالْعِظِيمَ .

نادائق سمجھتے ہیں کہ حضور پر نور سیدالاسیاد امام الافراد و اہب المراد باذن الجواد غوث الاقطاب والاوتاد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اس حرکت سے خوش ہوں گے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی۔

حالاں کہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ ہدایت و استقامت بخشنے۔ آمین بسم

۱۔ مختصر ص ۱۸۳ عطا اللہ تعالیٰ فی حکم تصویر ۱۲۳ھ اختصار کتب دہلوی محمد خواجہ قطب بریلوی۔

۲۔ ص ۱۸۳ عطا اللہ تعالیٰ فی حکم تصویر۔

## تحفظ مقابر

..... (ویران) قبرستان میں جوتی پہن کر جانا اور چارپائی پر سونا گھوڑا باندھنے کا کیا حکم ہے۔

الجواب :- ..... قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے۔ نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات

مسلمین ہے۔ ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں۔ اس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جوتا پہننے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا۔ چارپائی بچھنا۔ سونا بیٹھنا سب منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

① از روئے شیعہ شریف قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔

② قبرستان میں زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اس کی نسبت کیا احکام شرعی ہیں۔

③ قبروں کو منہدم یا مسمار کر کے اس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کرے تو اس کے لئے سزا کیا حکم ہے۔

④ قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔

⑤ قبرستان میں یا اس کی متعلقہ زمین میں بول و براز گندگی وغیرہ پھینکنا یا قبرستان کو گندگی کا محزن بنانا کیسا اور اس کی نسبت کیا حکم ہے۔

⑥ مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے؟

الجواب :- ① و ② عامہ قبرستان وقف ہوتے ہیں اور وقف کی بیع و ہن حرام ہے اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کئے ہوں مگر اس کام کے لئے وقف نہ کیا ہو۔ وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ ہن رکھ سکتا ہے کہ اس میں توہین اموات مسلمین ہے اور ان کی توہین حرام ہے۔

③ حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کیا اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کر لینے اور کھیتی عمارت ہر شے کا اختیار ہے۔

سے بھگتتہ انت دی بنو بیت

(۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدر قدرت اسے روکے جو اس میں پہلوتی کرے گا اسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہوگا۔ قال تعالیٰ: کَاٰنُوْا لَا یَتَّشَاھُوْنَ عَنْ مُّسْکِرٍ فَعْتُوْہٖ بِئْسَ مَا کَاٰنُوْا یَفْعَلُوْنَ۔

(۵) حرام۔ حرام۔ سخت حرام ہے۔ اور اس کا مرتکب مستحق عذابِ نار و غضبِ جبار ہے۔

(۶) قبورِ مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ بیٹھنا جائز نہیں۔ ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ امّہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیاراستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہو گئی ہوں اور اسے ان کی قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو۔ دُور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے الخ۔

عرض: قبرستان میں جو تاپہن کر جانے کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: حدیث میں منہرمایا۔ تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلاتوڑ کر میسے کر تلے تک پہنچ جائے تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ فتح القدیر اور طحاوی اور رد المحتار میں ہے الممرور فی سکتہ حادثہ فی المقابر حرام۔ قبرستان میں جو نیاراستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے کہ وہ ضرور قبروں پر ہوگا۔ بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ الخ ملخصاً۔

## قبر پر یا قبر کی طرف نماز پڑھنا

قبر کی طرف نماز پڑھنا یا قبر پر نماز پڑھنا یا قبرستان میں قبروں کے برابر ہو جانے کے بعد مسجد بنانا یا کھیتی کرنا یا پھول وغیرہ کے درخت لگانا کیسا ہے؟

الجواب: قبر پر نماز پڑھنا حرام۔ قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام۔ قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت وغیرہ کرنا حرام۔

سہ ماہی فتویٰ رضویہ ج ۲

تہذیب و سنہ۔ مسعود دوم۔

ردالمحتار میں حلیہ سے ہے تکرۃ الصلوة علیہ و آلہ و رُوْد الشَّہِی عَنْ ذَابِق۔ فتح القدیر  
و طحاوی و ردالمحتار میں دربارہ مقابر ہے اَنْمُرُوْا رَفِی سِکِّتِہٖ خَادِیْہٖ فِیْمَا حَرَامٌ۔  
اگر مسجد میں کوئی قبر آجائے تو اس کے آس پاس چاروں طرف تھوڑی دیوار اگرچہ پاؤ گز ہو قائم  
کر کے اس پر چھت بنائیں کہ اب نماز یا پاؤں رکھنا قبر پر نہ ہوگا بلکہ اس چھت پر جس کے نیچے قبر ہے۔  
اور نماز قبر کی طرف نہ ہوگی بلکہ اس دیوار کی طرف اور یہ جائز ہے۔

## فرضی قبریں

زید نے ایک فرضی و مصنوعی قبر بنا کر اس کی عظمت کی جھوٹی روایتیں لوگوں میں بیان کیں۔ لوگ  
اس قبر پر چادریں۔ مرغ۔ بکری۔ مٹھائیاں اور روپیہ پیسہ چڑھانے لگے۔ اس سے اپنی منتیں مانگنے لگے۔  
ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایسا شخص فاسق و کافر ہے۔ اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔  
ایسے شخص کے جلسے میں شرکت اور اس سے رشتہ و قرابت کا کیا حکم ہے۔ جو لوگ اس معاملہ میں اس کے  
مدد و معاون ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ (مخلص)

الجواب :- قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلا نا اور اس کے لئے وہ افعال کرنا گناہ ہے  
اور جب کہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کہ ہا ہے تو فاسق معین ہے۔ اور فاسق معین کو امام بنانا  
گناہ اور نماز پھیرنی واجب۔ اس جلسہ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔

زید کے اس معاملہ سے جو لوگ خوشش ہیں خصوصاً وہ جو مدد و معاون ہیں سب گنہگار و فاسق  
ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ بلکہ وہ بھی جو باوصف قدرت  
ساکت ہے قال تعالیٰ کَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔  
مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہو سکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ  
چلبے رکھی چاہے توڑ دی۔ یوں مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے۔ اس کی گروہ  
مرد کے ہاتھ میں ہے۔ قال تعالیٰ بِیَدِهِ مُمْسِكَةُ النَّكَاحِ۔

ہاں! عریز داری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں۔

یہاں تک کہ باز آئے۔ اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا موثر ہوگا تو یوں کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہ کسی اولیاء اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سادہ دلچاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قبول مقبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔

۔۔۔۔۔ جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس کی ہے۔ مرد اہل اسلام۔ یہودی یا نصاریٰ یا عورت یہودی یا نصاریٰ یا مسلمان کی تو اس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں؟

الجواب:۔۔۔۔۔ جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی۔ اس کی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر۔۔۔۔۔ تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔ مخلصاً

## طواف و بوسۂ قبر

بوسہ و طواف و سجدۂ قبر برائے تعظیم سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:۔ بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔

پیر و مرشد کے مزار کا طواف کرنا اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم طواف مخصوص

۱۵۔ مفتاویٰ رضویہ ج ۴۔ ۱۵۔ ایضاً۔ ۱۶۔ ص ۱۳۱۔ ایضاً۔

۱۷۔ احکام شریعت سوم۔ ۱۸۔ مفتاویٰ رضویہ ج ۴۔



بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ نہ دینا چاہئے۔

علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اس میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع شریف میں ممانعت نہ آئی۔ اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ ان الحكم الا لله۔

ہاتھ باندھے لئے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں! اگر اس میں اپنی یاد دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بوسہ قبر و طواف قبر اور قبر کی بلندی سے متعلق ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

① بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے۔ درکفایۃ الشیخی اثر سے درتخویر بوسہ دادن قبر والدین رانقل کردہ وگفتہ درایں صورت لا باس است وشیخ اجل ہم در شرح مشکوٰۃ بورد آں در بعض اشارت کردہ بے تعرض بحر ح آں۔

مگر جمہور علماء مکروہہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ مسح نہ کند قبر را بدست۔ و بوسہ نہ دہد آں را۔ کشف الغطاء میں ہے کذا فی عیۃ الکتب۔ مدارج النبوة میں ہے۔ در بوسہ قبر والدین روایت فقہی می کنند و صحیح آنست کہ لا يجوز است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے۔ ویسکنہ ان بطوف حولہ ثلث مراتب فعل ذلک۔ مگر رائج یہ کہ مستکرم ہے۔

مولانا علی قاری منک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں۔ الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء۔ مگر اے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ دہابیر کا مزعوم ہے محض باطل و غلط اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔

③ ایک باشت یا کچھ زائد..... زیادہ فاحش بلندی مکروہہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ موصفاً

## پختہ قبر

”قبروں کا پختہ بنانا وہاں نہیں ہے۔“

سند۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔ ص ۱۸۸

marfat.com

Marfat.com

الجواب :- میت کے گرد بچتہ نہ ہو اور پر کا حصہ بچتہ کر دیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 قبرستان بوجہ بہت دیرانہ کے میت کی ہڈیاں یا ہر نکل پڑیں تو ایسی حالت میں بچتہ اینٹوں سے  
 قبراں سر نو بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- ان ہڈیوں کا دفن کرنا واجب ہے اور قبر میت کے گرد پکی نہ ہو۔ اور پر سے پکی کر سکتے ہیں۔

## بلند کی قبر

① قبر سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اس پر ڈال دینا چاہئے۔ یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر  
 کو اونچا کرنا چاہئے؟

② میت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہو جانا چاہئے یا گھر پر آن کر فاتحہ پڑھ کر منتشر ہونا چاہئے؟  
 الجواب :- صرف بالشت بھر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہتر یہ ہے کہ منتشر ہو جائیں پھر میت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 عرض :- قبر اونچا بنانا کیسا ہے؟

ارشاد :- خلاف سنت ہے۔ میرے والد ماجد۔ میری والدہ ماجدہ۔ میرے بھائی کی قبریں دیکھئے  
 ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔

## قبر پر حیراغ و لوبان اور گرتی

کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے اور جو شخص جلانے والے  
 کو فاسق اور بدعتی کہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- عود۔ لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے۔ اگرچہ  
 کسی برتن میں ہو۔ لمافیه من التناؤل الفبیح بطووع المدخان من اعلی القبر۔ والعیاذ باللہ۔

۱۔ احکام شریعت دوم

۲۔ مفت دی رضویہ جیب

۳۔ ایضاً

۴۔ مفت دی رضویہ سوم

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہ قال لا بنہ

وهو فی سباق الموت اذا انا مت فلا تصجنی نائحة ولا نار۔ الحدیث۔ شرح مشکوٰۃ  
للإمام ابن حجر المکی میں ہے لانہما من التناؤل الضیغ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔  
انہا سبب للتناؤل الضیغ۔ اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذکر  
ہو بلکہ صرف قبر کے لئے جلا کر چلائے تو ظاہر منع ہے۔ کہ اسراف و اضعاف مال ہے۔

میت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نیسین بہشتی  
پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں دنیا کے اگر تیری ولوبان سے غنی ہے۔ اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں  
ہے اسے اس سے انتفاع نہیں تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو تو سبیل احتراز لازم  
ہے۔ ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیرہ کتاب۔ اور  
اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے جو  
اسے فسق و بدعت کے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودہ و ہابیت پہ مرتا ہے۔ بہر حال یہ  
شرع مطہر پر افتراء ہے علیہ

اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوئے ادب اور بد فالی ہے۔ عالمگیری میں ہے  
ان سفن القبر حق المیت۔ ہاں! قریب قبر زمین خالی پر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۃ ناس پر رکھشتی جیب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح  
مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بے شک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں  
کہ یہی علت منع بتانے ہیں اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں۔ اب بھی اسراف ہوا۔  
بلکہ کچھ اندیوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں۔ رہے مزارات محبوبان اللہ ان میں  
اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ منیتیں شرعاً محمود نہیں۔ اور  
اگر ان کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو۔ اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحہ موجود ہے نہ تعظیم قبر۔  
بلکہ تعظیم روح محبوب اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب!

امام اجل تقی الدین سبکی۔ و امام نور الدین سمہودی۔ و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالیٰ

لے منہ انتادی بنویہ چہ ایم۔ لے منہ انتادی بنویہ چہ ایم۔

marfat.com

Marfat.com

اسی کو جائز بتاتے ہیں۔ اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ تعظیم روح ولی محض جزاف و بدگمانی و حرام بنھن قرآنی ہے۔ الخ۔

## قبرستان میں شیرنی کی تقسیم

عرض! مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لئے جانا کیسا ہے؟  
ارشاد! ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علماء کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور  
چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے۔ اور یہ نیت نہ بھی  
ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے۔

(پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چائیں خیسرات کریں۔ قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم  
ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل بچلتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

## تبرکات کا غلط انتساب

جو تبرکات شریف بلا سند لاتے ہیں ان کی زیارت کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور اکثر لوگ یہ کہتے  
ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں یہ ان کا کہنا کیسا ہے؟ اور جو زائر کچھ نذر کرے  
اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص خود مانگے اس کا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب:- تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا  
کچھ مانگنا سخت شنیع ہے۔ جو تندرست ہو۔ اعضاء صحیح رکھتا ہو۔ نوکری خواہ مزدوری اگر چہ ڈیرا  
ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں: "لَا تَجِدُ الصَّدَقَةَ لِقَبْنِي وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ" غنی یا سکت والے تندرست  
کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

۱۷ ص ۱۸۔ ملفوظ حصہ سوم۔

۱۷ ص ۱۸۔ ایضاً

زیارت قبر میں حداد:- مسئلہ جس کی قبر کی زیارت کو گیا ہے اس کی زندگی میں اگر اس کے پاس ملاقات  
کو آتا تو جتنا نزدیک یا دور ہو تاب بھی قبر کی زیارت میں اسی کا لحاظ رکھے۔ ۲۴۰ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

علماء فرماتے ہیں: "مَا جَمَعَ السَّائِلُ بِالشَّكَاةِ فَهُوَ الْخَبِيثُ" سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔ اس پر ایک شاعت تو یہ ہوئی۔ دوسری شاعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے۔ اور یَشْتَرُونَ بِهَا يَاقًا ثَمَنًا قَلِيلًا کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ بھی الشرع و حل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں۔ ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذیل قیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔

رہا یہ (سوال) کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ دے دیں اور یہ بے اس میں تفصیل ہے شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ "الْمَعْمُودُ عَرَفْنَا كَالشُّرُوطِ لَفْظًا"

جو لوگ تبرکات شریفہ شہر بہ شہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت و نادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر و جمع مال چاہتے ہیں۔ یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں۔ ریلوں کے کرائے دیں اگر ان میں کوئی زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی مرتجح تکذیب کر رہا ہے۔ ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری مسائل طہارت و صلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں۔ اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہری کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میں جانا پسند نہ کیا۔ مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرنے ہیں پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے۔

پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے۔

پھر جہاں کہیں ملے بھی مگر ان کے خیال سے غور ڈالو ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجئے اگرچہ وہ دینے والے صلحاء و علماء ہوں اور مال حلال سے دیا ہو۔

اور جہاں پیٹ بھر مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تحسینیں لے لیجئے اگرچہ وہ دیتے والے فساق و فجار بلکہ بد مذہب ہوں اور مال حرام سے دیا ہو۔ تو قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے مگر اپنے کے لئے۔ اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا۔ تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہو گیا۔ اور وہ بچند وجہ حرام ہے۔ ملخصاً یہ

## مردہ پر گریہ وزاری

عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟  
الجواب: عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے اس کا طلال میت کو بھی ہوتا ہے۔ اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے تو اسے غمگین نہ کرو۔ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## تعزیت بعد دفن

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا مگر ہوا یہ کہ جہاں نے اس رسم شرعی میں بہت رسوم جاہلیت و اختراعات بے ہودہ کو دخل دیا۔ مثلاً گانے بجانے، شمعیں، قندیلیں، عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے، ریاض نامورئی کے اسباب، میت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت الٹی وہ باتیں جو غم و الم کو زیادہ کریں اور میت کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں۔ الخ۔

بالجملہ۔ قول فیصل جس سے اختلاف زائل اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت و دعاء و ایصالِ ثواب بے شک محمود و مندوب اور وقت دعاء ہاتھ اٹھانا بھی جائز۔ اور اگر کوئی شخص ایسا میت کے مکان پر جا کر تعزیت کر آئے تو بھی قطعاً روا۔ مگر ایسا کہ خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس، ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اسی وقت اگر ہو یا کبھی، مکانِ میت پر ہو یا کہیں اور۔ بہر طور جائز و مباح ہے۔ جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ مگر اس کا نہ کرنا افضل ہے نہ یہ کہ مطلقاً حرام و گناہ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔ الخ۔ مختصاً

## طعام میت

اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدتِ اقامت میں عورات کے کھانے پینے

۱۲۵۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔ ۱۲۶۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔ ۱۲۷۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔

پان چھایا کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لینے میں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟

الجواب:- سبحان اللہ! اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا۔ یوں پوچھ کر یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً:- یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مستند اور ابن ماجہ سن میں ہر سند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بن جلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کُنا نَعْدُ الْجَمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيْتِ وَ مَنَعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ الْبِتَّاحَةِ ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مروءے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطقہ۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ يَكْرَهُ اتِّخَاذُ الصِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيْتِ لِأَنَّهُ شَرَعٌ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُتَّبَعَةٌ۔ اہل میت کی طرف سے کھانے کی صیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے صیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خوانہ المفسرین کتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متعارفہ ہے۔ وَالْفَتْوَى السَّرَاجِيَّةُ لَا يَبَاحُ اتِّخَاذُ الصِّيَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْمَصِيبَةِ اِم زَادَ فِي الْخُلَاصَةِ وَلَا فِي الصِّيَافَةِ تَتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُورِ۔ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

تیسرے دن امام زلیعی میں ہے۔ لَا بَأْسَ بِالْجُلُوسِ لِلْمَصِيبَةِ إِلَى ثَلَاثٍ مِنْ عَشِيرِ اِرْتِكَابِ مَعْظُورٍ مِنْ فَرَشِ الْبَسِ وَالْأَهْمَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَيْتِ۔ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھنے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔

امام بزاز و جیز میں فرماتے ہیں۔ يَكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَ بَعْدَ الْأُسْبُوعِ یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب

علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔ ابطال ذلک فی المعراج وقال: هذه الافعال كلها للسمعة و الرياء فيتحسن عنها۔ یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

ثانیاً: غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيُصْلَوْنَ سَعِيرًا۔ بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ بلاشبہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤں میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال الله تعالى لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ نہ اس کے دھی کو لِأَنَّ الْوَلَايَةَ لِلنَّظَرِ لَا لِلتَّصَرُّفِ عَلَى الْخُصُوصِ۔ اور اگر ان میں کوئی یتیم ہو تو آفت سخت تر ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ رَبِّ السَّالِمِينَ۔

ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوانیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔

ثالثاً: یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلا کر روٹا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالى وَلَا تَقَاوُنًا عَنِ الْإِثْمِ وَ انْعُدَانٍ۔

نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس ناجائز مجمع کے لئے ناجائز تر ہوگا کشف الغطاء میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہل میت اگر نوہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ۔

رابعاً: اکثر لوگوں کو اس رسم شیعہ کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔



یہاں تک کہ میت والے بچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے کھانا پان چھایا کہاں سے لائیں اور بار بار ضرورت سے رض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے زہار پسند نہیں کہ ایک رسم ممنوع کے لئے۔ پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی مالا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔

غرض اس رسم کی شناعیت و ممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشنے کو قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن یہودہ کا لحاظ نہ کریں و اللہ بہدی تنبیہ۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزریزوں، ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لئے بھیجے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لئے بھی فقط روزاول کا حکم ہے آگے نہیں۔ الی آخرہ ملخصاً۔

مسئلہ:۔ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کہتے ہیں یہ منہ ہے غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔ و اللہ اعلم۔

میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے اور بغیر دعوت کے جمہراتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منہ نہیں۔ بہتر ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں۔ الخ۔

موت میں دعوت بے معنی ہے۔ فتح القدیر میں اسے بدعت مستقیمہ فرمایا۔ لِأَنَّ الدَّعْوَةَ شُرْعَتْ فِي الشُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ۔ اغنیاء کا اس میں کچھ حق نہیں اور اگر بنظر "المعہود عرفاً کا المشرط و المظاہر"

۱۴۸۔ جلی الصوت لنہی الدعوة امام الموت (۱۳۱ھ) مشمولہ فتاویٰ رضویہ ج ۲۔  
۱۴۹۔ احکام شریعت رد م۔ ۳۰۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲۔

وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو ان کی تلاوت کے عوض میں مجھے کھانا دینا ہے۔ یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے تو آپ ہی حرام ہے۔ کھانا بھی حرام۔ اور کھانا بھی حرام۔ لَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَلِكَ

## اہل میت کے گھر کھانا بھیجنا

..... بروز وفات جو کھانا اہل میت کے یہاں بطریق بھائی بھیجا جاتا ہے اس کو اہل میت کے اعزہ وغیرہ کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ بروز سوم۔ دہم۔ چہلم۔ ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرض ایصالِ ثواب پکا کر مسکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بقدر ضرورت اضافہ کر کے علاوہ مساکین کے دیگر اعزہ واجباب کو کھلایا اور برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ملخص۔

الجواب۔ ..... پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہو بھیجنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔ نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے۔ نہ اور اس میں کھائیں۔ و بیان ذالک فی فتاوانا۔

ایصالِ ثواب سنت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السَّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ وَ هُوَ بِدْعَةٌ مُصْتَبَعَةٌ۔ روى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعدُّ الاجتماع الى أهل الميت وصنعهم الطعام من النجاسة۔ جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع بدعتِ قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔ قال تعالى۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِذَلِكَ

## سوم۔ دہم۔ چہلم کا کھانا اور ان کے مراسم

میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید، کلمہ طیبہ پڑھنا اور خچنوں وغیرہ پر

۱۔ ۲۱ فتاویٰ رضویہ جہارم۔ ۲۔ ۲۱ فتاویٰ رضویہ جہارم۔

کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا چاہے سو م یا تبجہ کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے۔ تو قرآن شریف و کلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے۔ صِيَامُ النَّبِيِّ لَا يَلْفَ وَلَا غَيْرُهُ۔

اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔ غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔

باقی جو بے ہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا۔ عمدہ عمدہ فرش بچھانا۔ باتیں بے جا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح جنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے یا نٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِہٖ

جنوں پر سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے جنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں۔ وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے جنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہئے یا نہیں۔ کیا گناہ ہے۔ ملخصاً۔

الجواب :- یہ چیزیں غنی نہ لے۔ فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ۔ گناہ۔ گناہ۔

فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اویلائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں جب کہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِہٖ

(۱) سوم و دہم و چہلم کا کھانا جو پکنا ہے اس کو برادری کو کھلانے اور خود جا کر کھائے تو جائز ہے؟

(۲) مَقُولُ طَعَامِ النَّبِيِّ يُبَيِّتُ النَّفْسَ۔ مستند قول ہے؟

۱۔ ۱۹۳ فتاویٰ رضویہ چہارم۔ ۲۔ ۲۱۵۔ فتاویٰ رضویہ چہارم۔

الجواب: (۱) سوم۔ دہم و چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ کما فی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔  
فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ اِنَّهَا بِذَعَةٍ مُّنتَبِعَةٌ لِأَنَّهَا شُرِعَتْ فِي الشُّرُورِ لَا فِي الشُّرُوبِ۔  
تین دن تک اس کا محمول ہے۔ لہذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔

(۲) یہ تجسّس کی بات ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر و طاعت الہی کے لئے حیات و حُستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لئے موت مسکین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھانے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں شاغل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## ایصالِ ثواب برائے کفار و مشرکین

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریات دین ہیں۔ اے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَا لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ  
انہیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہاء کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں! جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلے انہیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جب کہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بناء پر نہ ہو۔ ومنہ انکم اذا مثلہم یہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## فاتحہ میں کھانا سامنے رکھنا

فاتحہ بہیت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود و فاتحہ پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں۔ اور وہ کھانا محتاج کو دیدیتے ہیں جائز ہے یا نہیں ملخصاً۔

الجواب: فاتحہ بہیت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور بلاریب جائز و مستحسن ہے اہل سنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبرہ کثرت وارد۔



الجواب: (۱) فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لئے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضروری نہیں۔ یہ اس پیش امام کی غلطی تھی۔ اور حضرت خانوٰں جنت کی نیاز کا کھانا پر دے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انہیں اس سے باز رکھا جائے۔ الخ۔

(۲) یہ محض بے ثبوت اور زری اختراعی باتیں ہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں۔  
(۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں۔ اور جو امام ایسا نہ کرے اس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اس پر لعن سخت حرام ہے۔ ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔

(۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز اور جدا جدا دلائیں تو جائز جیسے حیات دنیا میں ایسے علیکم جنح ان تاكلوا جميعا و اشتاتا۔ واللہ اعلم بالصواب

## روزہ مشکل کشا

اکثر عورتیں مشکل کشا علی کاروزہ رکھتی ہیں۔ کیسا ہے؟

الجواب: روزہ خاص اللہ عزوجل کے لئے ہے۔ اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولا علی کی نذر کریں تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرنی ہیں کہ روزہ آدمی رات تک رکھتی ہیں شام کو افطار نہیں کرتیں۔ آدمی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں۔ اس وقت روزہ افطار کرتی ہیں۔ یہ شیطانی رسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## دستِ غیب و کیمیا

عرض: دستِ غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: دستِ غیب کے لئے دعا کرتا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تفسیح مال ہے اور یہ حرام ہے۔ آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔  
کُنَّا بِطَرَفِ الْكَلْبِ اِنَّ الْمَاءَ يَبْلُغُ فَاَوْ وَاَوْ بِبَابِ بَءٍ

۱۔ ۲۳۳، ۱۲۵ فتاویٰ رضویہ چہارم۔ ۲۔ ۶۶۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔

۳۔ ترجمہ: اس کی طرح جو پانی کے ساتھ اپنی ہتھیلیاں پھیلاتے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پونچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔

دستِ غیب جو قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ يَتَّقِ اللَّهَ پر عمل نہیں ورنہ حقیقت سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ الی آخرہ

## جانور پالنا

شکرِ باز پالنا درست ہے۔ اور ان سے شکار کرنا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ بقولہ تعالیٰ مَا عَلِمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ۔ الْآيَةُ۔

مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفعِ صحیح کی غرض سے ہو۔ محض تفریح و لہو و لعب نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پاگئے ہوں اور سمجھ لے کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا۔ شیر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لعل لڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، رینگھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کو ایذا دینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

کبوتر پالنا جب کہ خالی دل پہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو تو جائز ہے اور اگر چیتوں پر چڑھ کر دوڑائے کہ مسلمانوں کی عورت پر نگاہ پڑے۔ یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شبیہ توڑ دیں یا کسی کی آنکھ پھوڑ دیں یا کسی کا دم بڑھائے اور نماشہ ہونے کے لئے دن بھر انہیں بھوکا اڑائے جب اتنا چاہے نہ اترنے دیں۔ ایسا پالنا حرام ہے۔

کتاب پالنا حرام ہے جس گھر میں کتاب ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھنٹی ہیں۔

صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے۔ ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافعِ صحیح کے لئے شکار کی حاجت ہو نہ شکار نفسِ سخی کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتاب جو گھلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی بھی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔

۱۔ منہ۔ ۲۔ محفوظ سوم۔ ۳۔ احکام شریعت دوم۔

غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے۔ اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر اس پاس کے گھروں نے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دونوں کی بات جاننے والا ہے۔ ملخصاً

## کبوتر و بٹیر بازی

کبوتر اڑانا اور پالنا اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کن کیتا بازی اور سنہر دخت کرنا۔ کن کیتا اور دور درما بٹھا جائز ہے یا ناجائز۔ اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟  
الجواب:- کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداء سلام کی جائے۔ جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں۔ کن کیتا اڑانے میں وقت اور مال کا ضائع کرنا ہو تبھی یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات۔ کن کیتا اور دور بچپا بھی منع ہے۔ اصرار کریں تو ان سے بھی ابتداء سلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے۔ اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے۔ اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔

۱۔ ۱۹۵۷ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۷۷۔ ۲۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۳۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۷۷۔ ۴۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۵۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۶۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۷۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۸۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۹۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۰۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

۱۱۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۲۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۳۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۴۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۵۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۶۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۷۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۸۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۱۹۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۰۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

۲۱۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۲۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۳۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۴۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۵۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۶۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۷۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۸۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۲۹۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔  
۳۰۔ ۱۹۶۲ء۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔



## شکار

شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک عام قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا ہو خواہ پھلی کا۔ روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔

حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔ آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک وائے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں وہ گرم دوپہروں میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا اور گرم ہوا کے پھیرے کھانا گوارہ کرتے اور دو دوپہر بلکہ دو دو دن شکار کے لئے گھبرا چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں حاشا وکلاً۔ بلکہ وہی ہو دلچسپ ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بہت بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہنے مثلاً پھلی بازار میں بھی ملے گی وہاں سے لے لیجئے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہنے کہ ہم اپنے پاس سے لادیتے ہیں کہیں نہ بانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چنداں غرض نہیں رکھتے۔ بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح و حرام ہے الخ۔

## تاش و شطرنج اور گنجفہ و چوسر

تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ و حرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں الخ۔ یہ سب کھیل (گنجفہ، چوسر، شطرنج) ممنوع و ناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں۔ گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انہیں غفلت کے ساتھ رکھتے اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ اس امر کے سبب سخت گناہ کا موجب ہے اور چوسر کی نسبت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ جس نے چوسر کھیلنا شروع کیا اپنا ہاتھ سورہے گوشت خون میں رنگا۔ چوسر بالاجماع حرام و موجب فسق و

ردِ شہادت ہے۔ یہی حال گنجلے کا بگھ لینا چاہئے۔

شترج کو اگرچہ بعض علماء نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے مگر تحقیق یہ کہ مطلقاً منع ہے۔ اور حق یہ کہ ان شرطوں کا نباہ ہرگز نہیں ہوتا۔

## موجودہ طریقہ کشتی

عرض ! حضور کشتی لڑنا جائز ہے یا نہیں ؟

ارشاد ! کشتی جس طور پر آج کل لڑی جاتی ہے محمود نہیں۔ اس میں تن پروری ہوتی ہے۔ مجمع عام ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر کھولے تو حرام ہے۔ ہاں ! اگر خاص مجمع ہے اپنے ہی لوگ ہیں۔ بند مکان میں نماز کی پابندی کے ساتھ بغیر ستر کھولے ہوئے لڑیں تو مضائقہ نہیں۔

## پتنگ بازی

کن کیا اڑانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں ؟ اگر اس لوٹی ہوئی ڈور سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا ؟

الجواب :- کن کیا اڑانا ہر دو لعب ہے اور ہوتا جائز ہے۔ حدیث میں ہے — كُنْ لَهٗوِ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ إِلَّا فِي ثَلَاثَ۔ ڈور لوٹنا بھی حرام ہے اور بھیجنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّبَّهِی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔

جلد ۳۴ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۳۲۳ ملفوظ چہارم۔

کشتی : کشتی لڑنا اگر ہر دو لعب کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لئے ہو کہ جسم میں قوت آئے اور کفار سے لڑنے میں کام دے یہ جائز و مستحسن و کارِ ثواب ہے بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو۔ آج کل برہنہ ہو کر صرف ایک لنگوٹ یا جاگلیا پہن کر لڑتے ہیں کہ ساری رانیں کھلی ہوتی ہیں۔ یہ ناجائز ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکازے کشتی لڑی اور تین مرتبہ پچھاڑا کیوں کہ رکاز نے یہ کہا تھا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میرا ایمان لاؤں گا۔ پھر مسلمان ہو گئے۔ ص ۱۳ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

marfat.com

Marfat.com

لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے کہ اسے دیدی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا پھیرنا واجب ہے۔ للاشتغال علی المحرم کالمسلوۃ فی ارض منصوصۃ اور اگر معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے یہاں تک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دیدے اور فقیر ہے تو خود اپنے مصرف میں لاسکتا ہے پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے مصرف میں آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہوگا۔

کما هو معروف فی الفقہ من حکم اللقطۃ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

## تبہا کو کا استعمال

بقدر ضرر و اختلال جو اس کھانا حرام ہے اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کر کے کیلوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو نہ آنے پائے تو خالص مباح ہے۔ بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہئے منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو اور تہران عظیم تو حالت بد بو میں پڑنا سخت منع ہے۔ ہاں جب بد بو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تبہا کو ہو، اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے لیکن قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ضرور بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی وسعت نہ دی گئی جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتے کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَیْسَ بِکُمْ بِمُؤْمِنٍ حَتَّى تَلْزِقُوا فَمَکَکُمْ بِالسَّوَابِ فَإِنَّ أَفْوَاهَکُمْ حَبْرُیْنِ الْقُرْآنِ۔ (رواہ السنن بحوالہ ابی داؤد)

عن بعض الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن

اپنے منہ مسواک بے ستھرے کر دو کہ تمہارے منہ قرآن کا راستہ ہیں

۱۔ ۲۱۔ ۲۲۔ احکام شریعت اول۔

یعنی اتنی مقدار کہ کھانے سے نقصان اور جو اس میں خرابی پیدا ہو۔ ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک ان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع مملک  
فاه علی فیہ ولا یخرج من فیہ شی الا دخل فم المملک۔ (رواہ البیہقی فی الشعب وتمامہ  
فی فوائدہ والنضیاء فی المختار عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو حدیث صحیح)  
جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھ مسواک کرے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ  
رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتے کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

لیس شی اشد علی المملک من ریح الشمر ما قام عید الی صلوۃ قط الا یقم فاه  
مملک ولا یخرج من فیہ شی الا یدخل فی فم المملک۔

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بوسے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ  
اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتے کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

## مراسم شادی

ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ شادی کے دن طرح طرح کا تماشا کرتے ہیں یعنی  
آتش بازی و بندوق اور گانا بجانا اور لکڑی پھینکنا وغیرہ یہ سب سامان کے ساتھ نوشاہ کو پاکی پر سوار  
کر کے تماشا کرتے ہوئے دولہن کے مکان میں جاتے ہیں۔ آیا یہ سب امور مذکورہ بحسب شرع شریف  
کے جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب:- نوشہ کو پاکی میں عوار کرنا مباح و جائز ہے لانه من الرسوم العادیۃ التي  
لا مغمز فیہا من الشرع۔ اور لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں  
جب کہ اپنے یا دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو۔ اور ان سے مقصود کوئی غرض محمود جیسے فن سپہ گری کی  
مہارت ہونہ مجرد لہو و لعب۔ لانہما یج من جنس النضال المستثنی فی الحدیث۔

اور اگر صرف کھیل کو مقصود ہو تو مکروہ۔ فی الدر المختار کثرہ کُلُّ نَهْی لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

سہ احکام شریف حصہ اول۔

marfat.com

Marfat.com

وَالسَّلَامُ كُلُّهُ الْمُسْلِمُ حَرَامٌ إِلَّا ثَلَاثَةً مَلَاعِبَتُهُ أَهْلُهُ وَتَأْدِيبُهُ بِغَرَسِهِ وَمَنَاضِلَتُهُ  
بِقَوْسِهِ ۝ وَفِي رَدِّ الْمُعْتَارِ وَالْجَوَاهِرِ قَدْ جَاءَ الْأَشْرَفُ فِي رُخَصَةِ الْمُضَارَعَةِ لِتَحْصِيلِ الْفَتْوَى  
عَلَى الْمَعَاشِلَةِ دُونَ التَّلَهُّيِّ قَبَائِشُهُ مَكْرُوهُ ۝ ۱۰

آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب براءت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس  
میں نفیس مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا قال اللہ تعالیٰ وَلَا تُبْذِرْ رِبَّكَ بِيَدِ  
إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ بِرَبِّهِ كَفُورًا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالیٰ کبرۃ لکم ثلثا فیتل وقال  
وَإِضَاعَةُ الْحَالِ وَكَثْرَةُ السَّوَالِ۔ رواہ البخاری عن المعین بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدثؒ "ما ثبت بالنسبة" میں فرماتے ہیں مِنَ الْبَدْعِ الشَّيْعَةِ  
مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِي أَكْثَرِ بِلَادِ الْهِنْدِ مِنْ اجْتِمَاعِهِمْ لِلتَّلَوِّ وَالنَّصَبِ بِالتَّحَارِقِ الْكَبِيرِ تَعْلَمُ  
اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں۔ خصوصاً وہ،  
ناپاک و ملعون رسم کہ بہت خزان بے نمینہذا خن جاہلوں نے شیاطین ہنود ملائین بے سپرد سے سیکھی۔  
یعنی فحش گایوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو کچھ دیر سنانا۔ سمدھیانہ کی عینف  
پاکہ امن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا۔ خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا۔ مجمع زنان میں ہونا ان کا  
اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسا۔ ہنسنے اڑانا۔ اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلتی لیاں سکھانا۔  
بے حیا بے غیرت۔ خبیث۔ بے حیئت مردوں کا اس شہدین کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے  
دکھا دے کو جھوٹ پچ ایک آدھ بار جھوک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا۔ وہ شیخ گندی مردود رسم ہے  
جس پر صد ہا لعینیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں۔ اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے اپنے یہاں  
اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر مرتکب کہاں۔ مستحق غضب جبار و عذاب نارا ہیں۔  
والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے۔ آمین۔

جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ  
شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مرد  
عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جو روپیہ بی بی ماں بہن کو گایاں نہ دلوائیں۔

فحش نہ سنو ایسے ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الہی سے حصہ لیں گے۔ والعیاذ باللہ  
رب العالمین۔ زہار زہار اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روانہ رکھیں کہ  
لَا طَاعَةَ لِمَا خِلَافِ مَعْصِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى۔

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جب کہ مقصود شرع  
سے تجاوز کر کے ہومکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے و لہذا علماء شرع لگاتے ہیں کہ قواعد  
موسیقی پر نہ بجایا جائے تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و نا جائز ہیں  
پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے۔ نہ شرف والی بی بیوں کے مناسب بلکہ نابالغ چھوٹی چھوٹی  
بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں  
جن میں اصلہ فحش ہو نہ کوئی بے حیائی کا ذکر نہ فسق و فجور کی باتیں نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے  
جرچے نہ نامحسوس مردوں کو نفرت عورات کی آواز پہنچے۔ غرض ہر طرح منکرات شرعیہ و مظاہر فتنہ سے  
پاک ہوں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شر پڑھا جاتا تھا۔

اَيْتِنَاكُمْ اَيْتِنَاكُمْ فَحَيَاتُنَا وَحَيَاتُكُمْ

ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے۔ اللہ ہمیں زندہ رکھے تمہیں بھی چلائے۔  
بس اس قسم کے پاک صاف مضمون ہوں۔ اصل حکم میں تو اس قدر کی رخصت ہے مگر حال زمانہ کے  
مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی بجائے کہ جہاں حال خصوصاً زنان زمانہ سے کسی طرح امید نہیں کہ انہیں جو حد  
باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابندی رہیں اور حد مکروہ و ممنوع تک تجاوز نہ کریں۔ لہذا سرے سے  
فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے۔ نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گے نہ آگے پاؤں پھیلانیں گے۔ خصوصاً بازاری  
فاجرہ فاحشہ عورتوں زندیوں ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرعی کی پابندی  
محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سراپوں کی خوگر ہیں۔ منع کہتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی۔ بلکہ  
شریف زادوں کا ان آوارہ بد وضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بہودہ و بیجا ہے۔ صحبت بد زہر قاتل  
ہے اور عورتیں نازک شیشیاں جن کے ٹوٹنے کو ادنیٰ ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور اقدس  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدًا بِالْقَوَارِیْدِ فرمایا۔ الخ مخلصاً ہے

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدًا بِالْقَوَارِیْدِ فرمایا۔ الخ مخلصاً ہے۔

marfat.com

Marfat.com

## جلسہ وجلاس میں عورتوں کی شرکت

اگر وعظا، اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل و نا عاقل و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں۔ مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سرو پا کہانی، یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع، نہ عنائد کا پاس، نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسند عوام، اور نہایت مراد جمع خطام، یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین، غافلین، مبطلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شہر اربے شعور کے۔ انبیاء کی توہین، خدا پر اتہام، اور نعت و منقبت کا نام بدنام، جب تو جانا بھی گناہ بھیبتا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقاد، مجمع آٹام۔

شادی کے یہودہ مراسم:- کچھ لوگ رسموں کی اتنی پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پٹے مگر رسم نہ چھوٹے جیسے روکی جوان ہے اور رسموں کے ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ کریں گے کہ رسم چھوڑ دیں اور نکاح کر دیں کہ بوجھ اترے اور بے آبروئی کا ڈر جاتا رہے۔ اب رسموں کو پورا کرنے کے لئے بھیک مانگتے طرح طرح کی فکر کرتے ہیں اس خیال سے کہ کہیں مل جلنے تو شادی کریں، برسیں گزار دیتے ہیں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض آدمی سودی قرض لے کر رسوم ادا کرتے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے۔ حدیث میں دونوں پر لعنت آئی ہے۔ اللہ و رسول کی لعنت کے سزاوار ہوتے ہیں مگر رسم چھوڑنا گوارہ نہیں کرتے۔

پھر اگر کچھ جگہ زمین ہے تو وہ بھی سودی قرضہ میں غائب ہو گئی اور کھانے بیٹھنے کا بھی ٹھکانا نہ رہا۔ ایسی ہی فضول خرچیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی جائیدادیں تباہ ہو گئیں۔ اس لئے دین و دنیا کا آرام اسی میں ہے کہ آدمی فضول خرچی سے بچے۔

اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے۔ کہ اولاً تو ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا اس سے بڑھ کر، عورتوں کی آواز نا محرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے اور دہی عشق و محبت کے گیت۔

جو عورتیں اپنے گھروں میں چلا کر بات کرنا چاہتی ہیں سمجھیں گھر سے باہر آواز جانے کو برا جانتی ہیں۔ یہ

— آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پرمطال فَنَاتَابُهُ وَ إِنَّا لَإِيَّهِ رَاجِعُونَ ۔

اسی طرح اگر عادت نسائے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس و عظم و ذکر اقدس جائیں، اور سنیں نہ سنائیں۔ بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائیں۔ جیسا کہ غالب احوال زنانِ زماں۔ تو بھی ممانعت ہی سہیل ہے

حاشیہ

موقع پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں۔ کتنی ہی دور آواز جائے کوئی حرج نہیں پھر ایسے گانے میں جو ان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے گیت گانا یا سننا ضرور ان کے دل میں بُرے خیالات پیدا کرے گا دہے جوش کو ابھارے گا اور اخلاق و شرافت پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھنے کی ضرورت ہو۔ آج مردوں اور عورتوں کے بد چلن ہونے کی سب سے بڑی وجہ عشقہ مضامین کا پڑھنا ہے (جیسے ناول اور افسانے) یا عشق و محبت کے تماشے کھیل دیکھنا ہے (جیسے تھیٹر سینما)

اسی سلسلہ میں رت جگنا بھی ہے کہ رات بھر گاتی ہیں اور گنگلے پکتے ہیں۔ صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے۔ نیاز گھر میں بھی ہو سکتی ہے۔ گنگلے کے سوا ہر کھلنے پر ہو سکتی ہے اور اگر مسجد ہی میں ہو تو مردے جاسکتے ہیں عورتوں کی کیا ضرورت ہے؟ پھر اگر اس رسم کے ادا کے لئے عورت ہی ہونا ضرور ہو تو اس جگہ کی کیا حاجت۔ پھر جوانوں اور کنواریوں کی اس میں شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے۔ پھر بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس رسم کے ادا کرنے کے لئے چلتی ہیں تو وہی گانا بجانا ساتھ ہوتا ہے اسی شان سے مسجد تک پہنچتی ہیں۔ ہاتھ میں ایک چوڑا کھ ہوتا ہے۔ یہ سب ناجائز۔ جب صبح ہو گئی چراغ کی کیا ضرورت؟ اور چراغ کی حاجت ہے تو مٹی کا کانی ہے آٹے کا چراغ بنانا اور مٹی کی جگہ کھی جلاتا نفول خڑی؟ مساجد میں عورتوں کا داخلہ۔ دو ہا دو ہن کو بٹنا لگانا (جب کہ ستر پوشی کے ساتھ محرم کے ذریعہ ہو) مانجھے بٹھانا جائز ہے۔ ان میں کوئی حرج نہیں۔ دو ہا کو مہندی لگانا ناجائز ہے۔ کنگنا باندھنا بھی منع ہے۔ ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جلتے ہیں جائز۔ دو ہا کو ریشمی کپڑا پہننا حرام۔ یونہی مغرق جوتے بھی ناجائز۔ اور خالص پھولوں کا ہسرا جائز۔ بلا وجہ ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔

ناچ باجے آتش بازی حرام ہے۔ کون ان کی حرمت سے واقف نہیں۔ مگر بعض لوگ اتنے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہونو گویا شادی ہی نہ ہوئی بعض تو اتنے بیباک ہوتے ہیں کہ یہ محرمات نہ ہوں تو اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک نوگناہ اور شریعت کی مخالفت ہے دوسرے مال پر ہان



کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیسر ہے مگر ہوجہ غیر ہے۔ ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لفظ شرعاً ممنوع و غلط۔۔۔ اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو۔ اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مسئلہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجالس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر مل کر منکر۔۔۔

اور اگر غصہ غل کیجئے کہ واعظ و ذکر عالم سنی متدین ماہر۔ اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سماع میں مشغول رہیں اور حال مجلس و سابق و لاحق و ذباب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شائع مالوذ و غیر مالوذ معروف و غیر معروف سب سے تحفظ تام و تحرز تمام پر اطمینان کافی و وافی ہو۔ اور سبحان الشہ! کہاں تحرز اور کہاں اطمینان۔ تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں۔

وجیز کروری میں فرمایا۔ عورت کا وعظ سننے کو جانا یا لباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا۔ وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ۔ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی۔ اور انصاف کیجئے تو عورت کا یہ ستر کامل و حرز شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحاء میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سبھیوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا۔ جیسا کہ غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضہ ابا عد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخفی باطن ہونا پھر اسے علماء نے بلحاظ زمان مطلقاً منع فرمادیا۔ یا نہ صحیح حدیثوں میں اس سے مانعت کی مانعت موجود۔

حاشیہ

کرنا ہے۔ تیسرے تمام ناشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے مجموعہ کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ اور بعض جگہ ناپاک کار و وجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی ہے جھوٹے بڑے حتیٰ کہ باپ بیٹے تک ایک مجلس میں یہ بے حیائی کا کام دیکھتے اور اپنی بے حیائی کا ثبوت دیتے ہیں علاوہ حرام و گناہ ہونے کے فضول خرچی بھی ہے۔ یہی پیسہ بچے تو دوسرے جائز طریقے سے خوشی کا اظہار ہو سکتا ہے جیسے کھانے پینے میں فراغت و وسعت اس کی کیا ضرورت ہے کہ حد شرع سے گزر کر ہی خوشی منائی جائے اور بھی جائز طریقے ہیں۔ دیر سنت ہے۔ سنت اور کثرت کی انت سے دیر نہ کر دو۔ خویش و اقارب اور دوسرے مسلمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ مہمان کو زہم ہے کہ اپنے ہر کام کو شریعت کے موافق کرے۔ شہریوں کی مخالفت کیجئے۔ دھواں فوٹ۔ ٹکٹا۔ قانون شریعت خلاف۔

اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکیہ کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں مصلیٰ سے الگ بیٹھیں۔ خیر و دعا مسلمان کی برکت ہیں۔

تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے۔ شرع مطہر فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سد باب کرتی اور حید و وسیعہ شرکے بکسر پر کرتی ہے۔ غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں اپنے مکانوں کی نسبت آیۃ لَا تُکِنُّوهُنَّ انفِرَتْ۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو۔ یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے ہیں۔

شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص بیوی و سلمیٰ پہ بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۃ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ زنان کو مجمعِ ناباستنی بتاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ اِنَّ مِنْ الْعِزِّمْ سُوءَ الظَّنِّ۔ تگہ دارد آں شوخ در کیسہ دُر کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا۔ ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمنِ فتن میں باطن کے خفا ہوتا ہے اور مطلقاً حق بھی ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں؟ اور سب سے درگزر یہ تو آج کل عامۃً ناس خصوصاً نساء میں بڑا ہنران ہونی جوڑ لینا۔ طوفان لگا دینا ہے۔ کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبہ کھائیے۔ لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل ہی جلادیا جائے۔ ع

وہ سری ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مؤمنین و مؤمنات پر روف و رحیم۔ اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ باس کے اندیشے مالا باس مابہ کو منع فرماتی ہے۔ جب شراب حرام فرماتی اس صورت کے برتنوں میں بنید ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے۔

زید کہے بار بار ایسے جماع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا۔ جان برادر! علاج واقفہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔ مَا كُنْ مَزَّةً تَكُنْ الْحَبْرَةَ۔

ع ہر بار سبوز چاہ سالم نہ رسد الخ مخلصاً لہ

## نکاح بیوگان

اس مسئلہ میں جاہلان ہندو فسرتے ہو گئے ہیں۔

ایک اہل تفریط — کہ نکاح بیوہ کو ہندو کی طرح سخت سنگ و عار جانتے ہیں اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہو گئی اگرچہ شوہر کا منہ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھری ہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لاسکے۔

اگر ہزار میں ایک آدمہ نے خوف خدا و ترس روز جزا کر کے اپنا دین سنبھالنے کو (کہ حدیث میں آیا مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ اَتَّكَمَلَ بِنَصْفِ دِينِهِ . فليَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ اَبْسَاقِي . جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کر لیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکاح کر لیا۔ اس پر چار طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہے۔ بیچاری کو کسی مجلس میں جاتا بلکہ اپنے گھنے میں منہ دکھاتا دشتوار ہے۔ کل تک فداں بیگم یا فداں باؤ لقب تھا۔ اب دو خصمی کی پکار ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

یہ برا کرتے اور بیشک بہت برا کرتے ہیں۔ باتباع کفار ایک یہودہ رسم سٹہرا یعنی پھر اس کی بنا پر مبارک شادی پر اعتراض بلکہ بعض صورتوں میں اداے واجب سے اعراض کیسی سخت جہالت اور نہایت خوفناک حالت ہے۔

پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامت نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوئیں تو اس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑے گا کہ یہ اس گناہ کی باعث ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مَنْ بَلَغَتْ لَهُ اِسْنَةُ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاصْلَتْ اِسْمًا قَبْلَ ذَلِكَ عَلَيْهِ۔ اللہ عزوجل توراہ شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کر دے اور یہ دخت سرگنہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن امیر المؤمنین عمر فاروق وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح۔ جب کنواری لڑکیوں کے بارہ برس تک رہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دختران و دختره کو جب بھی نہ ہوتی ہے۔ اور گنہ میں نفعیہ کا خوف بھی نہ۔ اور خود بھی اس مذمت سے آگاہ نہیں عرف

ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دل میں گزرتے ہیں اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار چکا تو اب اس کا تقاضا رنگ دگر پر ہوتا ہے۔ اور ادھر نہ ویسی حیاء وہ خوف و اندیشہ۔ الشرع و جل مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آئینے

دوسرے اہل افراط — کہ اکثر واعظین و بابیہ وغیرہم جہاں مشددین ہیں۔ ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بچا کے اٹھانے کو دس بچا اس سے بڑھ کر آپ کریں۔ دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کوئیں میں گریں۔ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کا فرشتہ کہ بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں ان صاحبوں نے نکاح بوجہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتیٰ مسترار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہ ہو بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے۔

اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بنا پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے۔ پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑا کر نکاح نہ کر دیا۔ اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے۔ بات کیوں کی۔ سلام کیوں لیا۔

بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر۔ جنازہ کی نماز حرام۔ تمام کفر کے احکام۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ هَلَاكُ الْمُنْتَطِعُونَ۔ ہلاک ہوئے بجا تشدد کرنے والے۔ رواہ الامامہ احمد و مسلم و ابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ الخ۔

۳۸۶۔ ۳۸۷۔ فتاویٰ ضویہ نجف۔

غیر شرعی جہیز کی تباہ کن لعنتیں :- اب ادھر چند برسوں سے مسلمانوں میں یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکوں کی شادی طے کرتے وقت جہیز کی مقدار معین مانگتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہیں کہ دس ہزار نقد لیں گے اور موٹر سائیکل لیں گے اور گھڑی لیں گے۔ اگر روکی والے اس کو منظور کرتے ہیں تو شادی طے ہوتی ہے ورنہ کینسل کر دیتے ہیں۔ طے ہونے کے بعد اگر روکی والے ان مقررہ جہیز میں کچھ بھی کم دیتے ہیں تو اس کے لئے جھگڑا کھڑا کرتے ہیں۔ بدنام کرنے میں بلکہ بعض دفعہ برات تک واپس ہو جاتی ہے۔ اور اگر روکی سسرال گئی تو اسے زندگی بھر طعنے دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روکی بٹھا دیتے ہیں کہ جب تک فلاں فلاں چیز جو مقررہ جہیز میں سے اب تک نہیں ملی ہے۔ طے کی نہیں ہم نم کو نہیں رکھیں گے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

جواب :- جہیز کی مقدار طے کرنا بلکہ مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی طے کرنے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز کا مطالبہ کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے اور یہ رشوت مانگنا ہے

## اسراف و اضعاف مال

آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چیتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور روٹیوں کے ٹکڑے بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صد ہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے بعض کے چوٹ لگ

حاشیہ

جو مال یا رشوت یا افرض ہے کہ اسے واپس کرے۔ اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔

شامی کتاب البیہ میں ہے۔ جَفَلَتِ الْمَالُ عَلَى نَفْسِهَا عَمَّا عَنِ الْبَيْتِ وَ فِي الْبَيْتِ الْبَيْتُ لَذِيكُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ۔ عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے وہ باطل۔ نکاح میں عوض عورت پر نہیں۔ عورت دے یا اس کے ماں باپ بھائی دیں سب ایک حکم میں ہے۔

کتب فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں سب کو شامل ہے۔ ہماری شریعت نے نکاح میں عوض مرد کے ذمہ رکھا ہے کہ بغیر مہر کے نکاح درست نہیں۔ حتیٰ کہ اگر مرد و عورت نے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کیا جب بھی مہر واجب ہے بلکہ اگر یہ سترہ کر دی کہ کچھ مہر نہ ہوگا جیسے بھی مہر مشل واجب ہے اگر نکاح کے بعد وہی یا خلوت صحیح ہو گئی تو درمختار میں ہے۔

وَكَيْدًا يَجِبُ مَهْرُ الْمَثَلِ فِيمَا إِذَا نَمَّ يُسَمَّى مَهْرًا أَوْ نَفَى إِنَّ دَهْنُ الزَّوْجِ أَوْ مَاتَ عَنْهَا أَوْ نَمَّ يَشْرَاطِيًا عَلَى شَيْءٍ يَصْلَحُ مَهْرًا وَإِلَّا فَدَائِفُ الشَّيْءِ هُوَ الْوَاجِبُ۔ اگر مقرر نہیں کیا یا مہر کا نام نہ لیا یا مہر کی نفی کر دی تو مہر مشل واجب ہے اگر شوہر نے وہی کر لی یا مر گیا۔ ہاں اگر دونوں نے رضامندی سے کوئی مقدار کسی ایسے چیز کی مقرر کر لی جو مہر ہو سکے تو وہی واجب ہے۔

عورت یا عورت کے اولیاء سے مال مانگنا یا قبضہ موضوع اور الٹا ہے علاوہ ازیں کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ اگر عورت کے بھائی نے نکاح کے عوض کچھ مال مانگا تو یہ رشوت ہے اور شوہر اسے واپس لے سکتا ہے۔ نکاح کے عوض عورت کے اولیاء کا کچھ لینا رشوت اور حرام ہے جب کہ خود عورت کو شریعت نے نکاح کے عوض مہر لینے کا حق دیا ہے تو مرد کو یا مرد کے متعلقین کو کچھ لینا بدھ اولی رشوت ہوگا۔

عالمگیری میں ہے خَطَبَ امْرَأَةٌ فِي بَيْتِ أَخِيهَا قَالِي أَنْ يَدْفَعَهَا حَتَّى يَدْفَعَ إِلَيْهِ دَرَاهِمَ

فَدَفَعَ وَشَرَّوْجَهَا يَرْجِعُ مَا دَفَعَ لَهَا رِشْوَةٌ كَسَرَتْ فِي الْقَبِيلَةِ۔

جاتی ہے۔ اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور رزق کی سخت بے ادبی ہے۔ اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آنخوردوں میں وہ لوٹ پھٹ جاتی ہے کہ ادھا آنخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت زمین پر گر کر بہتا ہے۔ ایسی خیرات ایسا لشکر جائز ہے یا بوجہ رزق کی بے ادبی کے گناہ ہے؟

حاشیہ

کسی کی بہن کو نکاح کا پیغام دیا۔ بھائی نے انکار کیا کہ جب تک کچھ روپے نہیں دوں گے منظور نہیں۔ مرد نے دیا اور نکاح کر لیا تو جو دیا ہے واپس لے سکتا ہے کہ یہ رشوت ہے۔ ایسا ہی قبیحہ میں ہے۔

اور درمختار اور درالمختار میں ہے۔ أَخَذَ امْرَأَتُ شَيْئًا عِنْدَ النَّبِيِّ فَلَمْ تَوْجِ أَنْ يَسْرِدَ لِأَنَّهُ رِشْوَةٌ أَمْ بَلَىٰ إِنَّهُ يَأْتِي بَنِيَّ أَنْ يَسْلِمَهَا أَخُوَهَا أَوْ نَعْوَهُ حَتَّىٰ يَأْخُذَ شَيْئًا وَكَذَلِكَ نَوِيَّ أَنْ يَرْجِعَ فَلَمْ تَوْجِ إِلَّا سِرْدَادًا قَائِمًا أَوْ هَالِكًا لِأَنَّهُ رِشْوَةٌ۔

خصمی کے وقت لڑکی والوں نے اگر کچھ لیا ہے تو شوہر کو اسے واپس لینے کا حق ہے کیونکہ وہ رشوت ہے یعنی اگر بھائی وغیرہ نے بغیر کچھ لئے رخصت کرنے سے انکار کر دیا یا شادی کرنے سے انکار کر دیا تو شوہر کو حق حاصل ہے کہ اسے واپس لے لے۔ چاہے وہ مال موجود ہو چاہے ختم ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔

یہاں تو ایک طے کر کا جبر ہے اسی میں یہاں تک تصریح ہے کہ خسر اگر داماد سے کچھ لے وہ بخوشی دے تو بھی مال حرام ہے۔ وَمِنْ التَّحْبِثِ مَا يَأْخُذُهُ الْبَيْتُ مِنَ الْخَشْيِ بِحَبِيبٍ خسر داماد سے جو کچھ مانگ کر لے اگر وہ داماد بخوشی دے مال حرام ہے تو جبر کی صورت میں بددعا اولیٰ حرام ہوگی۔

یہ لعنت مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی التَّحْبِثُ عَلَىٰ دِينِ مُلُوكِهِمْ۔ لوگ اپنے بادشاہ کے طریقے پر ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی غلامی نے ذہنوں پر اثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کے مذہب میں ملک چڑھانے کی رسم ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ چوں کہ وہ لڑکی کو میراث نہیں دیتے تو لڑکی کو گھر سے نکالتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور جہیز و نقد ملک کے نام پر دے دیتے ہیں کہ آئندہ اب وہ باپ کے مال میں کسی طرح کی حق دار نہیں۔ اس طریقے نے اب اتنی بھیانک صورت اختیار کر لی ہے کہ موجودہ دور میں ہندوؤں کے دانشور اس کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں۔ ہندوؤں کی اس مردود رسم کو مسلمان اپنا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جن کی مذہبی رسم تھی انہوں نے تو اس کے انجام بد سے عاجز آ کر اسے چھوڑنا شروع کر دیا ہے اور ہم تباہ ہونے

الجواب :- یہ خیشرات نہیں شرور و سیأت ہے۔ نہ ارادہ و جہالت کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی۔ اور وہ حرام ہے۔ اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حاشیہ

کے لئے اسے اپنا ہے میں۔ حالاں کہ ہمارے مذہب میں اس کی کسی طرح گنجائش ہی نہیں۔ ہمارے مذہب میں لڑکی کو باپ کے مال میں سے وراثت کا حق ہے۔ وہ الگ لے گی اور شادی کے وقت جہیز کے نام سے بٹورے گی باپ بھائی پر لڑکی کا یہ دوہرا بار تقاضائے عقل کے خلاف ہے اور اصول فطرت اور مرد کی شان کے بھی۔ فطری اصول سے مرد عورت پر باریک دستی رکھتا ہے اس سے قوت میں زیادہ ہے۔ اس میں کمانے کی بہ نسبت عورت کے صلاحیت زیادہ ہے۔ مجموعی طور پر عقل و تدبیر میں زیادہ ہے۔ عورت صنف نازک ہے خلقی طور پر کمزور اس میں کمانے کی وہ قوت نہیں جو مرد میں ہے اس کے فطری عوارض اس میں مانع۔ اور تخلیقی مقاصد خارج۔ ایام حمل و رضاعت میں کمانا اس کے لئے دشوار بلکہ اس کو کمانے پر مجبور کرنا ظلم۔ اس لئے اسلام نے مرد کو عورت پر حاکم رکھا۔ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ اور مرد پر فرض کیا کہ نکاح کے معاوضہ میں مہر دے۔ اور نکاح کے بعد اس کی پوری کفالت کرے اور جہیز کی لعنت اس کے بالکل برعکس ہے۔ گویا عورت نکاح کا معاوضہ دے اور اتنا دے جو مذہب دراز تک مرد کو عیش کرنے کے لئے کافی ہو۔ گویا جہیز مانگنے والے اتنے بے غیرت ہیں کہ عورت کا مال کھانے کی ہوس رکھتے ہیں۔

شرعیات نے تو یہاں تک پابندی کی تھی کہ ماں باپ بخوشی حسبِ حیثیت جو کچھ لڑکی کو جہیز میں دیں وہ لڑکی کی ملک ہے۔ درمختار میں ہے كُلُّ نَحْبٍ يَعْلَمُ أَنَّ ابْنَهُمَا مِنْهُ الْمَرْأَةُ سب کو معلوم ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہے مگر مرد سب جہیز کو اپنی ملک سمجھتا ہے نفاذ کرتا ہے اور سامان بیچ کر براد کرتا ہے یہ حرام اور بے غیرتی کی باتیں ہیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ ذی اثر و دیندار اور قوی قی جذبہ رکھتے ہیں انہیں لازم ہے کہ اس جہیز کی لعنت کے خلاف ابھی سے صف آراء ہو جائیں۔ مسلمانوں میں اسے پھیلنے سے روکیں اور اس کے لئے بکھلنے بکھانے سے کام نہ چلے تو ہر ممکن سختی کریں۔ ابھی ابتداء ہے ابتداء ہی میں روک تھام ہوگئی تو رک سکتی ہے ورنہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ حریص لاپچی بے غیرت نہ مانیں تو ان کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ نکاح خواں علماء میاں جی لوگوں کو لازم کہ جہاں معلوم ہو کہ جہیز کے عوض رزق کا فرمایا گیا ہے وہاں نکاح پڑھانے نہ جائیں۔ اپنے بیس آنے پیسے کی لاپچ میں قوم کو تباہ نہ ہونے دیں۔ دس بیس جگہ ایسی پابندی ہوگئی تو ہمیشہ کہ ہندوؤں کی دھکاری جوئی ہے بلا مسلمانوں میں نہ پھیلے۔ واللہ اعلم۔

ماہنامہ شرفیہ مبارک پور۔ اپریل ۱۹۷۹ء۔ مفت محمد شریف الحق امجدی۔ صفحہ ۶۶۔ احکام شریعت اول۔

”گھر سے بندھنے میت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟“

الجواب: گناہ ہے کہ بلا وجہ تضييع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ کَرِيْهُ لَكُمْ سَلَا ثَنَا اللّٰهَ تَعَالٰی تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے۔ قیل وقال وکثرة السّوال واضاعة المال فضول یک یک اور سوال کی کثرت اور مال کی اتنااعت۔ رواہ الشیخان وغیرہما۔

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مردے کو ہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی۔ تو یہ خیال ادہام کفار بند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## چوری کا مال

چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے۔ بلکہ اگر معلوم نہ ہو مظنون ہو جب بھی حرام ہے۔ مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے مویشین بھی جاہل تھے، کوئی علمی کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملک بتائے اس کے خریدنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح تہذیب تو خریداری جائز ہے۔

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دیا جائے۔ اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو، اور ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو۔ واللہ اعلم۔

## سوال وگداگری

پیشہ ور گداگروں کو زکوٰۃ و خیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مذہبی و تمدنی نقطہ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب: گدائی پیشہ تین قسم ہیں۔ ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انہیں سوال کرنا حرام اور انہیں دینا حرام اور ان کے دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی فرض نہ پابانی رہے گا۔

دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قویٰ شہرت کسب پر قادر ہیں اور

۱۔ مفت دی رضویہ چپ ۲۔ مفت دی رضویہ جلد ہفتم۔



سوال کسی ایسی ضرورت کے لئے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو۔ کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جانی  
 مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ انہیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ  
 انہیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث۔ کہ حدیث شریف میں لَا تُجِبُ الصَّدَقَةَ لِعَفْنٍ وَ  
 لَا بِنِي مَرَّةٍ سَبَوِيٍّ صَدَقَةَ طَالٍ نَحْنُ كَيْ غَنَى كَيْ لَمْ يَكُنْ قَدْ تَمَدَّدَتْ رِجْلُهُ فِي الْمَدِينَةِ  
 منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 وَلَا تَقَارِبُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ مَكْرَانَ كَيْ دَعَى سَعْيُ زَكَاةٍ أَدَا هُوَ جَائِعٌ كَيْ جَبَّ كَيْ أَدَا كَيْ مَانِعٌ شَرَعِي  
 نہ ہو کہ فقیر میں۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ۔

تیسرے وہ عاجز و ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت یا بچنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر  
 قادر نہیں۔ انہیں بقدر حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے اللہ کے لئے طیب اور یہ عمدہ مصادیق زکوٰۃ  
 سے ہیں اور انہیں دینا باعث اجر عظیم۔ یہی وہ ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ۔

اکثر لوگ جو صبح و سالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے جی چرا کر  
 سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو دینے والا ثواب پائے گا یا گنہگار ہوگا۔ مُفَضَّلُ  
 الْجَوَابِ:- بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے ہا وجود قدرت کسب  
 بلا ضرورت سوال اپنا پیشہ بنالیا ہے۔ وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک و خبیث ہے۔ اور ان کا  
 یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ۔ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب  
 انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ الْإِسْلَامُ۔

جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام۔ مثلاً آج کھانے کو موجود ہے تو کل کے لئے سوال حلال نہیں  
 کہ کل تک زندگی بھی معلوم نہیں۔ کھانے کی ضرورت درکنار۔

یہ ہیں رسوم شادی کے لئے سوال حرام۔ کہ نکاح شرع میں ایجاب و قبول کا نام ہے جس کے لئے  
 ایک پیسہ کی ضرورت شرعاً نہیں۔

اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقہ حلال سے دفع ہو سکتی ہے جب بھی سوال حرام۔  
 مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابل مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا

اجرت سے بقدر حاجت پیدا کر سکتا ہے۔ قبل اس کے کہ احتیاج تا بحمدِ مختص پہنچے تو سوال حلال نہیں  
نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انہیں کسب حرام کا مؤید ہوتا ہے۔ اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی  
محنت مزدوری کریں۔ الخ

قوی، تندرست، قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو دینا گناہ ہے اور ان کا بھیک  
مانگنا حرام، اور ان کو دینے میں حرام پر مدد۔ اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی حلال پیشہ اختیار کریں۔  
در مختار میں ہے لا یحل ان یسل شیئاً من القوت من له قوت یومہ بالفعل او بالقوة  
کالصحیح المکتبہ یا ثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المعسر یہ اصل کلی یاد  
رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی یہ

## مسجد میں سوال

مسجد میں سوال نہ کرے کہ حدیث میں اس سے ممانعت آئی اور اسے دینا بھی نہیں چاہئے کہ  
شیئع (برے) پر اعانت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے تو ستر اور درکار میں  
جو اس دینے کا کفارہ ہوں۔ کما فی الہندیۃ و الحدیثۃ البندیۃ۔  
اور اگر ایسی بے تمیزی سے سوال کرتا ہے کہ نمازیوں کے سامنے گزرتا یا بیٹھے ہوؤں کو پھاند  
کر جاتا ہے تو اسے دینا بالاتفاق ممنوع۔ وهو المختار علی ما فی اللہ والمختار من العظروہ قد  
جزم فی الصلاۃ باطلاق العظروہ عن ہذا بقیل<sup>۳</sup>

## ترک تدبیر و اعتماد تدبیر

دنیا عالم اسباب ہے اور سبب و مسبب سب مقدر۔ مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے  
اور اس پر اعتماد تام ضلال بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم<sup>۴</sup>

۱۔ ص ۲۱، ۲۲ خیر الامال فی حکم الکسب والسوال۔ ۲۔ ص ۹۹۔ الکشف شافیا۔

۳۔ ص ۱۳۶۔ احسن الوعای۔ ۴۔ احکام شریعت حصہ سوم۔

## فال

پیش امام اگر فال بآیت قرآن شریف دیکھے وہ درست ہے یا نہیں؟ زید فرماتے ہیں کہ امام اگر فال دیکھے تو حرام ہے اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہیں ہے۔ یہ قول زید کا باطل ہے یا صحیح؟  
الجواب:- قرآن عظیم سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار قول ہیں بعض حنبلیہ مباح کہتے ہیں اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام اور ہمارے علماء حنفیہ فرماتے ہیں ناجائز و ممنوع و مکروہ تحسری ہے۔

قرآن عظیم اس لئے نہ مارا گیا۔ ہمارا قول، قول مالکیہ کے قریب ہے بلکہ عند التحقیق دونوں کا ایک حاصل ہے۔

قال القونوی لا يجوز اتباع المنجم والرقال و من ادعى علم العرود  
لا تنه فی معنی انکاحن - انتہی۔

بالجملہ! مذہب یہی ہے کہ منع ہے مگر زید کا وہ حکم کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ نماز فاسق کے پیچھے بھی نادرست نہیں۔ ہاں! مکروہ ہے۔ اور اگر فاسق معین ہو تو مکروہ تحسری۔ کما حققتناہ فی فتاوانا وانھی الاکید۔ کراہت تحریم سے بھی نماز ناقص ہوتی ہے اس کا پھیر نا واجب نہ کہ درست نہ ہو۔ الخ۔ موصلاً

۱۶۱ تا ۱۶۲ فتاویٰ افریقہ۔

نجوم :- نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع کئے گا تو فلاں بات ہوگی یہ بھی خلاف شرع ہے۔ اسی طرح پختروں کا حساب کہ فلاں پخترے بارش ہوگی یہ بھی غلط ہے۔ حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔ ۱۵۹ فتاویٰ شریعت دوم۔

قمر در عقرب :- یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے۔ یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے دھوکے ہیں۔ ۱۵۹ قانون شریعت دوم۔

لباس :- مسئلہ۔ اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی سردی کی تکلیف سے

## دارھی کی مقدار

”دارھی منڈانے اور خنسی کرانے والا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہئے یا نہیں اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچے فرض ہے اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو اور یہ کہ جب اللہ نے دیا ہے تو اس کی نعمت کا اظہار کیا جائے یہ مستحب ہے خاص موقع پر مثلاً جمعہ یا عید کے دن عمدہ کپڑے پہنا مباح ہے۔ اس قسم کے کپڑے رونہ پہننے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اترانے لگے۔ اور غریبوں کو جن کے پاس ایسے کپڑے نہیں ہیں نظر حقارت سے دیکھے۔ لہذا اس سے بچنا ہی چاہئے۔

اور تکبر کے طور پر جو لباس ہو وہ ممنوع ہے تکبر ہے یا نہیں، اس کی شناخت یوں کرے کہ ان کپڑوں کے پہننے سے پہلے اپنی جو حالت پاتا تھا اگر پہننے کے بعد بھی وہی حالت ہے تو معلوم ہوا کہ ان کپڑوں سے تکبر پیدا نہیں ہوا۔ اگر وہ حالت اب باقی نہیں رہی تو تکبر آگیا۔ لہذا ایسے کپڑے سے بچے کہ تکبر بہت بری صفت ہے۔ ص ۴۶ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

مسئلہ۔ مرد کو ایسا پاجامہ پہنا جس کے پانچے کے اگلے حصے پشت قدم پر رہتے ہوں مکروہ ہے کپڑوں میں اسبال یعنی اتنا نچا کر تاجہ پاجامہ تہ بند پہنا کہ ٹخنے چھپ جائیں ممنوع ہے۔ یہ کپڑے آدھی پنڈلی سے لے کر ٹخنے تک ہوں یعنی ٹخنے نہ چھپنے پائیں۔ مگر پاجامہ یا تہ بند بہت ادبنا پہنا آج کل وہابیوں کا طریقہ ہے۔ لہذا اتنا ادبنا بھی نہ پہنے کہ دیکھنے والا وہابی مجھے۔ اس زمانہ میں بعض لوگوں نے پا جامے بہت نیچے شروع کئے ہیں کہ ٹخنے تو کیا اڑیاں بھی چھپ جاتی ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ٹخنے سے جو نیچا ہو وہ جہنم میں ہے۔ اور بعض لوگ اتنا ادبنا پہنتے ہیں کہ گھٹنے بھی کھل جاتے ہیں جس کو نیکر کہتے ہیں۔ یہ نشہ انہوں سے سیکھا ہے ادبنا پہنتے ہیں تو گھٹنے کھول دیتے ہیں اور نیچا پہنتے ہیں تو اڑیاں چھپا دیتے ہیں۔ افراد و تفریط سے عیسہ ہو کر مسنون طریقہ نہیں اختیار کرتے۔

بعض لوگ چوڑی دار پاجامہ پہنتے ہیں اس میں بھی ٹخنے چھپتے ہیں اور عضو کی پوری ہیئت نظر آتی ہے۔ عورتوں کو بالخصوص چوڑی دار پاجامہ نہیں پہننا چاہئے۔ عورتوں کے پا جامے ڈھیلے ڈھلے ہوں اور نیچے ہوں کہ قدم چھپ جائیں ان کے لئے جہاں تک پاؤں کا زیادہ حصہ چھپے اچھا ہے۔ ص ۵۴ بہار شریعت حصہ شانزدہم

نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا؟

الجواب:- وارثی منڈانے اور کنز دانے والا فاسق معطن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

”وارثی شرعاً کتنی ہونی چاہئے؟“

الجواب:- ٹھوڑی سی بچے چار انگل چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مرد کی انگوٹھی

چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی سانپے چار ماشے کم وزن کی مرد کو پہنتا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشے خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسی، پتیل، لوہے، تانبے کی مطلقاً ناجائز ہے۔ گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں منع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہے۔

## سیاہ خضاب

”خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں؟“

الجواب:- سُرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر۔ اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کہ لہر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مختصاً ہے

”و سمنیل کا جس سے بال سیاہ ہو جائیں جائز ہے یا نہیں۔ اور نیل میں حنا ملا کر لگانا درست ہے

یا نہیں؟“

۱۔ ۲۳۔ ایضاً۔

۲۔ احکام شریعت دوم۔

۳۔ ۲۴۔ احکام شریعت اول۔

۴۔ احکام شریعت حصہ دوم۔

الجواب:۔ صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔ جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناظر۔ الخ

”خضاب سیاہ رنگ یعنی ہندی و نیل باہم مخلوط کر کے بلا ضرورت شرعی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں الخ“

الجواب:۔ سیاہ خضاب خواہ مازو و میل و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط کسی چیز کا سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے اور صرف ہندی کا سُرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں ملا کر جس سے سُرخ میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں: خضاب بسوا حرام است و صحابہ و غیر ہم خضاب سرخ می کردند گا ہے زرد نیز۔ ھ

حدیث میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الصُّفْرَةُ خَضَابُ الْمُؤْمِنِ وَالْحُمْرَةُ خَضَابُ الْمُبْلِغِ وَ التَّوَادُّ خَضَابُ الْكَافِرِ۔ زرد خضاب ایمان والوں کا۔ سُرخ خضاب اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الحاکم فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ الخ

”داڑھی کو دسمہ یا ہندی لگانا چاہئے یا نہیں؟“

الجواب:۔ دسمہ لگانا حرام ہے۔ ہندی جائز بلکہ سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
عرض! حضور ایک کتاب میں میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت ریش مبارک میں خضاب تھا۔

ارشاد! خضاب سیاہ یا اس کی مثل حرام ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے غَبِرُوا هَذَا الشَّيْبَ وَلَا تَقْرَبُوا السَّوَادَ۔ اس سپیدی کو بدل دو اور سیاہی کے پاس نہ جاؤ۔

سنن نسائی شریف کی حدیث میں ہے۔ يَابِقَى نَاسٌ يَخْضِبُونَ بِالسَّوَادِ كَخَوَاصِلِ الْعَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَابِعَةَ الْجَنَّةِ كَچھ آئیں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے نیل گوں پونے

۱۔ حکم العیب فی حرمة تصوید الشیب ۱۴۰۰ھ / رنجوی پریس بریلی۔

۲۔ عمدۃ ایضاً۔ ۳۔ مٹ عرفان شریعت اول۔

تیسری حدیث میں ہے۔ مَنْ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

چوتھی حدیث میں ہے۔ الصُّفْرَةُ خَضَابُ الْمُؤْمِنِ وَالْحُمْرَةُ خَضَابُ الْمُسْلِمِ وَالسَّوَادُ خَضَابُ الْكَافِرِ۔ زرد خضاب مومن کا ہے اور سرخ خضاب مسلم کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔  
پانچویں حدیث میں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الشَّيْخَ الْغَرِيبَ۔ اللہ دشمن رکھتا ہے بڑھے کو۔  
چھٹی حدیث میں ہے۔ أَوَّلُ مَنْ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ۔ سب سے پہلے جس نے سیاہ خضاب کیا فرعون تھا۔ دیکھو فرعون کا ہے میں ڈوبا۔ نیل میں۔ یہ لوگ بھی نیل میں ڈوبتے ہیں۔

سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے۔ جیسے جنگ میں رجز پڑھنا اور خود ستانی ان کو جائز ہے۔ اگرہ کر چلنا ان کو جائز ہے۔ ریشمی بنے کا دیز لباس ان کو پہننا جائز ہے۔ چالیس دن سے زیادہ بیس اور چپس کے ہال اور ناخن بڑھانا ان کو جائز ہے۔ اور دن کو یہ سب باتیں حرام ہیں۔  
فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے۔ اس میں سیاہ خضاب داخل ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہد تھے۔ انہیں جائز تھا تم کو حرام ہے یہ

عرض ! خضاب سیاہ اگر دسمہ سے ہو؟

ارشاد ! دسمہ سے ہو یا تسمہ سے۔ سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض ! کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد ! ہاں ! جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض ! اگر جوان عورت سے مردِ ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد ! بوڑھا بیل سینک کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض ! بعض کتب میں ہے کہ وقتِ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد ! حضرت امام حسن و حسین و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خضاب دسمہ کا کیا کرتے

تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے یہ

## زُلفِ دراز

عرض : اکثر ہاں بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔  
 ارشاد ! جہالت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت  
 فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے۔ اور تشبیہ کے لئے  
 ہر بات میں پوری وضع بنانا ضروری نہیں۔ ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جا رہی ہے۔ اس پر بھی  
 یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبیہ کریں۔

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر بھی یہی  
 حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبیہ کرنے والیاں ملعون ہیں۔

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا  
 اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن۔ تو شانوں سے نیچے  
 گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے۔ اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مبالغہ  
 ڈالنا اور اس سے سخت تر۔

حضرت سیدی محمود گیسو دراز قدس سرہ نے تشبیہ نہ کیا تھا۔ ایک گیسو محفوظ رکھا تھا۔ اور  
 اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علماء واجد سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طُرح  
 شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز۔ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سر راہ بیٹھے تھے۔  
 حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح نگار نے انہوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر  
 بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا سید فردوس سید اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ  
 لیا فرمایا سید فردوس۔ انہوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا  
 وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا۔ حضرت نے فرمایا سید فردوس۔ انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ  
 دیا۔ گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت شریف سے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید  
 اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا۔ اور حضرت شریف راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں





بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورت سے تشبہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعنَ اللہُ الْمُشْتَبِهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ۔

اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اسے لعنت کی خبر دی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان شکائے ملاحظہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں۔

حالاں کہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے۔ اور کمان جزو لباس بھی نہیں۔ ایک خارجی شے ہے۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی۔

الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر ٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک بے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلاً نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سنن زوائد سے ہے۔ حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نازک راہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## سد اسہاگن

سلسلہ قادریہ میں سد اسہاگن ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اوس مرد پر کہ عورت کی وضع بنائے۔

قادریہ چشتیہ کسی فرقہ کا کوئی شخص سد اسہاگن نہیں بن سکتا۔ سب کو حرام ہے۔ اللہ و رسول

کا حکم عام ہے۔

بعض مجذوبین قدست اسرار ہم نے جو کچھ بحال جذب کیا وہ سند نہیں ہو سکتا۔ مجذوب عقل

و ہوش دنیا نہیں رکھتا۔ اوس کے افعال اوس کے ارادہ و اختیار عمل میں نہیں ہوتے۔ وہ معذور

ہے۔ کہ سلطان نگیرد خراج از خراب یہ

جوتا پہنے کھانا اگر اس عذر سے ہے کہ زمین پر بیٹھا کھا رہا ہے اور فرش نہیں جب تو صرف ایک سنتِ مستحبہ کا ترک ہے۔ اس کے لئے بہتر یہی تھا کہ جوتا اتارے۔ اور اگر میز پر کھانا ہے اور یہ کرسی پر جوتا پہنے تو یہ وضع خاص نصاریٰ کی ہے اس سے دور بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد کرے۔ مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ الخ۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نید کہتا ہے بند مکان پر جائز ہے۔  
الجواب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور سنت نصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ الْجَفَاءُ أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ یعنی اونی و بدتہذبی یہ ہے کہ آدمی کھڑے  
ہو کر پیشاب کرے۔ الخبثہ

## مونیخ میں بڑھانا

یک فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آسکے

کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ٹرکیش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟ بینوا تو جبراً۔  
 الجواب:- مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ و سنت مشرکین و مجوس و یہود و نصاریٰ  
 ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں: **حَفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا  
 اللَّحْنَ وَلَا تَشْبَهُوا بِالْيَهُودِ**۔ رواہ الامام الطحاوی عن انس بن مالك واللفظ لاسلم۔

مونچھ کتر واؤ دارھی بڑھاؤ اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔  
 مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آوے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ٹرکیش لوگ بھی مسلمان  
 ہیں۔ وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟

الجواب:- مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ و سنت مشرکین و مجوس و  
 یہود و نصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں: **”مونچھیں کتر کر  
 خوب پست کرو اور دارھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو“**۔  
 فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد؟ واللہ تعالیٰ اعلم لمخصصاً۔

## امام ضامن باندھنا

عرض: امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے۔ اس کی کوئی اصل ہے؟  
 ارشاد: کچھ نہیں ہے۔

## آخری بدھ

”ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 اس میں غسلِ صحت فرمایا۔ اسی بنا پر تمام ہندوستان کے مسلمان اس دن کو روزِ عید سمجھتے اور غُسل و اظہار  
 و شرج و سرور کرتے ہیں۔ شرعِ مطہر میں اس کی اصل ہے یا نہیں؟“  
 الجواب:- یہ محض بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ مفت وی ستریت۔

۲۔ احکام شریعت حصہ سوم۔

۳۔ عرفان شریعت حصہ دوم۔

۴۔ مفت سوم۔

”صفہ کے آخری چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی۔ بنا براس کے اس روز کھانا دوشیرنی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں۔ کہیں اس روز کو نخس و نامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن کل توڑ ڈالتے ہیں۔ اور تعویذ و چھتہ چاندی کے اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں۔ اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؛ بلکہ مخصصاً۔

الجواب :- آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت۔ بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی۔ اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوعہ میں آیا ہے۔ اَخِرُ اَرْبَعَاءٍ مِنَ الشَّهْرِ يَوْمٌ نَحْنُ مُسْتَمِرُّوْنَ اور مروی ہوا اَبْتَدَاَ سَيِّدَنَا اِيُوْبُ عَلِيٌّ نِيْنًا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اِذَا دُنِيَ تَحِيٌّ اور اسے نخس بھی کہہ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اغصابت مال ہے۔ بہر حال یہ سب یا تمہارے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## حالت نزع میں زن و شوہر کے معاملات

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالت نزع ہوتی ہے تب اس کے شوہر کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اس کا شوہر حالت نزع میں اس کے پاس نہیں جاتا اور اس

سے حکام شریعت دوم۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد دوم۔

دعوت میں شرکت :- مسئلہ۔ دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا ہو و لعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں میں توڑ جائے۔ جانے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ یہ لغویت ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصہ میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔ پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتے ہیں تو روک دے۔ اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو۔ اور اگر مفتدا و پیشوا ہو مثلاً علماء و مشائخ۔ یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں۔ نہ وہاں بیٹھیں اور نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مفتدا ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں۔

عورت کی تکفین و تدفین میں بھی شوہر کو شریک نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ آیا یہ فعل ان کا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب :- جب تک جسم زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو، بلاشبہ اس کی زوجہ ہے اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے اور بعد موت زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ہاتھ لگانا منع ہے۔ کما ننص فی التویر والدرو غیرہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرض ! حضور اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کے شوہر کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں، نہ وہ کندھا دے نہ مزہ دیکھے؟

ارشاد ! یہ مسئلہ جہلا میں بہت مشہور ہے اور بالکل بے اصل ہے۔ ہاں بے حافی اس کے جسم

حاشیہ مسئلہ :- اگر وہاں ہو دلچ ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میسر جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو اس نیت سے جانا چاہئے کہ اس کے جانے سے منکرات شرعیہ روک دئے جائیں گے اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر ایسی حرکتیں نہ کریں گے کیوں کہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریروں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔ بہار شریعت ص ۱۵۸۔ قربانی کا گوشت :- قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے یہاں کے کفار حربی ہیں۔ ص ۱۴۲۔ بہار شریعت حصہ ۱۵۔ عقیقہ اور اس کا گوشت :- مسئلہ :- ہندوستان میں عموماً بچہ پیدا ہونے پر چھٹی کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں میں اس موقع پر ناجائز رسمیں برتی جاتی ہیں۔ مثلاً عورتوں کا گانا بجانا۔ ایسی باتوں سے بچنا اور ان کا چھوڑنا ضروری و لازم ہے بلکہ مسلمانوں کو وہ کرنا چاہئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ عقیقہ سے بہت زائد رسوم میں صرف کر دیتے ہیں اور عقیقہ نہیں کرتے۔ عقیقہ کریں تو سنت بھی ادا ہو جائے اور مہمانوں کے کھانے کے لئے گوشت بھی ہو جائے۔ ص ۱۵۳، ص ۱۵۴۔ ایضاً۔

مسئلہ :- عوام میں یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ اور دادا دادی۔ نانا نانی نہ کھائیں۔ یہ محض غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ص ۱۵۵۔ بہار شریعت حصہ ۱۵۔

۱۵۳ فتاویٰ رضویہ ج ۱۰۔

کو بے شک ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ہاتی کندھا بھی دے سکتا ہے۔ قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔ اور اگر موت ایسی جگہ آئے جہاں میاں بیوی کے سوا کوئی اور نہ ہو تو شوہر خود اپنے ہاتھوں پر کپڑا پیٹ کر میت کو تیمم کرائے۔ لیکن عمت کو بلا کسی شرط کے اپنے شوہر مردہ کو چھونے کی اجازت ہے بلکہ

## متفرقات

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیوں کہ کتاب معارج النبوة سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوة کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم الہ سنت معتبر محقق تھے

یا نہیں؟

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(د) مجلس میلاد شریف میں بیان مولود شریف کے ساتھ ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ه) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید کیا گیا تھا، ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ الہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایہ بچو کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی۔ صحیح ہے یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لئے بیشتر ٹھہرائیں کہ ایک روپیہ دو توہم پڑھیں گے اور اس سے کم پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعہ یا سانی جمع کرائیں جائز ہے یا نہیں؟

از (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الہی پر مع نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دہیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشو اے یا امت کو آپ نے ماں باپ کو چھوڑا۔ امت کو اختیار کیا۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

(ری) زید بادجود اطلس پانے جو بات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول و افعال مذکورہ بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اور ان جوابات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔

الجواب :- (الف) بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سستی و اعظمت تھے۔ کتاب میں ربط و یالیں سب کچھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو۔ یہ لوگ جب کوئی کار خیر نہ کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے فرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ فرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا کما نص علیہ فی الہندیۃ وغیرہا۔ بلکہ شیرینی اگر اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی۔ یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا۔ اگر ایسا نہ ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی جو شیرینی اسے خالص اجرت زنا یا غنا میں ملی۔ یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئی وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا۔ مگر ان کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا منظر معصیت یا تہمت یا منظر تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔

حدیث میں ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یقطن مواقع المتہم۔



واللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز ہمت کی جگہ نہ کھرا ہو۔

اول تو ان کی چوکی اور سرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالاتِ جنابت پہی ہے۔ جو اہل فتویٰ نہیں اسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے۔ اور جو اہل تقویٰ ہے اس کے لئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے۔ پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے۔ وَمَنْ دَفَعَ حَوْلَ الْجَنِّ اَوْ شَدَّ اَنْ يَّتَغَفَّبَ۔ جو رُمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) علماء کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکرِ حزن مناسب نہیں۔ کما فی مجمع البحار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) یہ سب محض جھوٹ ہے اور افتراء اور کذب۔ اور گستاخی و بے ادبی ہے۔ مجمع اولین و آخرین میں ان کا برہنہ مرث شریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا۔ وہ کہ جب صراط پر گزر نہ رہائیں گی زیر عرش سے منادی ندا کرے گا۔ اے اہل محشر اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بیٹی محمد کی صراط پر گزر فرماتی ہیں۔ پھر وہ نور الہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں لئے ہوئے گزر فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ لَا تَكْفُرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محکرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) حرام ہے۔ طر کند ہم جنس با ہم جنس پر وار۔

حدیث میں ارشاد ہوا لَا تَجَابِلُوا مِمَّنْ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔

مَنْ كَثُرَ سَوَادُ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو کسی قوم کا مجمع بڑھ جائے وہ انہیں میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) محض جھوٹ افتراء اور کذب و بہتان ہے۔ اللہ و رسول پر بہتان کرنے والے فلاح نہیں

پاتے۔ جل و علا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ی) جو بعد اطلاق احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر ہے اور فتویٰ شریعت

کو جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے۔ اس سے مجلس شریف پڑھوانا اس کا سننا اس سے امیدِ ثواب رکھنا۔

اس کی تعظیم کرنا ب ناجائز ہے جب تک تائب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض لوگ جناب پیران پیر کا پیوند دیتے ہیں۔ کیفیت اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام پیوندی رکھ دیتے ہیں۔ اور جب سال کا ہوا اس کے گلے میں سنسلی ڈال دیتے ہیں۔ اور اسی طرح دوسرے برس چودہ یا پندرہ سال جب وہ لڑکا اس عمر تک پہنچ جائے وہ ہنسیاں اور لڑکے کی قیمت کرنا کے ار کا دسواں حصہ پیران پیر کے نام سے دیتے ہیں۔ اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جتنا رہتا ہے اور ایسا ہی جانوروں اگر بیل یا بھینس ہے تو اسے ہل جوتنے کے وقت اور اگر مادہ ہے تو اس کے بیانے کے وقت قیمت کا دسواں حصہ دیتے ہیں۔

اور نیز درختوں کو پیر صاحب کا کر کے اس کا بلانا اور دیگر استعمال میں لانا حرام سمجھتے ہیں حتیٰ وہ یودھا ہو کر گر پڑے اور پڑا پڑا یودھا ہو جائے۔

اور کھیتوں میں سے بھی بڑے پیر صاحب کے نام دیتے ہیں۔

یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے حق میں کیا حکم ہے؟

اور نیز بودی یعنی چوٹی مثل قوم ہنود بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے یہ کیا ہے پیر صاحب کی بودی بتاتے ہیں۔

اور ایسے ہی مدار پیر کی جٹا۔ پھر مدت معہود کے بعد اسے پیر صاحب کی منت دے کر نہایت اور کے ساتھ اپنی رہیں پوری کر کے منڈواتیں۔

جو شخص اس دسویں بچہ وغیرہ کی قیمت پاتا ہے اس قیمت اور ہنسیاں کے دسویں حصہ۔ نیازیتا ہے۔ آیا ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- (۱) دسویں نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو مانعت ہے کہ کفار نام رکھے۔ اور لڑکے کو سنسلی وغیرہ نہ پوسہنا نا حرام ہے اور لڑکے کی قیمت کرنی جہالت ہے۔ اور یہ کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے۔ اگر اس معنی پر سمجھے ہیں کہ یوں کریں گے تو جئے گا ورنہ مرجائے گا تو وہ جہل بے بہبود، اعتقاد مردود، مشابہ خرافات ہنود، وغیرہم کفار عنود ہے۔

ہاں! اگر ان بے ہودہ باتوں کو چھوڑ کر صرف اس قدر کرتے کہ مولا عز و جل کے نام پاک محتاجین کو صدقہ دینے اور اس کا ثواب نذر روح سرکار غوث پاک کرنے اور نیت یہ ہونی کہ رب تبارک

و تعالیٰ صدقہ کے سبب بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ اور بوجہ ایصالِ ثواب سرکارِ غوثیت رضی اللہ عنہ کے برکاتِ رضا و دعاء و توجہ شامل حال ہوں گے۔ اور ان پر محبوبِ کریم رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عقیدت و نیاز مندی کے اظہار سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوش ہوگا۔ اور اس کی خوشی جابِ رحمت و سائبِ رحمت ہوگی۔ اور حیات نہ ہوگی مگر وقتِ معبود تک اور موت نہ رکے گی مگر اجل معلوم تک۔ تو یہ اعتقاد و عمل صحیح و بے خلل ہوتے۔

(۲) یوں ہی جانوروں کی قیمت کا دسواں حصہ اگر ان کے خیالاتِ باطلہ کے طور پر ہے تو مذموم۔ اور صرف اس طریقِ صحیح پر ہو تو ایک تصدق ہے جس سے دفعِ بلا مقصود اور بے شک صدقہ بلا رد کرنا ہے اور بآذنہ تعالیٰ موت سے بچتا ہے۔ اگرچہ فضلِ الہی کا کوئی پھیرنے والا نہیں۔ رہی ہلی جھٹنے اور بیانے کے وقت کی خصوصیت وہ اگر کسی اعتقاد و عملِ باطل کے ساتھ نہیں۔ نہ اسے تخصیص شرعی و ضروری سمجھا جائے تو لا ینفع ولا یضر ہے۔ کسائر التخصیصات العرفیۃ التی لا مانع علیہا من الشرع (۳) درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر ان کا جلا نا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا۔ اپنی طرف سے شریعتِ جدیدہ نکالنا اور بحیرہ و سائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر رد و انکار شدید خود قرآن مجید میں موجود۔ مسلمانوں پر ایسی بدعتِ شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے۔

(۴) کھیت میں سرکارِ غوث پاک کے نام پر حصہ دینا اگر یوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدق بوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرفِ تقرب بالذات مقصود۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یوں نہ کریں گے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہو کر مضرّت دیں گے۔ کوئی بلا پہنچے گی۔ تو یہ سب اعتقاداتِ باطلہ و فاسدہ و بدعاتِ سیئہ ہیں۔ اور اگر یوں نہیں بلکہ اللہ عز و جل کے لئے تصدق منظور تو کھیتوں میں ایسا حصہ دینا خود قرآنِ عظیم میں مطلوب۔ اور اس کا ثواب مفرد روحِ اقدس کرنا اس عملِ طیب میں طیب و خوبی ہی بڑھانے کا جب کسی عہدہ باطلہ کے ساتھ نہ ہو۔

(۵) لڑکوں کے سر پر چوٹی رکھنا ناجائز اور فعلِ مذکور رسمِ ملعون کفار سے تشبہ ہے جس سے احتراز لازم۔

(۶) جو شخص احوالِ مذکورہ بوجہ مذموم سے صدقہ دیتا ہے۔ اگر ان اعتقاداتِ باطلہ میں ان کا

شریک تو خود بھی فاسق و مبتدع ہے۔ جس کی امامت مکروہ اور اس کے ہاتھ پر بیعت جہالت ہے۔

(۱) مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے۔ اور کس کو نہیں۔ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصنی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں۔ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں۔ بھلائی کی طلب میں۔ حاجت برآری کے لئے اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور ان کے ٹھہرنے کے لئے وہی قبرستان آجایا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف اور قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔

اور یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے۔ اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے تو وہاں زنڈیاں لگاتی ہیں ناجاتی ہیں۔ عورتیں غیر محسوم رہتی ہیں۔ ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا اور اس کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ اس کا کیا جواب؟

(۳) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۴) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ و ترآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لئے عمارت بنادے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لئے اس قبہ سے لگا کر اسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟

(۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قُلّے کرائے۔ فاتحہ پڑھوائے۔ آیا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب اپنے لئے بعد وفات رکھے یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب:-

(۱) مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہو۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی

نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر وجمع البرکات۔

- (۲) عورتوں کو مقابر اولیاء و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا۔ بے شک حق ہے۔ اور وہ بے ہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دار تکلیف میں نہیں۔ وہ اس وقت محض اہل تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں نا حفاظتیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا۔ حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں۔ مگر عورتیں نا خواندہ مہمان۔
- (۳) اگر من جانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے۔ ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں، ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا۔ اسے بکھادیا۔ اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نور ان کے ساتھ فرمادیا۔ کما فی بہجة الاسرار و معدن الانوار۔

(۴) جائز ہے۔ کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۵) حفاظت کے لئے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایہ زائرین کے لئے ہوں تو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہوں۔

- (۶) کسی قبر پر کوئی پایہ چھنا جائز نہیں۔
- (۷) بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔
- (۸) جائز ہے۔ اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

”غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں۔ محض جاہلانہ رسم ہے۔ نہ ان کے نشان کی کوئی اصل ہے۔“

”ناواقف جاہل لوگ بنام ہناد طاق ہشید طاق پرستی کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، ریوڑی، گٹا، پھول، ہار طاق پر چڑھاتے ہیں۔ جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی طاق سے

۱۶۱۔ ۱۶۲۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۔

۱۶۳۔ ۱۶۴۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲۔

marfat.com

Marfat.com

چاہتے ہیں۔ اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کے لئے شرع شریف  
میں کیا حکم ہے؟

”یہ سب رسوم جہالت و حماقت و ممنوعات یہودہ ہیں۔ مگر بت پرستی اور اس میں زمین آسمان کا  
فرق ہے۔ یہ جہاں پرستش بمعنی بت پرستی نہیں کرتے کہ کافر ہو جائیں۔ ہاں گنہگار و مبتدع ہیں یہ“

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صدقہ شیعہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

• غائباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے۔ ایک محفل جس میں میں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا کئے ہو۔۔۔۔۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ۔۔۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، وجودیت طبع، کمال فقاہت، اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔"

نیز فرمایا —————: مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی۔“ الی آخرہ۔

عابد احمد علی - یکم اگست ۱۹۶۸ء۔ (اس پورے تحریری بیان کی نوٹو کا پی ہفت روزہ افق کراچی ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ جنوری ۱۹۶۹ء نے شائع کر دیا ہے)۔

سُرِّيَاءُ الْمَدِينِ

ڈاکٹر سر ضیاء الدین داتس چاند مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے

توسط بریلی پرنٹنگ کراہام احمد رضا فاضل بریلوی سے ۱۳۲۲ھ/۱۹۱۲ء اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۴ء کے درمیان بیاضی کے ایک پیچیدہ مسئلہ میں استفادہ کیا جس کا واقعہ مشہور اور متعدد کتب سوانح میں مذکور ہے۔ اس واقعہ کے ایک مدعی شاہد حضرت مفتی بہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۹۰۲ء میں بمبئی کے ہندو نشکیل پانے والے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تاحیات نائب صدر رہے) اختتام واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”باہر آکر ڈاکٹر (سرفیاض الدین) صاحب نے سید سلیمان اشرف سے کہا! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ الشرف نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توفیق وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے دس منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔“ (ص ۵۹-۶۰۔ اکرام امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء)

اور ایک دوسرے مشہور عالم دین مولانا ظفر الدین پرنسپل شمس الہدی پٹنہ ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے والد ماجد) اس واقعے متعلق سرفیاض الدین کے یہ تاثرات نقل کرتے ہیں۔

”میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئی ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے جرمین جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے دنیات کے پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہنمائی فرمادی۔ اور میں حاضر ہو گیا۔ یوں معلوم ہوا ہے کہ آپ اس مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔“ (ص ۱۵۲ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی)

## مولانا ابوالکلام آزاد

”مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں۔“

(ص ۱۲۲ تحقیقات از مفتی محمد شریف الحق امجدی مکتبہ المجیب مسجد اعظم لاہور)

## مولانا زکریا شاہ بنوری

پشاور کی ایک مجلس میں سید محمد یوسف بنوری (کراچی) کے والد بزرگوار مولانا سید زکریا شاہ

صاحب بنوری پشاور میں نے فرمایا۔



۱۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حقیقت ختم ہو جاتی ۱۰۰ (ص) فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ مرکزی مجلس لاہور

مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت

کراچی میں ایک عالم دین نے جن کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے، فرمایا کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب فرماتے تھے کہ :

”اگر کسی کو محبت رسول علیہ السلام و الشہداء سیکھنی ہو تو مولانا بریلوی سے سیکھے ۱۱ (حوالہ مذکور)

مولانا اشرف علی تھانوی

”حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے

نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا ۱۲ (اسوۃ اکابر مطبوعہ دیوبند ص ۱۸)

۲۔ میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے، وہ ہمیں کانسہ کہتے ہیں لیکن عشق رسول کی بناء پر

کہتے ہیں کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے ۱۳ (حوالہ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام از مولانا اختر شاہ پوری مطبوعہ لاہور ص ۹۷)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی

”مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی

پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی فیضیت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں ۱۴

(ص ۲۰ مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور)

۳۔ میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت کے حامل اور مسلمانوں کے ایک

بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ و آراء سے مجھے اختلاف ہے، لیکن

میں ان کی دینی خدمات کا معترف بھی ہوں ۱۵ (ص ۱۱۶ امام احمد رضا نمبر المیزان بمبئی ص ۹۷) مکتوب بنام ایڈیٹر

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواوی

۴۔ (مولانا احمد رضا بریلوی) علوم اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ منطق، فلسفہ اور

ریاضی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عشق رسول کے ساتھ ادب رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی

برداشت نہ تھی ۱۶

(ص ۵۵ خیابان رضا طبع اور ۱۹۸۲ء عظیم پبلی کیشنز لاہور)

مولانا ملک غلام علی نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ غلط سمجھتے تھے۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشقِ خدا اور رسولِ توان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔“  
(ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء)

شاہ معین الدین ندوی ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ

”مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً حدیث و فقہ پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی۔ مولانا نے جس دقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر کیے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی استحضار، ذہانت و طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ موافق و مخالف ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔“  
(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء)

مولانا ابوالحسن علی ندوی

”علماء حجاز سے بعض فقہی و کلامی مسائل پر مذاکرہ و تبادلہ خیال کیا۔ حرمین کے دوران قیام آپ نے بعض رسائل لکھے اور علماء حرمین کے پاس گئے ہوئے سوالات کے جوابات دیے۔ وہ حضرات آپ کے دُور علم، فقہی متون و اختلافی مسائل پر دقتِ نظر، وسعتِ معلومات، سرعتِ تحریر اور ذکاوت و ذہانت دیکھ کر حیران رہ گئے۔“  
”فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔۔۔۔۔ علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توفیق، رمل، جفر میں انہیں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔“  
(ص ۴۱ جلد ہشتم نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۶۰ء)

مولانا گوشر نیازی

”ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشقِ رسول ہے جس میں وہ سرتاپا ڈبے ہوئے ہیں چنانچہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔“  
(ص ۹۰۔ انداز بیان)

ماہر القادری

”مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔“

دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے الگ ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ (ص ۴۴۔ ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء)

### فیاض فتح پوری

”مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی۔ ان کا نور علم ان کے چہرے پر بکھر رہا تھا۔ فردنی، خاکساری کے باوجود ان کے رویے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔ (ص ۲۷۔ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی شمارہ نومبر ۱۹۶۵ء)

### پروفیسر سلیم چشتی

”مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ابد قرار زیدہ کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہو گیا۔ کیوں کہ ہندوپاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔ (ص ۱۱۰۔ ندائے حق جوہر)

### ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

”میں جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں اور ان کو اسلام کے مجاہدین و مبلغین کی صف اول میں شامل سمجھتا ہوں۔ عشق رسول کا جذبہ ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ موجود ہے۔ اور چونکہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت پر ہے، اس لئے اس کا اثر آفریں ہونا قدرتی امر ہے۔“

(ص ۳۷۔ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

### ڈاکٹر فرمان فتح پوری صدر شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی

”ان کی شاعری کا محور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف نعت و سلام و منقبت کہتے تھے اور بڑی درد مندی و دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔“

(ص ۸۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور)

### پروفیسر محمد ایوب قادری

”مولانا احمد رضا خاں بریلوی بن مولانا نقی علی خاں ساکن بریلی (رد ہیلکھنڈ۔ یوپی۔ انڈیا) نامور عالم کثیر التصانیف، مقبول مترجم و متران اور مشہور فقیہ تھے۔“

مولانا بریلوی فکری اعتبار سے مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا محبوب علی دہلوی اور مولانا فضل رسول

بدایونی سے تعلق رکھتے تھے۔ اول الذکر ہر دو حضرات تو خانوادہ ولی اللہی کے نامور ارکان ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے علماء فرنگی محل (لکھنؤ) سے استفادہ و استفادہ کیلئے مولانا بریلوی شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کی بعض نعمتیں تو بڑی پیاری ہیں! (ص ۹۰-۹۱ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی۔ علوم دینیہ میں انہیں جو دسترس حاصل تھی وہ فی زمانہ فقید امثال تھی۔ دوسرے علوم میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ان کا دل چوں کہ عشقِ نبوی میں کتبِ کتب تھا اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہوتا۔ (ص ۲۲ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں چودہویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ، متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحبِ شریعت و صاحبِ طہارت بزرگ تھے۔

ان کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل و کمالات سے بڑھ کر ہے، وہ ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی تصنیفات و تالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حُبِ رسول ہے۔ (ص ۴۴ معارفِ رضا جلد چہارم مطبوعہ کراچی)

شیخ امتیاز علی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو، اور صد ہا دینی و علمی کتب و رسائل کے مصنف تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی۔ فقہی مسائل میں "فتاویٰ رضویہ" ان کا بہت اہم علمی کا نام ہے۔ مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت اور اعلیٰ اجتہادی صلاحیت کو حشرِ اچ تحسین ادا کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بجا فرمایا تھا: ہندوستان میں اس دورِ اخیر میں ان جیسا ذہین و طباع بمشکل ہی ملے گا۔ (ص ۴۴ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

پروفیسر کتار حسین وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی۔ میں ان کی شخصیت سے اس درجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم و عمل میں عشقِ رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین ایک جسدِ بے روح ہے۔

(ص ۸۵ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور  
حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت عظیم اور ان کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ بلاشبہ  
عبقری تھے۔  
(ص ۱۱۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

### ڈاکٹر سید عبد اللہ

وہ بلاشبہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر، مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیگان  
خطیب تھے۔ لیکن ان تمام درجات رفیعہ سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول کا۔  
یہ عشق رسول کا فیضان تھا کہ ان کے دل میں سوز و گداز، ان کی نظر میں حیا، ان کی عقل میں سلامتی، ان  
کے اجتہاد میں ثقاہت، ان کی زبان میں تاثیر اور ان کی شخصیت میں اثر و نفوذ تھا۔  
(ص ۳۵ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور)

### احسان دانش

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ان کے خاندان سے شعروادب اور خصوصاً نعت گوئی  
نے راہیں پائی ہیں۔ حسن رضا خاں کا دیوان "ثمرۃ فصاحت" میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جواب کہیں نہیں  
ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نعت کے میدان میں ناقابل مسد اموش شخصیت ہیں۔  
(ص ۴۱ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

### احمد ندیم قاسمی

میں انہیں صرف بحیثیت نعت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ ہے کہ نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر  
نعت نویسوں کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم کی ہے پناہ اور بے گناہ عقیدت  
و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔  
(ص ۴۲ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

### ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے بچپن ہی سے واقفیت ہے۔ آپ  
کے علم و فضل، تقویٰ و تقدس، حمیت دینی و حرارت ایمانی کا ذکر اکثر اپنے بزرگوں سے سنا۔ فقیہ اسلام  
اور مترجم قرآن کی حیثیت سے حضرت کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کا اعتراف تمام اہل نظر نے کیا ہے۔  
حضرت مولانا کے شعراۓ کمال سے بھی حال ہی میں شناسائی ہوئی ہے۔ بالخصوص نعتیہ شاعری

نے خاص طور پر متاثر کیا ہے۔ آپ کے کلام میں جو اہل ہانہ سرشاری، سپردگی اور سوز و گداز کی جو کیفیت طبع ہے وہ اردو نعت گو شعراء میں اپنی مثال آپ ہے۔ (ڈاکٹر صاحب کا مکتوب بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ لاہور)

پروفیسر محمد طاہر فاروقی صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی،  
 ”اعلیٰ حضرت عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور وہی جذبہ ان کی نعت گوئی کا سبب بنایا  
 خصوصیت ہے۔ اسی لئے ان کے اشعار میں ”از دل خیزد بر دل ریزد“ کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔  
 (ص ۹۶ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

نقاش فطرت میاں ایم اسلم لاہور  
 ”محمد اسلام سیدنا حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ شریعت اور طریقت میں ایک بہت بلند  
 مقام رکھتے تھے اور امام وقت مانے جلتے تھے۔“ (ص ۴۴ خیابان رضا)

ڈاکٹر عبادت بریلوی  
 ”مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت بڑے عالم دین، مفکر اسلام اور عاشق رسول تھے۔ ان کا نام  
 علمائے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے علوم اسلامی میں گراں قدر اضافہ  
 کیا ہے۔“ (ص ۴۷ خیابان رضا)

سید شان الحق حق  
 ”میرے نزدیک مولانا کا تفسیر کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔  
 ان کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سبب بڑا ادبی کماں اور مولانا کے مرتبے پر دال ہے۔“  
 (ص ۶۶ خیابان رضا)

پروفیسر سید سخی احمد ہاشمی  
 ”مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لحاظ  
 سے اپنے معاصرین میں اپنی الگ حیثیت سے ممتاز ہیں۔ ان کی بے شمار کتب و رسائل جن کی تعداد ایک ہزار  
 سے متجاوز بتائی جاتی ہے، ان کے علم و فضل پر گواہ ہیں۔ ان کے حالات زندگی ان کے زہد و تقویٰ پر شاہد ہیں۔  
 اور ان کے اشعار عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور، ان کی شخصیت نے اپنے زمانہ کو بہت متاثر کیا۔“  
 (ص ۶۷ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۷ھ) کے بعد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی کتب اور تقریروں میں عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کو اپنا موضوع بنایا۔ اور اس موقف سے ذرا بھی ہٹ کر گوارہ نہیں کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں۔ اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگائے ہیں۔ وہ عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے۔ ایک جگہ کہتے ہیں۔

راہ عرفاں کے جو ہم ناپیدہ رد، محرم نہیں  
مصطفیٰ ہیں مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

(خیابان رضا)

حکیم محمد سعید دہلوی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی دینی علوم میں ایک جامع اور انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ وہ فقیہ بھی تھے، عالم بھی اور شاعر بھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق آٹھ سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے دین کے جس شعبے اور علم و فن کے جس گوشے پر تسلیم اٹھایا اس میں ان کی ایک انفرادی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ اگرچہ انہوں نے براہ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا، لیکن جہاں کہیں انہوں نے سیاسی تحریکات کو مذہب سے متصادم پایادہاں اس کے خلاف بے باکانہ قلمی جہاد کیا۔

”مولانا شریعت و طریقت دونوں کے رموز سے آگاہ تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ نے عرب و عجم میں ان کی دینی و علمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی تو دوسری طرف عشق رسول نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکر و فن کی بلند یوں پر پہنچا دیا تھا۔“

(ص ۹۲ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

میاں محمد شفیع (م، ش)

”اعلیٰ حضرت نے عشق رسول کی عوامی تحریک جاری کرنا کر طول و عرض ہند میں جس طرح مسلمانوں کے سینے میں حب رسول کی جوت جگائی اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔“ (ص ۹۵ خیابان رضا)

سید الطواف بریلوی ایڈیٹر العلم کراچی

”اعلیٰ حضرت کو انگریزوں سے اس قدر نفرت تھی کہ انہوں نے تمام عمر لٹافے پر ڈاک کا ٹکٹ اٹھانے لگا۔“

## حنیظ جالندھری

”ان کے قلم سے چند ابیات نعت نے میرے قلب میں محبت حضور کی روشنی میں توانائی بخشی ...

میں ان کو عشاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمرے میں صفحہ اول پر دیکھتا ہوں“ (ص ۶۲ خیابان رضا)

## رئیس امر وہوی

”ان جیسا عاشقِ رسول، نعت گو، منقبت سرا، محدث، عالم، مصنف اور فقیہ و شارحِ قرآن مجید

کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیفیت و سرور سے لبریز ہے جس سے عجیب طرح کا

انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتر ازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ایک صوفی باصفا اور عالم حلیل تھے۔

ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں عہد آفریں بھی“ (ص ۶۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

## بہتر زاد لکھنوی

”حضرت عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے ساتھ ہی صوفی کامل بھی تھے۔ عاشقِ رسول ایسے تھے

کہ ان کی زندگی کی کوئی سانس ذکرِ رسول سے کبھی خالی نہیں گزری“ (ص ۴۵ پیغاماتِ یوم رضا طبع روم لاہور)

## نعیم صدیقی

”مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصی طور پر واپسیت کی روح کار فرما ہے۔ زبان

پر قدرت ہے۔ ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں۔

(ص ۱۱۶ خیابان رضا)

## ڈاکٹر سلام سندیلوی شعبہ اردو گورکھپور یونیورسٹی

”حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی مہک بھردی ہے۔ یہ خلوص ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی

ہے۔ انہوں نے ہر نفس پر بستے محمد کو محسوس کیا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے ہم کو ان کی شاعری میں رقصاں نظر

آتی ہیں“ (ص ۴۶۴۔ امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء)

## ڈاکٹر حامد علی خاں شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

”اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فاضل بریلوی پر انعامات کی بارش برساتی اور بے شمار نعمتوں سے

نوازا۔ خدا نے آپ کو قوی حافظ اور ذہن رسا عطا فرمایا نیز اپنے فضل و کرم سے اپنی عطا کردہ صلاحیتوں کو



صحیح راہ پر لگانے کی توفیق مرحمت فرمائی ۵ (ص ۴۴۹۔ امام احمد رضا نمبر المیزان مجلیٰ)

ڈاکٹر نسیم قریشی شعبہ اردو و مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

”نعت گوئی ادبیات انسانی کا ایک بیشتر قیمت ذخیرہ ہے۔ نازک خیال شاعروں اور چابک دست ماہرین فن نے سرمایہ عقیدت کو وہ آب و رنگ دیا ہے کہ بایں انداز چین طرازی فکر و میاں طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔“

کتی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصہ میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الہی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرہ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں ”حسان الہند“ کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول، ان کی وجہاً فریاد نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔ محمدی نوائے عظمت ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے لہرا رہا ہے اور اس کے مقدس سائے میں حضرت رضا بریلوی جاوداں کامرانوں سے سرفراز و شاد کام ہو رہے ہیں۔ ع

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے (ص ۵۴۹۔ امام احمد رضا نمبر المیزان مجلیٰ ۱۳۶۷ھ)

ملک زادہ منظور احمد لکھنؤ یونیورسٹی

”مجتہد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں اگر ایک طے شدہ بحر علمی، زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کے معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انہوں نے اپنی علمی و دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔ تاریخ اسلام، قرآنی رموز و نکات، حدیث، اور اسماء الرجال پر ان کی جتنی گہری نگاہ تھی اس کے معترف و مداح ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے علماء کرام ہیں۔“

اسی کے ساتھ ساتھ شعیر گوئی کا جو ملک انہیں حاصل تھا اس کی خمازی، صادق بخشش، میں شامل وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر پڑھی جاتی ہیں ۵

(ص ۴۷۹۔ امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان مجلیٰ)

# صَفِّ در وصفِ شِکْنِ مجاہد

خواجہ حسن نظامی

امام احمد رضا بریلوی کے متعلق خواجہ حسن نظامی کے تاثرات جو امام احمد رضا کی زندگی میں ہفت روزہ خطیب (دہلی) کے شمارہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء (ص ۱۰۴-۱۰۳ ج ۱ ش ۱۱) میں شائع ہوئے۔

بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقد مجددِ مائتہ حاضرہ کہتے ہیں درحقیقت طبقہ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصبِ مجدد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ان مسائلِ اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فتنہ و باہمیہ کے زیرِ تحریر و تقریر تھیں۔ اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی و ثلانی نہیں دئے گئے تھے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے بھرپور علمی کا جید سے جید مخالف کو استہوار کرنا پڑتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں، وہی کہتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہئے۔ ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحسیرِ بدن میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں مگر شاید ان لوگوں نے مولانا کو محض شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتب میں نہیں پڑھیں۔ جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے۔ ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برقی گئی ہے اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر صفِ شکن سیفِ شریعت سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔

جس طرح دیوبند کے تذکرہ میں میں نے قومی کارناموں کا ذکر کیا ہے اس موقع پر بھی نہایت مختصر حضرت مولانا بریلوی کی اس خدمتِ قومی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے جنگِ بلقان، طرابلس اور کانپور میں کی۔

میسرے نزدیک مولانا صاحب کی جرأت و دلیری علمائے دیوبند، فرنگی محل اور تمام لیڈرانِ گرم و سرد سے بڑھ کر ہے۔ انہوں نے جو کام کیا، وہ ایک سے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہو سکا۔ اور وہ ان کے بے باکانہ فتوے ہیں جو ان مواقع پر انہوں نے لکھے اور باطرس کے مقابلہ میں حق کی حمایت کی۔

# مسلک جمہور کی تائید

حضرت زید ابوالحسن فاروقی

عاجز نے مولانا نسیں اختر مصباحی کی تالیف "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" کا جسٹہ مطالعہ کیا۔ کتاب اپنے موضوع میں نمایاں مطالعہ ہے۔

جذی اللہ المؤلف خیر العزائم

اس میں قطعاً کلام نہیں ہے کہ علامہ اجل مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مایہ ناز عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ابوابِ علوم کھول دئے تھے۔ مولانا مصباحی (مولانا نسیں اختر مصباحی کی کتاب "امام احمد رضا اور بدعات و منکرات") نے اسی کتاب میں اور سید ریاست علی صاحب نے مولانا محمد مسعود احمد صاحب کی کتاب "دائرۃ معارف امام احمد رضا کے" سخن (۱) کے گفتنی میں لکھا ہے کہ جناب مولانا (احمد رضا خاں صاحب) نے بیچاس علوم و فنون میں تصانیف و شتہ فرج اور حواشی لکھے ہیں۔

مولانا سید عبداللہ صاحب نے "نزہۃ الخواطر" کی آٹھویں جلد میں لکھا ہے۔

(ترجمہ) "آپ نے اپنے والد ماجد سے علم حاصل کیا اور ایک زمانے تک ان سے وابستہ رہے یہاں تک کہ علم میں مہارت حاصل کر لی اور فنون کثیرہ میں خاص کر فقہ اور اصول میں اپنے اقران سے فائق ہوئے" مولانا مفتی محمد منظر اللہ صاحب پیش امام جامع مسجد فتح پوری دہلی نے عاجز سے بیان کیا میں نے اضمح کے متعلق مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے مفصل جواب تحریر کیا آپ نے بھیر کی اتنی قسموں کا بیان کیا کہ میں متعجب رہ گیا (مفتی صاحب نے تعداد بتائی تھی لیکن عاجز بھول گیا ہے)

میں نے اس تحریک کو حفاظت سے رکھا تھا۔ ایک دن میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب تشریف لے آئے اور اس تحریک کا مطالعہ کیا اور مجھ سے کہا۔

”اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علم بہت وسیع تھا۔“

مولانا سید محمد میاں صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی اچاناً اس عاجز کے پاس تشریف لاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے فرمایا: ”مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاویٰ کے بعض اجزاء چھپ گئے ہیں اگر وہ اجزاء آپ کو دستیاب ہو جائیں تو میرے واسطے لے لیں“ عاجز نے ان سے استفسار کیا۔ آپ کیوں لینا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ”ان کے فتاویٰ میں کتابوں کے حوالے بکثرت ہوتے ہیں“

ابن النعم المحترم حضرت محمد ابو سعید مجددی کے ساتھ چار شنبہ یکم محرم ۱۴۲۰ھ / ۱۱ نومبر ۱۹۹۹ء کو جمد آباد دکن جانا ہوا۔ وہاں مولانا عزیز اللہ بیگ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان دنوں فاضل بریلوی کی کتاب ”جدہ المتار علی رد المحتار“ کا پہلا حصہ طبع کر رہے تھے۔ انہوں نے چار اوراق عاجز کو دکھائے۔ ان اوراق کو دیکھ کر فاضل بریلوی کی غزالت علم کا کچھ پتہ چلا۔ علامہ شامی نے اگر کسی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے تو علامہ بریلوی نے مزید چند کتابوں کے نام درج کر دیے ہیں۔ عاجز کو مولانا عزیز بیگ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی نے ایسی علمی کتابیں کثرت سے لکھی ہیں۔ اور یہ سارا علمی خزانہ آج تک شائع نہیں ہو سکا ہے۔

مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی سے اکثر عاجز کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ایک دن مفتی صاحب نے چند شعرا کی خاص کیفیت سے نعت شریف کے پڑھے، پھر فرمایا: ”یہ اشعار مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ہیں نعت گوئی میں آپ کا بلند مقام ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات سے بہرہ اندوز کیا، اور آپ نے مدۃ العمر مسلک جمہور کی تائید کی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۳۹ء میں شمع توحید میں لکھا ہے: ”امر تسریں مسلم آبادی ہندو سکھ وغیرہ کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل سترہ بیاب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی خیال کیا جا رہا ہے جزاہ الذم عن الإسلام والمسلمین خیر الجزاء ووقفنا لمرضاتہ۔“

(مطبوعہ امام احمد رضا نمبر۔ ہفت روزہ صبح نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

# مراج و ماخذ

تصانیف امام احمد رضا قادری (د ۱۲۶۲ھ - ف ۱۳۲۰ھ) (۱۹۲۱ء - ۱۹۵۶ء)

- ۱ ابانہ المتواری فی مصالحہ عبادیاری ۱۳۳۱ھ - مطبع اہل سنت و جماعت بریلی
- ۲ جلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام ۱۳۲۲ھ - بریلی و مکتبہ الشیخ الاستنبول
- ۳ احکام شریعت - کتب خانہ سمنانی، میرٹھ
- ۴ الاستمداد علی اجیل الازداد ۱۳۲۹ھ - رضوی کتب خانہ بریلی
- ۵ الامن والعلائق علی المصطفیٰ یدافع ابلا ۱۳۱۱ھ - نوری کتب خانہ لاہور
- ۶ ہمدان نوار فی آداب الآثار ۱۳۲۶ھ - حسنی پریس بریلی - باراہل ۱۹۲۶ء
- ۷ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ - مطبع اہل سنت و جماعت بریلی
- ۸ تہذیب ایمان بآیات شکران ۱۳۲۶ھ - برقی پریس کانپور ۱۹۶۹ء
- ۹ جد المhtar علی رد المhtar (حاشیہ شامی) - الجمع الاسلامی مبارکپور
- ۱۰ جزاء اللہ عددہ با بار ختم النبوة ۱۳۱۶ھ - مطبع اہل سنت و جماعت بریلی - بدولہ
- ۱۱ جلی الصوت لنبی الدعوة امام الموت ۱۳۱۰ھ - الجمع الاسلامی مبارکپور
- ۱۲ جمل النور فی نبی النساء عن زیارة القبور ۱۳۳۹ھ مجلس اشاعت طبیض العلوم محمد آباد و مشمولہ فتاویٰ رضویہ چہارم
- ۱۳ حاجز البحرین الواتی عن جمیع الصلا تین ۱۳۱۳ھ مشمولہ فتاویٰ رضویہ دوم - مطبعہ بریلی و دہلی
- ۱۴ مدائق بخشش ۱۳۲۵ھ - حسنی پریس - بریلی
- ۱۵ حسام المؤمن علی منکر الکفر والمین ۱۳۲۲ھ - مطبع اہل سنت بریلی
- ۱۶ حک العیب فی حرمة تسوید الشیب ۱۳۰۶ھ - رضوی پریس - بریلی
- ۱۷ خیر الامال فی حکم الکسب والسوال ۱۳۱۸ھ - مطبع اہل سنت بریلی
- ۱۸ دوام العیش فی الامتہ من قریش ۱۳۲۹ھ - حسنی پریس - بریلی
- ۱۹ المدورہ الکلیہ بالمائتہ الغیبیہ ۱۳۲۲ھ - مکتبہ اعلیٰ حضرت بریلی

۲۰ راد الفتح والبناء بدعوة الجيران ومواساة الفقراء ۱۳۱۲ھ - حسنی پریس بریلی بار اول ۱۹۲۶ء

۲۱ رد الرفضہ ۱۳۲۰ھ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی

۲۲ الزبدۃ الزکیۃ تحکیم سجود التیمۃ ۱۳۲۶ھ مکتبہ سمنانی میرٹھ

۲۳ سبحن السبوح عی جب کذب مقبوح ۱۳۰۶ھ سنی دارالاشاعت بریلی

۲۴ السینۃ الانیقہ فی فتاویٰ السیرۃ ۱۳۳۶ھ مطبوعہ کاپنور و بریلی

۲۵ شفا الدوار فی صور الحبيب ومزارہ ونحوہ ۱۳۱۵ھ حسنی پریس بریلی

۲۶ صلات الصغالی نور المصطفیٰ ۱۳۲۹ھ " " "

۲۷ عرفان شریعت مرتبہ مولانا عرفان علی بیسپوری رضوی کتب خانہ بریلی

۲۸ عطا یا القدر فی حکم التصویر ۱۳۳۱ھ اختربک ڈپو بریلی

۲۹ اعطای النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ اول مطبع اہل سنت و جماعت بریلی بار اول ۱۳۳۶ھ

۳۰ " " دوم کتب خانہ سمنانی میرٹھ مطبع اہل سنت بریلی

۳۱ " " سوم سنی دارالاشاعت مبارک پور بار اول ۱۳۸۱ھ

۳۲ " " چہام ۱۳۸۶ھ " " ۱۹۹۶ء

۳۳ " " پنجم ۱۳۹۶ھ " " ۱۹۹۶ء

۳۴ " " ششم ۱۴۰۱ھ " " ۱۹۸۱ء

۳۵ فتاویٰ الحرمین مرجع ندوة المین ۱۳۱۴ھ رضا اکیڈمی بیٹھ ۱۹۹۴ء مطبع گلزار حسنی بمبئی

۳۶ انفضال المؤمنین فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذکور مکتبہ الحبيب الا آباد

۳۷ الفیوضات المملکیۃ لمحج الدعوات المکیۃ ۱۳۲۶ھ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی

۳۸ الکلمۃ اللہیۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لہا فلسفۃ المشرق ۱۳۳۸ھ کتب خانہ سمنانی میرٹھ

۳۹ النکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الاولیاء ۱۳۱۲ھ مطبع اہل سنت بریلی

۴۰ کسۃ الامان فی ترجمۃ القسۃ آن ۱۳۳۰ھ مکتبہ رضویہ کراچی

۴۱ لمعۃ نغمی فی اعفاد اللہی ۱۳۱۵ھ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی

۴۲ الحجۃ المومنۃ فی آیۃ المومنۃ ۱۳۳۹ھ بار دوم مطبع حسنی بریلی



- ۶۵ شہداء اللہ امرتسری :- شیخ توحید
- ۶۶ حامد ضاقان :- ترتیب و ترجمہ : الاجازات المینہ علماء بکۃ والمدینہ مطبوعہ لاہور - بریلی
- ۶۷ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ :- المستدرک علی الصحیحین دائرۃ المعارف العشمانیہ حیدرآباد ۱۳۴۱ھ
- ۶۸ حسن نکائی خواجہ :- درویش جنتری ۱۹۳۳ء
- ۶۹ حسنین رضا خاں، مولانا :- وصایا شریف مطبوعہ بریلی
- ۷۰ - - - - - رعدا مناظرہ، مولانا سلیمان اشرف و ابوالکلام آزاد ۱۳۲۹ھ - حسنی پریس بریلی
- ۷۱ حیرت دہلوی، مرزا :- ترجمہ قرآن
- ۷۲ خلیل احمد انیسوی :- براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی - مطبوعہ دیوبند
- ۷۳ رئیس احمد جعفری :- آزادی ہند
- ۷۴ رشید احمد صدیقی :- گنجائے گرانمایہ مطبوعہ لاہور
- ۷۵ رفیع الدین دہلوی، شاہ :- ترجمہ قرآن مطبع سیدی دہلی
- ۷۶ رفیع اللہ صدیقی، پروفیسر :- فاضل بریلوی کے معاشی نکات مرکزی مجلس رضا لاہور
- ۷۷ سید سلیمان اشرف، مولانا :- المبین مکتبہ قادریہ لاہور
- ۷۸ - - - - - النور ۱۹۲۱ء مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ
- ۷۹ سید سلیمان ندوی :- حیات شبلی دارالمصنفین اعظم گڑھ
- ۸۰ سید محمد کچھوچھو، مولانا محدث :- خطبہ صدارت ناگپور - مشمولہ ماہنامہ تجلیات ناگپور امام احمد رضا نمبر
- ۸۱ شاہ ولی اللہ دہلوی :- انکسار العکاس رفین
- ۸۲ - - - - - بیوٹی الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء مطبع احمدی کلاں محل - دہلی
- ۸۳ شریف الحق امجدی، مفتی :- تحقیقات مکتبہ الحبیب الکاماد
- ۸۴ شمس تبریز خاں :- نواب صد یار جنگ - مکتبہ ندوہ لکھنؤ
- ۸۵ شمس الدین جوہرمدی، مولانا قاضی :- قانون شریعت مدرسہ حنفیہ جوہنور
- ۸۶ شیر محمد خاں اعوان :- محاسن کنز الایمان مرکزی مجلس رضا لاہور
- ۸۷ ضیاء الدین، ابوالمساکین، مولانا :- اعلام ضروری جیلی بھیت



- ظہیر الدین دہلوی معروف بہ سید احمد :- مکالمۃ الصدوقین مطبوعہ دیوبند ۸۸
- ظفر الدین احمد مولانا :- حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ . آرام باغ . کراچی ۸۹
- ظفر الدین الطیب مشمولہ الصدوق الشیخ :- الہ آباد ۹۰
- ظہیر الدین دہلوی معروف بہ سید احمد :- مقدمہ تاویل الاحادیث مطبع احمدی . دہلی ۹۱
- عارف اللہ قادری ، شاہ :- اذکار حبیب رضا . مرکزی مجلس رضا . لاہور ۹۲
- عاشق ابنی میر تقی :- تذکرۃ الرشید مکتبہ عاشقہ قیصر گنج . میرٹھ ۹۳
- عبدالحق ، مولانا :- ترجمہ مستدرکات منظم ترتیب ، حیات استاد العلماء ہندیا لوی . مکتبہ لہدادیہ ہندیا ل . سرگودھا ۹۵
- عبدالحکیم اختر شاہ بھپوری :- مقدمہ ترجمہ خواہر البھار . الہ آباد ۹۶
- عبدالحکیم شرف قادری :- سوانح مراجع الفقہاء . مرکزی مجلس رضا . لاہور ۹۷
- عبدالحق رائے بریلوی ، حکیم :- نزہۃ الخواطر دائرۃ المعارف عثمانیہ . حیدرآباد ۹۸
- عبد الرحمن پانی پتی ، قاری :- کشف الجہاب مطبع بہار کشمیر ۱۲۹۸ھ ۹۹
- عبد الرحمن مبارک پوری :- ن ۱۲۵۲ھ . مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۱۰۰
- عبد الرزاق طبع آبادی :- ذکر آزاد . دفتر آزاد ہند کلکتہ ۱۲ . باراول ۱۹۶۰ء ۱۰۱
- عبد الماجد دریا بادی :- ترجمہ مستدرکات محمد علی کی ڈائری . معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء ۱۰۲
- عبد الباقی کوکت :- حیات سالک دائرۃ المصنفین . لاہور ۱۰۳
- عبد اللہ بن حصکفی ، محمد بن علی :- مقالات یوم رضا . مرکزی مجلس رضا . لاہور ۱۰۵
- عبد اللہ بن حصکفی ، محمد بن علی :- الدر المختار شرح تنویر الابصار نول کشور لاہور ۱۳۰۵ھ / قاہرہ مصر ۱۰۶
- علی قاری بن سلطان محمد ہروی :- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح . اصح المطابع بمبئی ۱۰۷
- غلام احمد قادیانی ، مرزا :- فہمیدہ براہین احمدیہ ۱۰۸
- حقیقۃ النبوة اول :- حقیقۃ النبوة اول ۱۰۹
- ستارۃ قیصر :- ستارۃ قیصرہ ۱۱۰

غلام جیلانی میرٹھی، مولانا :- (۱۱۱)

غلام سرور قادری، مفتی :- (۱۱۲)

غلام معین الدین نعیمی، مولانا :- (۱۱۳)

غلام محمد راجہ :- (۱۱۴)

فضل حق خیر آبادی، علامہ :- (۱۱۵)

تحقیق مولانا شرف قادری۔ سرگودھا۔ مجمع الاسلامی مبارک پور  
۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء

فتح محمد جالندھری :- (۱۱۶)

قمر الدین سیالوی، خواجہ :- (۱۱۷)

محمد اقبال، ڈاکٹر :- (۱۱۸)

محمد اکرام، شیخ :- (۱۱۹)

محمد امین بن عابدین شامی :- (۱۲۰)

محمد بن اسماعیل بخاری :- (۱۲۱)

محمد حسین، منشی :- (۱۲۲)

محمد سرور، پروفیسر :- (۱۲۳)

محمد علی کاندھلوی :- (۱۲۴)

محمد قاسم کاشیاداری، حاجی :- (۱۲۵)

محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند۔ تحذیر الناس۔ مطبوعہ دیوبند (۱۲۶)

محمد نعل خان، حاجی :- (۱۲۷)

محمد محبوب اشرفی، مولانا :- (۱۲۸)

محمد مرید احمد چشتی :- (۱۲۹)

محمد مسعود احمد، پروفیسر :- (۱۳۰)

:- " " (۱۳۱)

:- " " (۱۳۲)

بشیر القاری بشرح صحیح البخاری کتب خانہ سمنانی میسرہ

الشاہ احمد رضا مکتبہ فریدیہ ساہیوال

حیات صدر الافاضل ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور

امتیاز حق الجمع الاسلامی مبارک پور

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ۱۲۲۲ھ ۱۹۰۲ء بار اول مطبوعہ

ترجمہ سلمان

مرآة العاشقین مطبوعہ لاہور

مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین

شبلی نامہ

رد المحتار علی الدر المختار مکتبہ نعیمیہ عکس طبع قاہرہ مصر

صحیح بخاری۔ اصح المطابع دہلی

فہرست مسبین

افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی۔ ساگر اکاڈمی لاہور

شاہ ولی اللہ اور تقلید سیالکوٹ

محمد قاسم کاشیاداری، حاجی :- (۱۲۵)

محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند۔ تحذیر الناس۔ مطبوعہ دیوبند (۱۲۶)

محمد نعل خان، حاجی :- (۱۲۷)

محمد محبوب اشرفی، مولانا :- (۱۲۸)

محمد مرید احمد چشتی :- (۱۲۹)

محمد مسعود احمد، پروفیسر :- (۱۳۰)

:- " " (۱۳۱)

:- " " (۱۳۲)

فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ مرکزی مجلس رضا لاہور

فاضل بریلوی علامہ جازکی نظریں بارششم۔ الجمع الاسلامی مہارک پور

- محمد مظہر نقشبندی قدس سرہ ۱۔ (۱۲۳) المتاقب الاحمد والحقامات السیدہ مطبوعہ قرآن سنہ ۱۸۹۶ء
- محمد والحسن دیوبندی ۱۔ (۱۲۴) ترجمہ مستہ آن
- محمد میاں بیکانی، مولانا سید آل رسول ۱۔ برکات مارہرو و مہاتمان بدایوں حسنی پریس بریلی سنہ ۱۳۴۲ھ
- مرید احمد ہشتی ۱۔ (۱۲۵) جہان رضا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور
- مشتاق احمد خاں، نواب کاروان حیات مطبوعہ لاہور (۱۲۶)
- مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم ۱۔ (۱۲۷) الملقوظ (۱۳۳۸ھ) کتب خانہ سمنانی میرٹھ
- نذیر احمد، ڈپٹی ۱۔ (۱۲۸) ترجمہ مستہ آن
- نسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود ۱۔ (۱۲۹) مدارک التنزیل۔ ستاہرہ مصر
- نقی علی خاں بریلوی، مولانا ۱۔ (۱۳۰) ہدایۃ البریۃ للشریعۃ الاحمدیہ کتب خانہ سمنانی میرٹھ
- نور محمد قادری۔ سید ۱۔ (۱۳۱) مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور
- وحید الزماں، نواب ۱۔ (۱۳۲) ہدایۃ المہدی اول میور پریس دہلی
- ذکیل احمد سکندری، مولانا ۱۔ (۱۳۳) وسیعہ جلیلہ مطبع یوسفی لکھنؤ
- ولی الدین خلیف تبریزی، محمد بن عبداللہ ۱۔ (۱۳۴) مشکوٰۃ المصابیح ت ۱۳۲۷ھ اصح المطابع دہلی
- لیسن اختر مصباحی (۱۳۵) پیغام عمل الجمع الاسلامی۔ مبارک پور
- یوسف بن اسماعیل نبیانی، علامہ ۱۔ (۱۳۶) جہان البحار فی فضائل النبی المختار۔ الزکباد

## اخبارات و رسائل

اردوئے معلیٰ (۱۳۸)	علی گڑھ	حضرت مولانی	جولائی ۱۹۱۲ء
اردو نامہ (۱۳۹)	کراچی		دسمبر ۱۹۹۱ء
استقامت (۱۴۰)	کراچی	ماہانہ	جولائی ۱۹۶۷ء
اشرفیہ (۱۴۱)	مبارک پور	اپریل ۱۹۶۷ء	اپریل ۱۹۶۷ء
افق (۱۴۲)	کراچی	ہفت روزہ	جنوری ۱۹۶۹ء
اقبال (۱۴۳)	لاہور	مہ ماہی	اکتوبر ۱۹۵۶ء
الہام (۱۴۴)	بہاول پور	ہفت روزہ	مارچ ۱۹۶۷ء

- ۱۵۴) امروز لاہور روزنامہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۴ء
- ۱۵۵) اہل حدیث امرتسر رمضان ۱۳۲۳ھ
- ۱۵۶) برہنہ دہلی ماہانہ اپریل ۱۹۶۴ء
- ۱۵۷) تجسّی دہلی ماہانہ فروری، مارچ ۱۹۵۹ء
- ۱۵۸) ترجمان اہل سنت بیلی بیت شمارہ ۵ تا ۱۰
- ۱۵۹) ترجمان اہل سنت کراچی ماہانہ نومبر ۱۹۶۵ء
- ۱۶۰) جنگ راولپنڈی روزنامہ اقبال ایڈیشن
- ۱۶۱) جنگ کراچی ستمبر ۱۹۶۴ء
- ۱۶۲) چٹان لاہور ہفت روزہ مارچ ۱۹۶۱ء
- ۱۶۳) المحنات رامپور ماہانہ سالنامہ شخصیات نمبر
- ۱۶۴) دہد پے سکندری رامپور اکتوبر ۱۹۶۸ء
- ۱۶۵) رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ماہانہ صفر ۱۳۹۸ھ
- ۱۶۶) رضوان لاہور ستمبر ۱۹۶۲ء
- ۱۶۷) سنی کھنؤ کھنؤ جمادی الآخرہ ۱۳۶۶ھ
- ۱۶۸) السواد الاظم مراد آباد جمادی الاولیٰ، شعبان ۱۳۳۹ھ
- ۱۶۹) شباب لاہور ہفت روزہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء
- ۱۷۰) خیائے حرم لاہور ماہانہ ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۶۴ء جون ۱۹۶۶ء
- ۱۷۱) مسافات لاہور اپریل ۱۹۶۰ء ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۵ء
- ۱۷۲) مشرق لاہور، روزانہ جون جولائی، اگست ۱۹۶۴ء نومبر ۱۹۶۴ء فیض رضا لائل پور، ماہنامہ، مارچ ۱۹۶۳ء
- ۱۷۳) فیضان فیصل آباد، ماہنامہ مارچ ۱۹۶۸ء ۱۷۴) معارف، اعظم گڑھ جون ۱۹۶۹ء دسمبر ۱۹۶۹ء
- ۱۷۴) نئی دنیا دہلی (عظیم مدنی نمبر) نومبر ۱۹۵۹ء ۱۷۵) انجم کاکوری، کھنؤ، ماہنامہ، جون ۱۹۳۶ء
- ۱۷۵) نوائے وقت لاہور، روزنامہ، جون، ستمبر ۱۹۶۴ء
- ۱۷۶) نوری کون، بریلی، ماہنامہ جولائی ۱۹۶۳ء ۱۷۷) ہدم، کھنؤ، اخبار مئی ۱۹۲۰ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## توصیفِ نامہ

وصلتہ دوما علیہ السلام

والسلام علیہ وسلم

بخدمت گرامی! حضرت مولانا لیس اختر مصباحی بانی و مہتمم دارالعلوم دہلی

الحمد للہ العظیم! امام الہدٰی حضرت مجددِ اعظم شاہ احمد رضا قادری برکاتی (متوفی ۱۳۴۰ھ) کی دینی و علمی اور فکری خدمات آپ کی عبقریت پر شاہد علیہ میں اور انہی انفرادی و امتیازی حیثیت کے ساتھ آپ ہمیشہ ابابِ فضل و کمال کی نظروں میں محترم، محترم اور معترم رہے ہیں۔ بچپن علوم کی بساطِ علمی پر پھیلی ہوئی تقریباً ایک ہزار تصانیف قاہرہ اور کتب زاہرہ آپ کے دُورِ علم اور جلالتِ شان کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات پر دنیا کے مختلف مدارس و جامعات میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے گا مگر امام موصوف کی جامعیت کا خاکہ تاہنوز کینہ مرتب نہ ہو سکا۔

آپ کی ہمہ جہت، بلند قامت اور فکر انگیز شخصیت نیز آپ کی گراں قدر اور عشق و عرفان میں ڈوبی ہوئی تصانیف کا تعصب سے پاک ہو کر ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً ان کے اندر فکر و فن اور علم و دانش کی ایک نئی دنیا آباد ہو گی۔

ملک کے مایہ ناز عالم و ادیب اور مفکر حضرت مولانا لیس اختر مصباحی مدبرِ اعلیٰ ماہنامہ حجاز جدید دہلی و بانی و مہتمم دارالعلوم دہلی کو ان کی سابقہ تدریسی و تحریری خدمات بالخصوص ان کی فکر انگیز و شہرہ آفاق تصنیف "امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات" پر "رضا اکیڈمی بمبئی" آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ / ۲۴ جولائی ۱۹۹۱ء) جس کا موضوع ہے "امام احمد رضا کی قلمی خدمات" اس مناسب و زریں موقع پر حضرت مصباحی صاحب کو توصیفِ نامہ پیش کرتی ہے۔ اور امیدوار ہے کہ حضرت موصوف کی قلمی جولانیت سے مزید اس طرح کے شہ پارے معرضِ وجود میں آئیں گے اور اپنے قائم کردہ "دارالعلوم دہلی" کے ذریعہ عظیم الشان اور تاریخی خدمات انجام دیں گے۔

رضا اکیڈمی بمبئی حضرت موصوف کو "توصیفِ نامہ" اور "گیارہ ہزار روپے" بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے مسرت و محسوس کرتی ہے۔ جَزَاهُ اللہُ تَعَالٰی جَزَاءً حَسَنًا۔  
رَضَا اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیبِہِ الْاُکْرَمِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰمِہِ الْاَفْخَمِ اَجْمَعِیْنَ۔

تحریر کردہ: ● معین الحق علمی مصباحی ● قمر احسن بستوی مصباحی ● شفیق الرحمن بستوی مصباحی



جَنِّی مِنَ الْخَبَرَاتِ مَا أَكْثَرُ  
وَمِنْ الْقَبْرِ بِحَسْبِ خَيْرِ الْوَرَى  
یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَنْ یُطَاعَ الرَّحْمَنُ  
شَرَّ عَصَاةٍ مِنْ هَذَا الْبَعْدِ

# الاقوال الصَّحیحَة

فی جواب

# المرجوع علی ابی حنیفة

امام اعظم ہند پر اعتراضات کی حقیقت

مؤلفہ

مولانا محمد نور بخش صاحب توفیق ایم اے  
(مصنف سیرت رسول عربی)

ناشر

فریدنگر ٹال  
۳۸ اردو بازار لاہور